آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق نہایت واضح اور
مفصل بیان جو ۲۲۳ / مضامین پر مشتمل ہے۔

مؤلفہ
مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی
اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ
اُستاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر
زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

کتاب کا نام ــــ شمائل کبریٰ جلد چہارم

تاریخ اشاعت ــــ اپریل ۲۰۱۰ء

باہتمام ــــ احباب زمزم پبلشرز

کمپوزنگ ــــ فاروق اعظم کمپوزرز کراچی

سرورق ــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32760374 - 021-32725673

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber net pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زر کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی" کے مصداق بن جائیں۔

جزاکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَزَاءً جمیلاً جزیلاً

منجانب

احباب زمزم پبلشرز

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

ISLAMIC BOOK CENTRE
119 121 Halliwell Road Bolton Bl1 3NE
Tel/Fax 01204-389080
Mobile 07930-464843

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
36 Rolleston Street Leicestor
LE5-3SA
Ph 0044-116-2537640
Fax 0044-116-2628655
Mobile 0044 7855425358

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

شمائلِ کبریٰ نئے انداز میں پانچ جلدیں (مکمل دس حصے) شائع ہوچکی ہیں۔ الحمد للہ اب شمائلِ کبریٰ کی چھٹی جلد (گیارہواں حصہ) اور ساتویں جلد (بارہواں حصہ) پیشِ خدمت ہے۔

اُمت میں حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب کی تالیف شمائلِ کبریٰ کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں مختصر سے عرصے میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ خود پاکستان میں زمزم پبلشرز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان میں سب سے پہلے زمزم پبلشرز ہی نے یہ کتاب قدرداں قارئین کے سامنے متعارف کرائی اور اب پاکستان میں پہلی بار شمائلِ کبریٰ کے مکمل دس حصے بڑے سائز کی پانچ جلدوں میں پیش کرنے کا اعزاز بھی الحمد للہ زمزم پبلشرز کو حاصل ہورہا ہے۔

اللہ عزوجل سے امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نئے انداز کو بھی اُمت میں پذیرائی اور اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد رفیق زمزمی

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ ''شمائل کبریٰ'' جو شمائل و سنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے ایڈیشن ہند و پاک میں شائع ہو کر خواص و عوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اور اس پر منامی بشارت نبی پاک ﷺ بھی ہے۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں اب تک طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل و کرم سے بعافیت پایہ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

ان دس جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش نظر ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون سی جلد کن مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول . حصہ اول: ① کھانے ② پینے ③ لباس کے متعلق آپ کے شمائل اور سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول . حصہ دوم: ① سونے ② بیدار ہونے ③ بستر ④ تکیہ ⑤ خواب ⑥ سرمہ ⑦ انگوٹھی ⑧ بال ⑨ داڑھی ⑩ لب ناخن ⑪ امور فطرت ⑫ خضاب ⑬ عصا کے متعلق آپ کے شمائل و سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم . . حصہ سوم: ① معاملات ② تجارت ③ خرید و فروخت ④ بازار ⑤ ہبہ ⑥ عاریت ⑦ اجارہ اور مزدوری ⑧ ہدیہ ⑨ قرض ⑩ مرغ ⑪ گھوڑے ⑫ بکری ⑬ اونٹ ⑭ سواری ⑮ سفر کے متعلق آپ کے شمائل و سنن کا مفصل بیان ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا نہایت ہی مفصل بیان جو ۷۵ عناوین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم . . حصہ چہارم: ① اخلاص ② صدق ③ محبت و الفت ④ محبت و عداوت خدا کے واسطے ⑤ حب خدا و رسول ⑥ مؤمن کو خوش کرنا ⑦ مسلمانوں کی مدد و نصرت ⑧ پریشان حال کی مدد و نصرت ⑨ مظلوم کی مدد ⑩ یتامیٰ اور بیواؤں کی خدمت ⑪ احباب کی ملاقات اور زیارت ⑫ اولیاء و صلحاء کی زیارت ⑬ عفو و درگزر ⑭ اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر ⑮ سائلین کی رعایت ⑯ اکرام مسلم ⑰ بڑوں کی تعظیم ⑱ اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر کرنا ⑲ مؤمن کی عزت ⑳ لوگوں کے مرتبہ کی رعایت ㉑ خاطر مدارات ㉒ مہمان نوازی ㉓ امانت اور دیانتداری ㉔ وعدہ پورا کرنا ㉕ حلم و بردباری ㉖ اعتدال اور میانہ روی ㉗ سنجیدگی ㉘ نرمی سہولت ㉙ پردہ پوشی ㉚ غصہ برداشت کرنا ㉛ توکل ㉜ قناعت ㉝ استغناء ㉞ صبر ㉟ شکر ㊱ سادگی ㊲ قناعت ㊳ تواضع و انکساری ㊴ شرم اور حیا ㊵ سخاوت ㊶ استقامت ㊷ شجاعت اور بہادری ㊸ نیکی پر خوشی، گناہ پر رنج ㊹ زائد پر دوسروں کو ترجیح ㊺ دوسروں کے لئے وہی جو اپنوں کے لئے ㊻ توڑ والوں سے جوڑ ㊼ حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے پرہیز ㊽ سلامتی صدر ㊾ خوش کلامی ㊿ خندہ پیشانی (۵۱) خاموشی اور قلت کلام (۵۲) شفقت اور رحمت (۵۳) ایثار (۵۴) سفارش (۵۵) حسن ظن (۵۶) مشورہ (۵۷) عدل و انصاف (۵۸) اجتماعیت اور اتحاد (۵۹) اصلاح بین الناس (۶۰) نیکوں کی صحبت (۶۱) بروں سے اجتناب (۶۲) مشتبہات سے بچنا (۶۳) مؤمن کو نفع پہنچانا (۶۴) کھانا کھلانا (۶۵) کپڑا پہنانا (۶۶) راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا (۶۷) اہل

محبت کی آمد پر خوشی (۶۸) سلام (۶۹) مصافحہ (۷۰) والدین کے ساتھ حسن سلوک (۷۱) اولاد کے ساتھ حسن سلوک (۷۲) رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک (۷۳) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک (۷۴) تمام مخلوق کے ساتھ اچھے برتاؤ کے متعلق آپ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد سوم۔ حصہ پنجم: اس جلد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی احوال واوصاف کا اور آپ کے اخلاق و عادات واطوار کا مفصل بیان ہے جو ۱۰۰ اعنوانات پر مشتمل ہے۔ (۱) چہرہ مبارک (۲) پیشانی مبارک (۳) دندان مبارک (۴) آنکھ مبارک (۵) سر مبارک (۶) سینہ مبارک (۷) لعاب دہن (۸) برکات دہن (۹) رخسار مبارک (۱۰) کان مبارک (۱۱) پلک مبارک (۱۲) داڑھی مبارک (۱۳) گردن مبارک (۱۴) کندھا مبارک (۱۵) ہڈیوں کے جوڑ (۱۶) بغل مبارک (۱۷) سینہ مبارک (۱۸) پیٹ مبارک (۱۹) پیٹھ مبارک (۲۰) بال مبارک (۲۱) رنگ مبارک (۲۲) آواز مبارک (۲۳) قلب مبارک (۲۴) دست مبارک (۲۵) پیر مبارک (۲۶) قد مبارک (۲۷) سایہ مبارک (۲۸) حسن مبارک (۲۹) عقل مبارک (۳۰) پسینہ مبارک (۳۱) مہر نبوت (۳۲) خون مبارک (۳۳) پاخانہ مبارک (۳۴) آپ کا ختنہ شدہ ہونا (۳۵) قوت وشجاعت (۳۶) فصاحت و بلاغت (۳۷) خشیت و بکاء (۳۸) ہیبت ووقار (۳۹) آپ کے بلند پایہ مکارم اخلاق (۴۰) جود وسخا (۴۱) آپ کی تواضع کا بیان (۴۲) شفقت و رحمت (۴۳) حلم و بردباری (۴۴) گفتگو اور کلام مبارک (۴۵) قصہ گوئی (۴۶) آپ کے اشعار (۴۷) خوش مزاجی (۴۸) مسکراہٹ (۴۹) خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ کی عادت طیبہ (۵۰) مزاج (۵۱) شرم وحیاء (۵۲) آپ کی مجلس (۵۳) بیٹھنے کا طریقہ (۵۴) بدلہ کے متعلق (۵۵) گرفت کی عادت نہیں (۵۶) صبر کے متعلق (۵۷) اہل خانہ کے متعلق (۵۸) گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں (۵۹) احباب اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ (۶۰) بچوں کے ساتھ برتاؤ (۶۱) خادموں اور نوکروں کے ساتھ برتاؤ (۶۲) خدمت گاروں کا بیان (۶۳) یتیموں کی خدمت (۶۴) غرباء اور مساکین کی خدمت (۶۵) سائلین کے ساتھ برتاؤ (۶۶) مشورہ فرماتے (۶۷) تفاؤل خیر (۶۸) ایثار (۶۹) پچھنے لگانا (۷۰) رفتار مبارک (۷۱) نعل مبارک (۷۲) جوتا چپل پہننے کے متعلق (۷۳) موزے کے متعلق (۷۴) لینے دینے کے متعلق آپ کی عادت (۷۵) بارش کے سلسلے میں آپ کی عادت (۷۶) احباب کی خامیوں کے متعلق آپ کی عادت (۷۷) سیر وتفریح کے متعلق (۷۸) تصویر کے متعلق آپ کی عادت (۷۹) سلام کے متعلق آپ کی عادت (۸۰) مصافحہ کے بارے میں آپ کی عادت (۸۱) معانقہ کے متعلق (۸۲) تقبیل اور بوسہ کے سلسلے میں (۸۳) چھینک کے متعلق (۸۴) نام اور کنیت کے متعلق (۸۵) جنگی سامان کا ذکر (۸۶) گھریلو سامان کا ذکر (۸۷) پہرے داروں کا ذکر (۸۸) رہن سہن کے متعلق آپ کی عادات طیبہ (۸۹) وعظ وتقریر (۹۰) قرأت کا ذکر (۹۱) عبادت میں اہتمام (۹۲) نوافل کے متعلق آپ کی عادات (۹۳) لوگوں کے گھروں میں نفل پڑھنے کے متعلق (۹۴) ذکر الٰہی کرنے کے بارے میں (۹۵) توبہ واستغفار (۹۶) عمر مبارک (۹۷) متفرق پاکیزہ عادتیں۔

شمائل کبریٰ جلد سوم۔ حصہ ششم: (۱) طہارت ونظافت (۲) پاخانہ پیشاب کے متعلق (۳) مسواک (۴) وضو (۵) مسح موزہ (۶) تیمم (۷) غسل (۸) مسجد (۹) اذان (۱۰) اوقات صلوٰۃ کے متعلق آپ کے شمائل اور طریق مبارک کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم۔ حصہ ہفتم: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل نقشہ (۲) مستحبات (۳) مکروہات وممنوعات

④ سجدہ سہو ⑤ خشوع وخضوع ⑥ سترہ ⑦ جماعت ⑧ امامت ⑨ صف کی ترتیب ⑩ اور سنن راتبہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا ذکر ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد چہارم: حصہ ہشتم: ① نماز شب وتہجد ② تراویح ③ وتر ④ اشراق ⑤ چاشت ⑥ دیگر تمام نفل نمازیں، صلوٰۃ الحاجہ، صلوٰۃ الشکر، صلاۃ التسبیح والحفظ وغیرہ ⑦ نماز استسقاء ⑧ نماز گہن ⑨ نماز خوف ⑩ جمعہ ⑪ عید بقرعید ⑫ نماز سفر کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد پنجم حصہ نہم: ① زکوٰۃ وصدقات ② رؤیت ہلال ③ روزہ رمضان ④ افطاری وسحری ⑤ شب قدر ⑥ اعتکاف ⑦ نفلی روزے، ماہانہ اور ہفتہ داری روزے ⑧ ممنوع روزے ⑨ اور سفر کے روزے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور تعلیم وطریق مبارک کا مفصل بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد پنجم حصہ دہم: موت میت اور برزخ کے متعلق ① قبض روح ② غسل میت ③ کفن میت ④ جنازہ میت ⑤ تدفین میت ⑥ قبر اور اموات پر برزخ ⑦ تعزیت ⑧ وصیت ⑨ وراثت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیم وطریق کا مفصل بیان ⑩ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک اور تجہیز وغسل وغیرہ کا بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد ششم۔ حصہ یازدہم: نکاح، طلاق، اور اس کے متعلقات کا مفصل بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد ہفتم۔ حصہ دوازدہم: آپ کے حج وعمرہ مبارک وغیرہ کا مفصل ذکر۔

اس کے بعد کی جلدوں میں دیگر بقیہ شمائل وخصائل عیادت، مرض، علاج ومعالج، طب نبوی وغیرہ امور کا مفصل ذکر ہوگا۔

اللہ پاک صحت وعافیت وبرکت کے ساتھ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے امت کے حق میں نافع اور اپنے حق میں باعث رضا بنائے۔ آمین۔

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

خدائے پاک مولیٰ کریم کا بے انتہا فضل وکرم کہ شمائل کبریٰ کی جلد ششم۔
آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے سلسلہ مسائل کی پنجم، ششم، ہفتم، کی یہ جلدیں دیگر جلدوں کے مقابلہ میں اہم اور ممتاز ہے کہ دین کی اساس اور بنیادطہارت ونماز (جو اقامۃ الصلوٰۃ کے مفہوم میں داخل ہے) پر مشتمل ہے یہ تین جلدیں تقریباً تیرہ سوصفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

اس جلد ششم میں "سیّد الکونین فخر الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین فداہ ابی وروحی صلی اللہ علیہ وسلم" کے نماز کی مکمل تصویر اور اس کے تفصیلی نقشہ کو سنن و اثار کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ نماز کے ہر ہر رکن کے طریق وکیفیت کی وضاحت کی گئی ہے آپ کس رکن کو کس طرح کس کیفیت سے ادا فرماتے تھے اسی طرح دیگر متعلقات نماز سجدہ سہو، خشوع وخضوع، سجدہ تلاوت، سترہ، جماعت، امامت اور صفوں کی ترتیب سنن راتبہ وغیرہ کے سلسلے میں آپ ﷺ کے اسوہ اور طریق مبارک کو نہایت بسط و تفصیل سے احادیث وآثار کے بے پایاں ذخیرے سے مرتب کیا گیا ہے جو سات ابواب پر مشتمل ہے۔

حقیر مؤلف نے اہتمام اور سعی بلیغ کی ہے کہ ہر باب اور موضوع کے متعلق آپ کی سنتیں اور روایات واضح طور پر امت کے سامنے آجائیں، تاکہ سنن اور اسوہ رسول کا یہ بیش بہا ذخیرہ جو دونوں جہاں دنیا وآخرت کی بھلائی اور وسعت کا باعث ہے طالبین ومتلاشین سنت پر مخفی نہ رہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب ایک جامع ترین کتاب ہوگی جو نماز اور اس کے متعلق مسائل پر ایک اہم مآخذ اور مراجع کی حیثیت سے رکھے گی۔

ترتیب میں روایات سے متعلق ضروری فوائد وتشریح کو مدنظر رکھا گیا ہے، اختلافی مباحث اور مناظرانہ پہلو سے گریز کیا گیا ہے، اور ثبوت میں احادیث پاک ہی کو معیار بنایا گیا ہے۔ ہاں کہیں آثار صحابہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جیسا کہ محدثین کرام کی عادت رہی ہے۔

مؤلف کی کوشش رہی ہے کہ متعدد کتب کے حوالے بقید جلد اور صفحات آجائیں تاکہ اہل تحقیق کو مراجعت میں آسانی ہو خیال رہے کہ صحاح ستہ، طحاوی اور مشکوٰۃ کے وہ حوالے درج ہیں جو ہندی مطبوعات کے ہیں چونکہ

دیار ہند و پاک اور مدارس میں یہی نسخے رائج اور متداول ہیں۔

مولیٰ کریم عزوجل کا بے انتہا فضل و کرم کہ پریشان کن مرض اور اہم درسی مصروفیتوں کے ساتھ اس کی تالیف کی توفیق بخشی اور قبول فرمایا "ولله الحمد والمنته"

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر کے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو دارین کی سعادت وخوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص و عافیت کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا وتقرب کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام

محمد ارشاد قاسمی بھاگل پوری

استاد حدیث وافتاء مدرسہ ریاض العلوم گورینی۔ جون پور

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ اگست ۲۰۰۲ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتکم وفیوضکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسول الکریم

اما بعد! زیرِ نظر کتاب ''شمائل کبریٰ'' کے چیدہ چیدہ مقامات کے مطالعہ سے مشرف ہوا، کتاب کی دو جلدیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں تیسری جلد زیرِ طبع ہے۔ (اب الحمد للہ ششم طبع ہو کر ہفتم زیرِ طبع ہے۔)

اس کتاب میں حضرت خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کے حالات، خصائل اور عادات واطوار کو عمدہ ترتیب اور دلنشین پیرایہ میں جمع کیا گیا ہے، کتاب کے مؤلف مولانا محمد ارشاد صاحب قاسمی استاذ حدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ ریاض العلوم گورینی (جونپور) صالح وجید الاستعداد فاضل نوجوان ہیں، مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔

دعا گو ہوں اللہ رب العزت ان کی اس سعادت مندانہ کاوش کو اپنی شایان شان شرف قبولیت بخشے اور اس کو سبھی مسلمانوں کے لئے نافع اور مؤلف زید فضلہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ہم سبھی کو نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کو اپنی زندگیوں میں لانے کی توفیق افروز فرمائے۔

فقط والسلام

مظفر حسین المظاہری

ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر العلوم (وقف)

سہارن پور

تقریظ

رأس العلماء والفاضلین رئیس الاساتذہ والمحققین

حضرت مولانا سیّد برہان الدین صاحب دامت برکاتہم

(صدر شعبہ تفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء و ناظم مجلس تحقیقات شریعہ ندوۃ العلماء لکھنؤ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کو جیسے اور جتنے اوصاف و کمالات سے متصف فرمایا وہ نہ آپ ﷺ سے قبل کسی کو عطا ہوئے نہ بعد میں یہ حقیقت ایسی اور اتنی ظاہر و باہر ہے کہ تسلیم کئے بغیر کسی مصنف واقف کو چارہ کار نہیں جس کا اعلان و اظہار خود خالق و باری جل مجدہ نے اپنے پاک و برگزیدہ کلام میں "انک لعلی خلق عظیم" فرمایا اور گویا اس کی شرح کرتے ہوئے مداح رسول ﷺ ممتاز صحابی (جنہیں مدحیہ اشعار سنانے کے واسطے آنحضرت ﷺ اپنا مقدس منبر پیش فرما دیا کرتے تھے) حضرت سیّدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یوں

رطب اللسان واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساءُ
خلقت مبرأً من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاءُ

اس ذات گرامی کے اوصاف حمیدہ کے بیان سے ہر زمانے میں جس نے بھی اپنے نامۂ اعمال کو منور کرنا چاہا، سعادت مند اور بہرہ آور ہونے کی مبارک سعی کی اس طرح کی مساعی جمیلہ کا سلسلہ زمانۂ نبوت سے آج تک برابر جاری ہے اور امید ہی نہیں یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت رہیگا، ان ہی سعادت مندوں کے اندر ہمارے زمانے کے ممتاز عالم دین کتب حدیث شریف کی تدریس میں عرصۂ دراز سے مشغول اور وسیع النظر کامیاب استاد مولانا محمد ارشاد صاحب قاسمی بھاگل پوری (استاد حدیث جامعہ ریاض العلوم گرینی جونپور) بھی ہیں۔ موصوف کے قلم سے نہ صرف متعدد علمی، دینی و اصلاحی کتابیں نکل کر شائع و مقبول ہو چکی ہیں، بلکہ "شمائل

کبریٰ“ عنوان کے تحت آنحضرت ﷺ ”فداہ روحی وابی وامی“ کے مبارک حالات اور حیات طیبہ کے مختلف گوشوں پر تفصیلی و تحقیقی انداز میں ایک علمی سلسلہ کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے جس کی پانچ (اب تک چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔) جلدیں شائع ہو چکی ہیں ہر جلد کئی کئی سو صفحات پر مشتمل ہے، جو حیات طیبہ کے بے شمار پہلوؤں کی پردہ کشائی کر کے خلق کی رہنمائی اور ذات نبوی ﷺ سے ربط و تعلق کا ذریعہ بنی ہیں اور نہ جانے کتنی سعید روحوں کے لئے سعادت ابدی کا سامان فراہم کر چکی ہیں ”شکرا اللہ مساعیہ وتقبلها بقبول حسن“ (آمین)۔

مولانا موصوف نے اپنے تحقیقی علمی ذوق کی بنا پر اس متبرک سلسلہ میں بھی تمام باتیں مدلل اور مکمل حوالوں سے کتابوں کے نام مع نمبر صفحہ و جلد کی تعیین کے ساتھ لکھی ہیں، البتہ بعض جگہ کتابوں کے نام اختصار سے لکھے ہیں مثلاً جمع صفحہ نمبر ۱۹۰، سبل صفحہ نمبر ۲۷۰، جس سے ہر قاری کا ذہن صحیح ماخذ کی طرف بآسانی منتقل ہونا ضروری نہیں (مقدمہ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے) اس کتابی سلسلہ کی افادیت بڑھانے کا سبب مصنف کی طرف سے ہر اہم مضمون کے شروع میں برمحل عنوانات کا اضافہ بھی بنا ہے اس طرز سے سراپائے اقدس و سیرت مقدسہ کے جامع پہلو بآسانی سامنے آجاتے اور قاری کو پڑھنے کی دعوت دینے لگتے ہیں مثال کے طور پر (جلد پنجم سے) چند عنوانات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ شیریں آواز تھے (آپ ﷺ کی) فصاحت و بلاغت، خشیت و بکاء، شفقت و رحمت جود و سخا تواضع، مسجد کا گرد و غبار صاف فرما لیتے، حلم و بردباری شرم و حیاء، اہل خانہ کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ، احباب و رفقاء کے ساتھ کس طرح رہتے؟ اپنے اصحاب کے مزاج اور ضرورت کی رعایت کرتے احباب کی ملاقات کو جاتے بچوں کو سلام کرتے بچوں پر بڑے مہربان، خادموں کے ساتھ برتاؤ، غلاموں اور بیواؤں کے کام میں عار محسوس نہ فرماتے تھے۔

مذکورہ عنوانات نیز دیگر مشتملات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے انتخاب و ترتیب میں اصلاحی و تربیتی پہلو کو خاص طور سے ملحوظ رکھا ہے اس طرح کتاب کو زیادہ سے زیادہ مؤثر اور مفید بنانے کی کوشش کی ہے، گمان ہے کہ اس میں بتوفیق خداوندی وہ کامیاب رہے ہیں جس میں ان کے آسان اور عام فہم طرز بیان کا بھی دخل ہے غالباً اسی مصلحت سے پوری کتاب عربی عبارات سے گویا خالی ہے جو کچھ بھی ہے اردو زبان میں ہے البتہ کہیں کہیں کتاب کے اندر تعبیر میں جھول اور خامیوں کا احساس ہوا مثلاً پاکیزہ اسوۂ حسنہ صفحہ ۲۵۵ (”پاکیزہ“ زائد ہے) سہیلن ۲۶۰ (غالباً سہیلی بمعنی عورت کی دوست خاتون کی جمع حالانکہ اردو میں سہیلیوں مستعمل ہے جسے خود مصنف نے بھی استعمال کیا ہے علاوہ ازیں کتابت و طباعت کی غلطیاں تو کتابوں کا گویا مقدر بن چکی ہیں ان سے خالی ہونے کی توقع امر محال کی توقع کے مرادف ہیں پھر بھی یہ خیال ہے کہ زیر نظر کتاب پورے طور سے تو

نہیں لیکن بڑی حد تک ان سے خالی ہے اگر تھوڑی سی توجہ مزید کی جاتی تو شاید غلطیاں بالکل نہیں ہوتیں بہر حال مجموعی طور پر یہ سلسلہ نہایت مفید اور کارآمد ہے جس میں مصنف کو دلی مبارک باد پیش کی جانی چاہئے مصنف کا ارادہ اسے مزید بڑھانے کا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ارادہ بھی پورا فرما کر پورے سلسلہ کو نافع ومقبول بنائے نیز قبول فرمالے آمین۔

والسلام
احقر برہان الدین سنبھلی.
۲۲/۱۲/۱۴ھ

تقریظ

استاذ الاساتذہ فخر الاماثل والاکابر

حضرت مولانا اکرام علی بھاگل پوری صاحب

شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات

علامہ ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اقوال و اعمال اور اخلاق کے وہ میزان ہوتے ہیں کہ جو اس پر پورا اترا وہ ہر معیار پر پورا اتر گیا اور جو اس پر نہ اتر سکا وہ ان تمام امور میں بھی ناقص رہ گیا، وجہ اس کی یہ ہے کہ جتنی ضرورت جسم کو جان کی اور آنکھوں کو نور کی ہے، اس سے زیادہ ضرورت عالم کو انبیاء علیہم السلام کی ہے کیوں کہ جسم کو جان اور آنکھ کو نور کی ضرورت صرف دنیوی زندگی تک محدود ہے اور دنیوی زندگی خود بھی محدود ہے لیکن حضرت انبیاء علیہم السلام کی ضرورت دونوں جہاں کے ساتھ وابستہ ہے انسان اپنی عارضی اور دائمی دونوں حیات میں ان کا یکساں محتاج ہے، اسی لئے علامہ ابن تیمیہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ مخلوق کو اپنی دین و دنیا میں جس چیز کی جتنی زیادہ ضرورت ہے، خالق کائنات نے اتنی ہی سخاوت اور بہتات کے ساتھ اس کو پیدا فرمایا ہے، کہ دیکھئے سانس لینے کے لئے ہوا کی ضرورت ہے اور ہر ضرورت سے زیادہ ضرورت ہے، لہٰذا اس کو پیدا بھی اس افراط سے فرمایا ہے کہ اپنی حاجت روائی کے لئے کسی کو کہیں بھی ذرا تکلیف نہیں ہوتی اس سے کم نمبری میں پانی کی ضرورت ہے اس کے بعد پھر کھانے کی اس لئے پانی کو بھی اسی فراوانی سے پیدا فرمایا ہے لیکن اتنی فراوانی سے نہیں جتنی ہوا کو، اسی طرح دینی پہلو کو لیجئے تو یہاں سب سے زیادہ حاجت معرفت ربوبیت کی ہے اس لئے اپنی ربوبیت کے دلائل انسان کو ہر جہت میں اس کثرت کے ساتھ پھیلا دیئے ہیں کہ ذرہ ذرہ اس کی ربوبیت پر شاہد بنا ہوا ہے، اس سے دوسرے نمبر کی حاجت نبوت کی ہے کون نہیں جانتا کہ ایک انسان جب اپنے جیسے دوسرے انسان کی خوشی اور ناخوشی کے ذرائع و اسباب اس کے بتائے بغیر نہیں جان سکتا ہے تو خالق کی مرضی و نامرضی کے اسباب اس کے بتائے بغیر بھلا کون جان سکتا ہے اس لئے اللہ نے انبیاء علیہم

السلام بھیجے تا کہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی مرضی و نامرضی کے اسباب تفصیل سے بیان فرما دے اور انسانوں کو ان کی مکمل پیروی کا پابند بنا دے نبی کے نقش قدم کا پابند ہو جانا یہی عبادت ہے اس لئے قرآن نے اعلان فرمایا "ما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھو" نبی جو کچھ دیں بلاچوں چرا لے لو اور جس چیز سے روک دیں رک جاؤ کہیں فرمایا "ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ" اگر خدا سے تم کو محبت کا دعویٰ ہے تو نبی کی پیروی کرو تم بھی خدا کے محبوب بن جاؤ گے کہیں فرمایا گیا "لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ" نبی کریم ﷺ کی ہر نقل و ادا امت کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

غرض کہ نبی کریم ﷺ کی ہر نقل و حرکت کی پیروی کئے بغیر کوئی دین دار ہو ہی نہیں سکتا اس لئے آپ ﷺ کی سنت انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اور اس کو ہوا کی طرح ہر جگہ پھیلا دیا گیا ہے آپ کو ہوا کی ضرورت ہر جگہ ہے دفتر میں ہوں یا سڑک پر چل رہے ہوں آرام خانہ میں ہوں یا بیت الخلاء میں ہوں سو رہے ہوں یا جاگ رہے ہوں ہر وقت ہر جگہ ہر حالت میں آپ کو ہوا کی ضرورت ہے بالکل یہی حال آنحضور ﷺ کے طریقۂ زندگی کا ہے بیت الخلاء میں کس طرح داخل ہوں گے کس طرح باہر آئیں گے بیوی کے پاس کس طرح جائیں گے اور اس سے ازدواجی تعلق کس طرح برقرار رکھیں گے غسل خانہ میں کس طرح نہائیں گے کس طرح پانی بہائیں گے بازار میں فروخت کس طرح کریں گے دام مول کس طرح کریں گے مسجد میں کس طرح جائیں کس طرح نکلیں اور جتنی دیر مسجد میں گزرے کس طرح گزرے گھر میں شادی ہو تو اس کو کس طرح انجام دیں اور کسی کی موت ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کے آداب کیا ہیں انسانوں سے برتاؤ کس طرح پر ہو جانوروں کے ساتھ سلوک کیا ہو غیر مسلموں کے ساتھ معاملہ کس طرح پر ہو سونے جاگنے کے آداب کیا ہیں نشست و برخاست کے آداب کیا ہیں کھانے پینے کا طریقہ کیا ہونا چاہئے گفتگو کا انداز کیا ہونا چاہئے غرض کہ آپ کی حیاۃ طیبہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنما ہے اور ہوا کی طرح ہر جگہ موجود ہے۔

آپ ﷺ کی زندگی کی جامعیت اسلام کے کٹر مخالف کو بھی کرنا پڑا ہے احادیث کی تقریباً ہر کتاب میں یہ روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طنز کرتے ہوئے مشرکین نے کہا تمہارے نبی ایک طرف تو نبوت کا اتنا اونچا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف جب وہ تعلیم دینے پر آتے ہیں تو پیشاب، پاخانہ، جیسی گھٹیا چیز کی بھی تعلیم دیتے ہیں جو ان کی شان کے خلاف ہے تو اس پر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکیمانہ جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہی تو ہمارے نبی اور ان کی تعلیم کا کمال ہے کہ وہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو حاوی ہے تمہارے خیال میں بھی جب وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز نہیں کرتے ہیں تو ان کی شریعت بڑی بڑی باتوں کو کیسے نظر انداز کر سکتی ہے اس حقیقت کو حضرات صحابہ کرام نے خوب سمجھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آنحضور

ﷺ کی زندگی کے ہر گوشہ کی حفاظت فرمائی عبادات و عادات میں اس کی پوری پوری حفاظت کی اور پابندی سے عمل کرتے رہے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا تناول فرماتے ہوئے دسترخوان پر گرے ہوئے دانے کو اٹھا کر کھالیا اس پر ان کو کسی نے ٹوکا کہ یہاں کے لوگ اس کو خلاف تہذیب سمجھتے ہیں تو حضرت حذیفہ نے فرمایا "ا اترك سنة حبيبي" "لهو لاء الحمقاء" کہ کیا ان احمقوں کی خاطر اپنی محبوب کی سنت چھوڑ دوں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ شیخ اسلم نے زندگی بھر تربوز محض اس لئے نہیں کھایا کہ آنحضور ﷺ کے تربوز کھانے کا ان کو انداز معلوم نہ تھا۔

ایک بزرگ نے ایک مرتبہ موزہ سہواً اول بائیں پیر میں پہن لیا تو اس کے کفارہ میں بہت سارا گیہوں انہوں نے خیرات کر دیا تب کہیں ان کو چین آیا ادھر عبادات کے حدود کی اتنی حفاظت فرمائی کہ حضرت عمر اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد عصر نفل پڑھنے والوں کو مارا کرتے تھے کیونکہ آنحضور ﷺ نے امت کو بعد عصر نفل پڑھنے سے روکا ہے ایک شخص کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے سے روکا تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے والے سے ناراض نہیں ہوتا تو اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ نماز حضور ﷺ نے زندگی بھر نہیں پڑھی ایسی نماز سے خدا راضی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کی مرضی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آنحضور ﷺ کی ہر نقل و حرکت کی حفاظت میں اپنی جان لگا دی صرف ایک حدیث کی خاطر دو دو ماہ کا سفر کیا اور ان کے بعد حضرات تابعین اور ائمہ حدیث نے حفاظت حدیث کی خاطر اپنی جان و مال کو صرف کر ڈالا بعض محدثین کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے پچاس لاکھ کا سرمایہ صرف کر ڈالا اور ان کے پاس پاؤں میں پہننے کے لئے جوتا بھی نہیں تھا یہ انہیں حضرات کی جانی و مالی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج صحیح حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ امت کے ہاتھ میں ہے اور اس کی وجہ سے صحیح دین اپنی اصلی روپ میں ہمارے پاس موجود ہے انہیں احادیث میں بہت بڑا سرمایہ شمائل کی حدیثوں کا ہے جن میں نبی کریم ﷺ کے رنگ و روپ قد و قامت اور آپ کے حسن و جمال کی حدیثیں ہیں جن کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے اور ذات گرامی کی طرف جذب و کشش میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ کمال ایمانی کا ایک سنہرا باب ہے اس طرح کی حدیثوں کو بعض محدثین نے مستقل کتاب کی شکل میں مرتب فرمایا جن میں امام ترمذی کی شمائل ترمذی مدارس میں داخل نصاب ہے شمائل کی احادیث میں ایک حصہ ان احادیث کا ہے جن میں آنحضور ﷺ کے خورد و نوش رفتار و گفتار نشست و برخاست کا مفصل تذکرہ ہے جن کو پڑھنے کے بعد عمل کرنے سے انسان کو خدا کا اعلیٰ قرب حاصل ہوتا ہے اسی مقصد کے خاطر صوبہ بہار کے جید عالم اور ریاض العلوم گرینی جونپور کے استاذ حدیث عالم

باعمل جناب مفتی محمد ارشاد صاحب اعلیٰ اللہ درجاتہ نے شمائل کی حدیثوں کی تشریحات کئی جلدوں میں بڑی عرق ریزی اور دل نشین انداز میں مرتب فرمایا ہے، جو اکثر حصے چھپ کر امت کے ہاتھ میں آچکے ہیں، اور باقی جو ہے انشاء اللہ منظر عام پر آنے والا ہے اس دور میں مولانا موصوف کی گرانقدر تالیف کاوشوں کا بھرپور صلہ عطا فرمائے، اور اس گرانقدر تالیف کا فیض عام اور تام فرمادے ؏

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام
محمد اکرام علی غفرلہ
خادم جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات

تقریظ

فقیہ بے مثال جامع فضل وکمال، صاحب معرفت وطریقت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب

مدرسہ بیت العلوم سرائے امیر اعظم گڑھ

الحمد للّٰہ لحضرۃ الجلالۃ والنعت لخاتم الرسالۃ والرضا والرحمۃ لا صحابه صلی اللّٰہ واهل بیته اصحاب البسالۃ. اما بعد.

فقد قال اللّٰہ تعالیٰ ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم.

اللہ رب العزت نے آیت بالا میں اپنی محبوبیت گو کے باشد اسی طرح اپنی محبت کو نبی اکرم ﷺ کی اتباع سے منوط اور اس پر موقوف فرمایا ہے اور یہ بات ہر کس و ناکس کو معلوم ہے کہ موقوف کا حصول بغیر موقوف علیہ کے محال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ رب العزت کی محبوبیت اور اسی طرح ان کی محبت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر موقوف ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع آپ کے شمائل سیرت کے علم پر موقوف ہے۔ اس لئے شمائل و سیرت شریفہ کا علم "من اهم الواجبات" ٹھہرا پھر اس کے علم کا حصول شمائل و سیرت کے مدونات ہی ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزاء خیر عنایت فرمائے مولانا محمد ارشاد صاحب زادمجدہ کو کہ انہوں نے سیرت اور شمائل کے عنوان پر "شمائل کبریٰ" نامی کتاب کی کئی جلدیں مرتب فرمادی ہیں جس میں سیرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقریباً سارے شیون جمع فرمائے ہیں جس کا تعلق دید سے ہے شنید نا کافی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کے لئے حرز جان بنانے کے لائق ہے۔ واللّٰہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم.

انا عبدہ الضعیف محمد حنیف غفرلہ جون پوری

۱۹، ۶، ۱۴۲۳ھ

نماز کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوہ اور مبارک طریق وعادات کا بیان

نماز شروع کرتے وقت قبلہ رخ ہوتے

ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو قبلہ رخ ہوتے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۵۸، ابن حبان فی الزوائد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب مکہ میں نماز پڑھتے تھے تو بیت المقدس اور کعبہ (دونوں) کا رخ فرماتے۔ (یہ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران کی بات ہے)۔ (تلخیص جلد ا صفحہ ۲۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز (کے لئے کھڑے ہونے) کا ارادہ کرو تو اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رخ ہو جاؤ پھر تکبیر کہو۔ (بیہقی، کنز العمال صفحہ ۲۲۶)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کا ارادہ کرو تو خوب اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رخ ہو جاؤ، پھر تکبیر کہو۔ (کنز العمال صفحہ ۲۲۵، الفتح الربانی صفحہ ۱۱۹)

فائدہ: تمام نمازوں میں قبلہ رخ ہونا فرض ہے اگر سینہ دسر قبلہ سے پھر جائے تو نماز نہیں ہوتی اگر قبلہ کا علم نہ تھا، تحری اور سوچ کر یقین ہوا کہ قبلہ یہ ہے نماز پڑھ لی معلوم ہوا کہ غلط ہو گیا تو نماز ہو گئی البتہ نفل نماز سواری یا گاڑی پر رخ قبلہ شروع کیا پھر گاڑی یا سواری کا رخ قبلہ سے پھر گیا تو گاڑی اور سواری ہی کے رخ پر نماز پڑھتا رہے نماز ہو جائے گی آپ سفر میں ایسا ہی کرتے مزید قبلہ کے مسائل کتب فقہ میں دیکھئے۔

دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے وقت تکبیر کہتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے قبلہ رخ ہوتے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تکبیر کہتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ (ترمذی صفحہ ۵۶، داری صفحہ ۲۸۱)

حکم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہم لوگوں کو نماز سکھلاتے تھے۔ (فرماتے) جب تم

نماز کے لئے کھڑے ہوتو اپنے ہاتھوں کو اٹھاؤ ہاتھوں کو کان سے مت ہٹاؤ (یعنی متصل رکھو) اور اللہ اکبر کہو۔ (مجمع صفحہ ۱۰۲)

فائدہ: خواہ کوئی بھی نماز ہو شروع کرنے کے لئے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنا شرط اور فرض ہے علامہ حلبی نے شرح منیۃ میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (السعایہ ۱۰۶)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں ذکر ہے کہ آپ حضرات صحابہ کو نماز سکھلاتے تھے اسی طرح حضرات صحابہ کرام بھی سکھلاتے تھے نماز سیکھنے سے آتی ہے، پڑھنے سے اور کتاب سے نہیں آتی، افسوس آج ہم لوگوں نے عملاً نماز سکھانا چھوڑ دیا اس لئے آج نماز سنت کے مطابق نہیں ہو رہی ہے ہاتھ اٹھانے پیر رکھنے تک کا طریقہ لوگوں کو معلوم نہیں اور نہ سیکھنا چاہتے ہیں آخر کیسے نماز درست ہوگی۔

تکبیر کہتے ہوئے آپ ﷺ ہاتھوں کو اٹھاتے

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ تکبیر کہتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھا رہے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۵، تلخیص صفحہ ۲۳۲)

حضرت وائل کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے تکبیر کہتے۔ (تلخیص صفحہ ۲۳۲)

فائدہ: خیال رہے کہ آپ ﷺ سے حضرات صحابہ نے ہاتھ اٹھانے اور تکبیر کہنے کے متعلق تین طریقے سے روایت کی ہے، حضرت ابوحمید کی روایت میں ہے، ہاتھ اٹھاتے پھر تکبیر فرماتے، یعنی اولاً ہاتھ اٹھانا پھر تکبیر کہنا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۸)

اور وائل ہی سے دوسری روایت ہے کہ آپ ﷺ جب نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے پھر ہاتھوں کو اٹھاتے چنانچہ حافظ نے تلخیص میں ان مختلف روایتوں کو بیان کیا ہے۔ (تلخیص جلد ا صفحہ ۲۳۲، ابوداؤد صفحہ ۱۰۵)

علامہ عبدالحیٰ فرنگی محلی نے السعایہ میں بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ سے یہ تینوں طریقے ثابت ہیں علماء ہر صورت کے جواز کے قائل ہیں صرف اولویت میں اختلاف ہے۔

چنانچہ پہلا قول: دونوں ساتھ کا ہے اس کے قائل امام طحاوی ہیں یہی امام ابو یوسف سے مروی ہے اسی کو شیخ الاسلام قاضی خاں صاحب خلاصہ تحفہ، بدائع، محیط نے اختیار کیا ہے بقالی نے کہا ہے کہ یہی ہمارے تمام اصحاب کا قول ہے قاضی خاں نے ساتھ کا مطلب یہ بیان کیا کہ دونوں کی ابتداء انتہاء ایک ساتھ ہو، یعنی ہاتھ اٹھاتے ہی تکبیر شروع ہو اور ہاتھ باندھتے ہی تکبیر پوری ہو جائے۔

دوسرا قول: تکبیر سے قبل ہاتھ اٹھانے کا ہے، صاحب مجمع نے اسے طرفین کا قول بیان کیا ہے غایۃ البیان

میں ہے کہ یہ عام علماء احناف کا قول ہے مبسوط میں ہے کہ اکثر مشائخ کا قول ہے۔ صاحب ہدایہ نے اسی کی تصحیح کی ہے صاحب سعایہ نے اسی کو اصح قرار دیا ہے اسی کو مؤید بالصحیحین بروایت عمر کہا ہے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اولاً ہاتھ اٹھا کر غیر اللہ سے بڑائی کی نفی ہے پھر تکبیر سے خداوند کی کبریائی اور بڑائی کا ثبوت ہے۔

تیسرا قول: اول تکبیر کہے پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اس کی تائید مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ **"اذا صلی کبر ثم رفع یدیہ"** نماز پڑھتے تو پہلے تکبیر کہتے پھر دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

(السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

خیال رہے کہ تکبیر یعنی اللہ اکبر ادا کرنے میں اکبر کی راء پر سکون یعنی جزم ہوگا پیش پڑھنا درست نہیں چنانچہ بنایہ شرح ہدایہ میں ہے اکبر کی راء کو ساکن پڑھا جائے گا کہ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ تکبیر کی راء کو ساکن رکھا جائے گا۔ (البنایہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کا رخ اور ہتھیلی قبلہ رخ رہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور اپنی ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے (گویا کہ)۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۲، طبرانی اوسط، کنز العمال صفحہ ۴۳۰)

فائدہ: نماز شروع کرتے وقت جب تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھائے تو ہتھیلیاں کھلی رہیں انگلیاں اپنی حالت پر کھڑی اور کشادہ رہیں الگ الگ نہ رہیں۔ اور ہتھیلیوں کے سامنے والا حصہ قبلہ کی جانب رہے اور پشت ہتھیلی مشرق کی جانب رہے اور ہتھیلی کان کے قریب تک پہنچی ہو یہ نماز کا مسنون طریقہ ہے **"کذا فی الشروح وکتب الفقہ."** (السعایہ، الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۱۷۰)

افسوس در افسوس کہ آج نماز جیسی اہم اور اسلام کی معیاری دولت بھی سنت اور شریعت کے مطابق ادا نہیں ہو رہی ہے اہل علم اور پڑھا لکھا طبقہ بھی جو دین اور علم میں ممتاز سمجھا جاتا ہے سنتوں کی رعایت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے گو کتابوں میں سرسری پڑھ لی گئی ہیں مگر عمل کے دائرے میں نہیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ نماز سیکھنے سے اور کسی واقف سنت کو دکھا کر کہ ہماری نماز کا ہر ہر جز سنت کے مطابق ہے یا نہیں اس طرح دکھا کر تعلیم سے آتی ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو نماز سکھاتے تھے صحابہ کرام تابعین کو، اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا افسوس علمی جگہوں، مدارس و مکاتب میں بھی سنت کے مطابق نماز سکھانے کا طریقہ مفقود ہے اولاً تو یہ اصحاب تعلیم خود ہی واقف نہیں اگر کوئی واقف ہے تو سکھانے کا ذہن نہیں اکثر و بیشتر لوگوں کی نمازیں

سنت و مستحب کی رعایت کے ساتھ نہیں ہوتی کچھ تو فرائض اور واجبات سے بھی غافل ہیں خدائے پاک ہی دین کی قیمت ذہن میں ڈالے آپ دیکھیں گے نماز کی ابتداء بھی سنت کے مطابق اکثر و بیشتر لوگ ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلی کا رخ بجائے قبلہ کے کانوں کی طرف تلوار کے مانند رکھتے ہیں یہ طریقہ خلاف سنت ہے جس میں اچھا خاصا طبقہ گرفتار ہے پھر ہاتھ کو باندھنے میں سنت کی رعایت نہیں مٹھی کی طرح ہاتھ باندھتے ہیں اسی طرح پیروں کو بھی خلاف سنت ٹیڑھا کر کے تکون بنا کر رکھتے ہیں حالانکہ دونوں پیروں کا بالکل سیدھا ہونا انگلیوں کا قبلہ رخ ہونا سنت ہے اسی طرح تمام حالتوں میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنی سنت ہے۔

سنت کے مطابق نماز کو ماحول میں رائج کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ مساجد کے ائمہ اور اہل علم سنت سے پوری طرح واقف ہوں اور وہ کسی ایک وقت نماز کے بعد نماز کے فرائض واجبات و سنن و مستحبات کو بتائیں اور کر کے دکھلائیں اسی طرح مدارس و مکاتب میں بچوں کو، تب کچھ کام ہوگا۔

عورتیں اپنے ہاتھوں کو کہاں تک اٹھائیں گی

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے آپ ﷺ نے فرمایا: اے وائل جب تم نماز پڑھو تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے مقابل اٹھاؤ اور عورتیں اپنے ہاتھوں کو سینہ کے مقابل اٹھائیں۔

(مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۱۰۳، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۰۷، طبرانی)

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ عورتیں اپنے ہاتھوں کو (تکبیر تحریمہ کے وقت) کندھے تک اٹھائیں گی۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۳۹)

عاصم الاحول کہتے ہیں کہ میں نے حفصہ بنت سیرین کو دیکھا کہ سینہ کے مقابل ہاتھ کو اٹھایا۔

حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو جب نماز شروع فرماتیں تو کندھے تک لے جاتیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۳۹)

حضرت حماد عورتوں کے متعلق فرماتے تھے کہ وہ سینے کے مقابل ہاتھ اٹھایا کریں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۳۹)

فائدہ: عورتوں کے لئے سنت اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ نماز کے شروع کی تکبیر میں اپنے ہاتھوں کو مردوں کی طرح کانوں کے مقابل نہ اٹھائیں بلکہ کندھے اور سینہ تک ہی اٹھائیں آپ ﷺ نے یہی حکم عورتوں کو دیا ہے حضرات صحابہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ ام درداء، عطاء، زہری، حماد وغیرہ سے یہی طریقہ منقول ہے اور یہی صحیح ہے پردہ اور ستر کی رعایت کرتے ہوئے یہی مناسب ہے۔ (البنایہ صفحہ ۱۴۰)

عورتیں اپنے ہاتھ سینے پر رکھیں گی

عورت اپنے ہاتھوں کو مردوں کی طرح ناف کے نیچے نہیں رکھیں گی بلکہ سینہ پر رکھیں گی۔

(شرح منیہ، البحر، بنایہ شرح ہدایہ صفحہ ۱۳۳)

عورتیں اپنے ہاتھوں کو سینے پر رکھیں گی اور یہی حکم مخنث کا بھی ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۱ صفحہ ۱۷۲)

ہاتھ اٹھاتے وقت آپ ﷺ انگلیاں کس طرح رکھتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کے لئے تکبیر فرماتے تو انگلیوں کو پھیلائے رکھتے۔ (ترمذی صفحہ ۹۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو انگلیوں کو کھلا رکھتے۔ عبداللہ بن سعید الاشیخ کی روایت میں ہے کہ رسول پاک ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو انگلیوں کو کھلا پھیلا کر رکھتے۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۳۳)

فائدہ: حدیث پاک میں جو مذکور ہے کہ انگلیوں کو نشر کرتے اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ انگلیوں کو بالکل الگ الگ رکھتے اور نہ ملا کر رکھتے بلکہ اپنی حالت پر رکھتے۔ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں ذکر کیا ہے کہ گھٹنوں پر انگلیوں کو کشادہ کر کے (رکوع کی حالت میں) رکھا جائے گا اور ملا کر سجدہ میں رکھا جائے گا، باقی تحریمہ کے وقت اور تشہد میں بیٹھنے کے وقت نہ بالکل کشادہ اور نہ بالکل ہی ملا کر رکھا جائے گا۔ (مرقات صفحہ، السعایہ صفحہ ۱۵۲)

خیال رہے کہ ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیوں کا رخ قبلہ کی جانب رہے گا۔ اکثر لوگ ہتھیلیوں کا رخ کان کی طرف رکھتے ہیں غلط ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۵۲)

کان کے قریب تک ہاتھ اٹھائے

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ وہ دونوں کانوں تک آ گئے۔ (مسند احمد، الفتح الربانی ۱۶۵، مجمع جلد ۱ صفحہ ۱۰۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں انگوٹھے کان کے مقابل آ جاتے۔

(مسند احمد صفحہ، الفتح الربانی جلد ۳ ج صفحہ ۱۶۹، ابوداؤد، دارقطنی صفحہ ۲۹۰، طحاوی صفحہ ۱۱۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو دیکھا آپ نے تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا۔ (تلخیص صفحہ ۲۳۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وہ نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ انگوٹھے کان کی لوتک پہنچ جاتے۔ (نسائی صفحہ ۱۴۱، تلخیص جلد ۱ صفحہ ۲۳۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو کان کے مقابل اٹھانا سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کی روایت میں جو کان کے بجائے کندھے تک اٹھانے کا ذکر ہے بظاہر اس میں تعارض نہیں السعایہ میں ہے کہ ہتھیلی کندھے تک اور انگلیاں کان کے مقابل تک آجاتی تھیں چنانچہ اس طرح دونوں روایتوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۱۵۳)

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہو جاتی ہے جو ابوداؤد میں حضرت وائل سے اس طرح مروی ہے، ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ کندھے تک ہو گئے اور انگلیاں کانوں تک۔ (السعایہ: ۱۵۳)

تکبیر کے بعد ہاتھ کس طرح باندھتے

حضرت قبیصہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑ لیتے۔

(ترمذی صفحہ ۵۹)

حضرت غضیف بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھولا نہیں ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے ہیں۔ (مسند احمد الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۱۷۳، طبرانی مجمع صفحہ)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ (ہتھیلی) کو دائیں ہاتھ (ہتھیلی) سے پکڑ لیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۵)

اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پکڑ رکھتے تھے۔ (دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۲۸۳)

حضرت عاصم بن کلیب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۰۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ نماز میں بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے تھے جب آپ نے دیکھا تو ان کے بائیں پر دائیں ہاتھ کو رکھ دیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: خیال رہے کہ تمام نمازوں میں اکثر علماء کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے تقریباً ۱۸ اصحابہ اور ۲ تابعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح ہاتھ رکھنے کو نقل کرتے ہیں۔

(نیل الاوطار صفحہ ۸۶، الفتح الربانی صفحہ)

ابن عبدالبر مالکی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس کے خلاف (ارسال) تو ثابت ہی نہیں۔

ہاتھ رکھنے کا مشروع طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑے۔ وضع اور اخذ دونوں روایتوں کا یہ جامع طریقہ ہے۔ (کذافی السعایہ جلد۲ صفحہ ۱۵۷)

دونوں ہاتھوں کو کہاں رکھے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۱۷۱، نیل الاوطار صفحہ ۱۸۸، دار قطنی صفحہ ۲۸۶، ابوداؤد صفحہ ۲۷۵)

جریر الضبی نے کہا کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑے ہوئے ناف کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ (السعایہ صفحہ ۱۵۶)

فَائِدَة: اس سے معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھوں کو باندھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ دوسری بعض روایتوں میں سینے پر رکھنا بھی منقول ہے۔

ابن ہمام کہتے ہیں سینہ اور ناف کے نیچے دونوں ثابت ہے۔ (سعایہ صفحہ ۱۵۶)

حضرات احناف نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت کو اختیار کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ناف کے نیچے ہتھیلی پر ہتھیلی رکھنا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۷۵)

حضرت وکیع نے بواسطہ ربیع حضرت ابراہیم نخعی کا یہ معمول نقل کیا ہے کہ وہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔ (آثار السنن صفحہ ۷۱، اعلاء السنن صفحہ ۱۲۶، ابن ابی شیبہ)

بلوغ الامانی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق راہویہ اور ابواسحاق مروزی شافعی اسی کے قائل ہیں۔ (الفتح الربانی جلد۳ صفحہ ۱۷۴)

امام ترمذی نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔

آپ تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھتے؟

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز شروع فرماتے تو "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ" پڑھتے۔ (نسائی صفحہ ۱۴۳)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہم لوگوں کو سکھلاتے تھے کہ جب ہم نماز شروع کریں تو یہ پڑھیں "سبحانك اللهم" آخر تک۔ (دار قطنی صفحہ، ترمذی صفحہ ۵۷، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۱۰۶)

فَائِدَة: تکبیر کے بعد ثناء پڑھنا تمام نمازوں میں سنت ہے فرائض کی امامت میں صرف اسی ثناء کو پڑھ کر اعوذ باللہ بسم اللہ کے بعد قرأت شروع کرنا ہے البتہ نوافل میں اور رات کی نمازوں میں طویل دعائیں اور اذکار بھی پڑھ

سکتے ہیں جیسا کہ آپ سے ثابت ہیں۔

نوافل میں تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھتے؟

حضرت محمد ابن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نوافل پڑھتے تو اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ پڑھتے:

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ." (نسائی صفحہ ۱۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عبدالرحمٰن بن عوف نے پوچھا کہ رات کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح شروع فرماتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو نماز کی ابتداء تکبیر تحریمہ کے بعد اس سے شروع فرماتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱۱)

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ اَنْتَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ."

تَرجَمَہ: "اے جبرائیل ا میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمان و زمین کو پیدا کرنے والے غیب و حاضر کے جاننے والے، آپ ہی بندوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں ہمیں حق کی ہدایت دیجئے ان باتوں میں جس میں یہ اختلافات کرتے ہیں آپ کی اجازت سے آپ جسے چاہتے ہیں سیدھے راستے کی ہدایت دیتے ہیں۔"

فَائِدَہ: نوافل اور رات کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف جامع دعاؤں سے شروع فرماتے تفصیل کے لئے "الدعاء المسنون" عاجز کا تالیف کردہ دیکھئے۔

ثناء کے بعد قرأت سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھتے

ابن منذر سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ قرأت سے پہلے "اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرحیم" پڑھتے۔

اسود نے کہا: ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ نماز شروع کرتے تو "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ" پڑھتے پھر "اعوذ باللّٰہ" پڑھتے۔ (سنن کبریٰ

صفحہ ۳۶، نیل صفحہ ۱۹۷، دار قطنی صفحہ ۱۲۶، السعایہ تلخیص الجبیر صفحہ ۲۲۵)

جبیر بن مطعم کی روایت میں ہے کہ آپ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھتے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کے بعد یہ پڑھتے "سبحانك اللهم" آخر تک پھر "لا اله الا الله" ۳ مرتبہ پڑھتے پھر اللہ اکبر ۳ مرتبہ پڑھتے پھر "اعوذ بالله السميع العليم من الشيطن الرجيم من همزه ونفخه و نفثه" پڑھتے پھر قرأت شروع فرماتے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب سورہ الفاتحہ پڑھتے تو پہلے بسم اللہ الخ پڑھتے۔ (تلخیص صفحہ ۲۲۷، ابوداؤد صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: تمام نمازوں میں خواہ فرض ہو یا نفل پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے صرف پہلی رکعت میں پڑھا جائے گا۔ حافظ ابن حجر تلخیص میں فرماتے ہیں آپ ﷺ سے پہلی ہی رکعت میں شہرت کے ساتھ اعوذ باللہ منقول ہے اور باقی رکعتوں میں آپ ﷺ سے منقول نہیں۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۲۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نماز کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ (دار قطنی صفحہ ۳۰۴)

حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے۔ (دار قطنی صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب الحمد پڑھو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ (دار قطنی ۳۱۲، سنن کبریٰ صفحہ ۴۵)

لہٰذا الحمد سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔

اعوذ باللہ اور بسم اللہ آہستہ پڑھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز کو تکبیر اور الحمد سے (جہراً) شروع فرماتے ہیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بسم اللہ الخ آہستہ پڑھتے تھے اسی طرح ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (مجمع صفحہ ۱۰۸، ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۹)

حضرت وائل کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ نہ بسم اللہ الخ نہ اعوذ باللہ نہ آمین زور سے پڑھتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۱۰۸)

فَائِدَہ: تمام نمازوں میں خواہ فرض ہو یا نفل، سنت، تنہا ہو یا امام ہو اعوذ باللہ بسم اللہ اور ثناء کو آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ آپ سے جو جہراً بعض روایات میں ہے وہ تعلیماً تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔

ہر رکعت میں الحمد للہ (سورہ فاتحہ) پڑھتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ (نماز میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور الحمد للہ رب العلمین آخر تک پڑھتے پھر ہر آیت کو الگ الگ پڑھ کر دکھایا۔ (دارقطنی صفحہ۳۰۷، ابوداؤد صفحہ۲۴۷)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (تلخیص صفحہ۲۴۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ آپ یا تو امام ہوتے تھے یا منفرد اس لئے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ۲۷۴)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جب امام ہو یا تنہا نماز پڑھتا ہو تو اسے سورہ فاتحہ پڑھنا ہے۔ فرض ہے تو شروع کی دو رکعت میں پڑھنا واجب ہے اور باقی میں مستحب۔ سنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا لازم ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۲ صفحہ۲۱)

سورہ فاتحہ کے بعد سورہ ملاتے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورہ ملا کر پڑھتے تھے اور آخر کی دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھتے تھے۔ اسی طرح عصر میں کرتے تھے۔ (بخاری صفحہ۱۰۷، مسلم صفحہ۱۷۵)

حضرت اغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے سورہ روم پڑھی۔ (مجمع صفحہ۱۱۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مفصل کی کوئی سورہ چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ہر ایک کو میں نے ہر نماز میں پڑھتے ہوئے آپ ﷺ سے سنا۔ (مجمع الزوائد صفحہ۱۱۴)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کم از کم دو آیتوں کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۱۱۵، کنز العمال صفحہ۴۴۳، طبرانی)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو فرض اور اس کے علاوہ (سنتوں و نوافل) میں سورہ فاتحہ اور سورہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۳۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس میں فاتحہ اور کوئی دو آیت نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں ہوتی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۴۴)

فائدہ: ان روایتوں کے پیش نظر فقہاء کرام نے بیان کیا کہ فرائض کے دو شروع کی رکعتوں میں اور نفل و سنت کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کم از کم ۳ آیتوں کا یا چھوٹی سورت کا ملانا ضروری ہے اس کے بغیر نماز نا تمام رہتی ہے کہ آپ نے اس کا حکم بھی دیا ابونفرہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم فاتحہ کے ساتھ جو آسان ہو قرآن وہ بھی پڑھیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۳۳)

فرض کی تیسری اور چوتھی میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیں ظہر و عصر کی نماز پڑھتے تو شروع کی دو رکعت میں آپ سورہ فاتحہ اور سورہ ملاتے۔ اور آخر کی دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۵، ابوداؤد، زاد المعاد صفحہ ۲۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع کی دو رکعت میں (فاتحہ اور سورہ) پڑھتے اور آخر کی دو رکعت میں (سورہ) نہیں پڑھتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۷، اعلاء السنن صفحہ ۱۰۸)

امام محمد فرماتے ہیں کہ فرض نماز کی دو پہلی رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ پڑھی جائیں گی اور آخر کی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھی جائے گی اگر کچھ نہ پڑھے یا تسبیح پڑھ لی جائے تب بھی ٹھیک ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۱۰)

عبیداللہ بن ابی رافع نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرض کی شروع دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ دونوں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ (اعلاء صفحہ ۱۰۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ پڑھتے تھے اور آخر کی دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۰۹)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ظہر، عصر، عشاء کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھا کرتے تھے اور مغرب کی آخری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۱۰)

حضرت علی اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرض کی آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھی جائے گی۔ (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

فائدہ: خیال رہے کہ نفل سنت کی تمام نمازوں میں ہر رکعت میں یعنی تیسری اور چوتھی میں بھی سورہ فاتحہ اور کوئی

سورت پڑھی جائے گی اور یہ پڑھنا واجب ہے اور فرض کی تمام نمازوں میں پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ضرور پڑھی جائے گی۔ اور تیسری اور چوتھی میں اختیار ہے خواہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے یا ذکر تسبیح کرے یا خاموش رہے۔

نماز کی حالت میں نگاہ کہاں رہے؟

حضرت ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ (ابتدا میں) آسمان کی جانب نگاہ رکھتے تھے (وحی کے انتظار میں واشتیاق میں) تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

"الذین هم فی صلوتهم خاشعون" تو آپ نے سر جھکا لیا (یعنی سجدہ گاہ کی طرف نظر رکھنا شروع کر دیا)۔ سعید بن منصور کے سنن میں ہے کہ حضرات صحابہ نماز میں (قیام کی حالت میں) مستحب سمجھتے تھے کہ ان کی نگاہ سجدہ گاہ سے آگے نہ جائے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۸۹)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر اور بائیں کو بائیں گھٹنے پر رکھتے شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے اور آپ کی نگاہ انگلی سے باہر نہ جاتی (یعنی انگلیوں اور گھٹنوں کی حد سے آگے نہ جاتی)۔ (نیل صفحہ ۱۸۹، نسائی، ابوداود)

فائدہ: حضرت امام شافعی اور علماء کوفہ نے بیان کیا کہ نماز پڑھنے والے کی نگاہ نماز کی حالت میں مستحب ہے کہ سجدہ گاہ کی جانب رہے، اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں گھٹنوں اور انگلیوں سے آگے نہ بڑھے۔

ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عہد نبوت میں نماز پڑھنے والا جب کوئی نماز پڑھتا تو ان کی نگاہ دونوں قدم سے آگے نہ بڑھتی۔ (مختصراً، ترغیب صفحہ ۳۷۳)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نماز میں آنکھوں کو بند نہ رکھتے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۹۳)

آپ کی نگاہ نماز کی حالت میں کہاں رہتی؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی نگاہ مبارک مقام سجدہ سے کہیں الگ نہ ہوتی۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۳۰۸)

فائدہ: حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرت امام مالک تو فرماتے ہیں کہ نمازی کی نگاہ قبلہ کی طرف رہے۔ شوافع اور علماء کوفہ اس بات کے قائل ہیں کہ نمازی کی نگاہ مقام سجدہ کی جانب رہے۔ حافظ نے اسی کو قول راجح قرار دیتے ہوئے کہا کہ نگاہ کا مقام سجدہ کی جانب رکھنا مستحب اس وجہ سے ہے کہ یہ اقرب الی الخشوع ہے۔ خیال رہے کہ امام ومنفرد کے لئے موضع سجدہ ہی مستحب ہے۔ بخلاف مقتدی فی الجماعۃ کہ اسے بھی مقام

سجدہ ہی کی جانب نگاہ رکھنا مستحب ہے مگر امام کے اٹھنے اور بیٹھنے کی جانب نگاہ رکھے۔ (فتح الباری صفحہ۲۳۴)

علامہ عینی نے بعض حضرات کے قول کو نقل کیا ہے کہ اگر کعبہ مبارک سامنے بالکل نگاہ کے ہو تو کعبہ کو دیکھو۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۳۰۶)

نگاہ مصلّی کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ قیام کی حالت میں موضع سجدہ کی جانب نگاہ رہے اور رکوع کی حالت میں دونوں قدم کی طرف اور سجدہ کی حالت میں ناک کی طرف اور تشہد کی حالت میں گود کی طرف نگاہ رکھے۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۳۰۶)

نماز میں نگاہ اِدھر اُدھر کرنا ہلاکت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے خبردار، نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے بچو، نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا ہلاکت ہے۔ (ترمذی، عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۳۱۹، ترغیب جلد۱ صفحہ۳۷۱)

اِدھر اُدھر دیکھنے اور نگاہ کرنے سے خدا بھی رخ پھیر لیتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ پاک اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جب وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدم کی اولاد! کس کی جانب متوجہ ہوتے ہو کون مجھ سے بہتر ہے جب بندہ دوبارہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو پھر یہی فرماتے ہیں جب تیسری بار یہی کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ بالکل رخ پھیر لیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری، ترغیب)

اِدھر اُدھر نگاہ کرنے پر ملائکہ کی تنبیہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز پڑھنے والے کے سر کے اوپر سے خیر کی بوچھاڑ اس کے سر کی مانگ تک آتی رہتی ہے۔ اور ایک فرشتہ اعلان کرتا رہتا ہے اگر بندہ جان لیتا کہ وہ کس سے ہم کلام ہے تو ہرگز اِدھر اُدھر نہ متوجہ ہوتا۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۳۱۱)

اِدھر اُدھر نگاہ کرنے والوں سے اللہ کا خطاب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ نماز کی جانب کھڑا ہوتا ہے تو وہ خدائے رحمٰن کے سامنے کھڑا ہوتا ہے پس جب وہ اِدھر اُدھر متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کہتے ہیں کس کی طرف متوجہ ہوتے ہو کون ہے جو مجھ سے بہتر ہے میری جانب متوجہ رہو، اے آدم کی اولاد میں اس سے بہتر ہوں جس کی جانب تم توجہ کر رہے ہو۔ (ترغیب صفحہ۳۷۰)

اِدھر اُدھر نگاہ کرنے والے کی نماز ہی خدا واپس کر دیتے ہیں

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اِدھر اُدھر دیکھتا

ہے تو اللہ پاک اس کی نماز واپس کر دیتے ہیں۔ (طبرانی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۷۲)

فرض میں تو گنجائش ہی نہیں البتہ نفل میں کچھ توسیع

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر نگاہ پھیرنے کی ضرورت ہو جائے تو نفل میں پھیرو فرض میں نہیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۳۱۱، ترغیب جلد ۱ صفحہ)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ نماز میں ادھر اُدھر نگاہ سے دیکھنا مکروہ ہے۔ گو بعض شوافع اسے حرام کہتے ہیں اگر قبلہ سے چہرہ پھر جائے تو یہ ناجائز ہے۔ اگر قبلہ سے پورا بدن پھر جائے تو عمل کثیر ہو جانے کی صورت میں حرام ہے۔ اگر آنکھ کے کنارے سے دیکھا تو کراہت نہیں آئے گی۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۳۱۱)

نماز میں آپ آنکھیں بند نہ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک خوبصورت تصویر دار کپڑا تھا جسے گھر کے جانب پردہ کے طور پر ڈال دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس پردہ کو ہٹاؤ اس کی تصویریں ہماری نماز میں خلل پیدا کرتی ہیں۔ (بخاری صفحہ ۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک خوشنما منقش چادر اوڑھ کر نماز پڑھی آپ کی نگاہ اس کی خوشنمائی اور نقش و نگار پر پڑی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا لے جاؤ یہ چادر اور ابوجہم کو واپس کر دو (انہوں نے آپ کو ہدیہ دیا تھا) لاؤ میری موٹی سادی چادر اس چادر نے میری نماز میں خلل پیدا کر دیا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۴)

فَائِدَہ: اس روایت میں نماز کی حالت میں چادر پر نگاہ پڑنے اور دیکھنے کا ذکر ہے جس کی وجہ سے خلل پیدا ہوا، اگر آنکھ بند کر کے پڑھتے تو پتہ ہی نہ چلتا چنانچہ ابن قیم نے زادالمعاد میں اس روایت سے ثابت کیا ہے کہ آپ آنکھ بند کر کے نماز نہ پڑھتے تھے۔ (صفحہ ۲۹۳)

پس معلوم ہوا کہ نماز میں آنکھیں کھلی رکھنا سنت ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آنکھوں کا بند رکھنا یہود کا طریق ہے۔ گو بعض نے خشوع کے پیش نظر اجازت بھی دی ہے۔ (زادالمعاد صفحہ ۲۹۴)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں متعدد فوائد بیان کئے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مسجد کے قبلہ کی جانب اور اس کی دیواروں کو نقش و نگار اور ہر ایسی چیز سے دور رکھا جائے گا جس سے نمازی کا ذہن خلل میں پڑے۔ چنانچہ آج کل مسجد کے قبلہ جانب اعلانات اور اشتہارات جو خوش نما اور مزین ہوتے ہیں لگائے اور آویزاں کئے جاتے ہیں یہ ممنوع ہیں اور درست نہیں اس دور میں مدارس کے اشتہار جو دیدہ زیب ہوتے ہیں اولاً تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدرسہ کی رقم سے ایسا خوشنما اشتہار طبع کرنا درست ہے؟ پھر ان کو مساجد میں آویزاں کرنا

خلل نماز کی وجہ سے درست نہیں۔

ظہر کی نماز میں قرأت کی مقدار کیا ہوتی؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ظہر کے شروع کی دو رکعتوں میں ۳۰ آیتوں کی مقدار قرأت فرماتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۴، ابوداؤد صفحہ ۱۱۷، دارمی صفحہ ۲۹۵)

حضرت ابوسعید خدری کی ایک روایت میں ہے کہ سورہ الم سجدہ کے مثل قرأت فرماتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ظہر میں "**سبح اسم ربك الاعلی**" پڑھتے۔ (طحاوی صفحہ ۳۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ظہر و عصر میں سورہ طارق اور سورہ بروج پڑھتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۱)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ تمام علماء نے ظہر میں اور صبح میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون قرار دیا ہے۔ (نیل صفحہ ۲۳۲)

عصر میں کیا مقدار ہوتی؟

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ عصر کی دو پہلی رکعتوں میں ۱۵ آیتوں کی مقدار قرأت فرماتے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۲)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ظہر و عصر میں سورہ طارق، سورہ بروج اور اس کے مثل پڑھتے۔ (طحاوی صفحہ ۱۲۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ظہر و عصر میں والشمس اور واللیل اور اس کے مثل پڑھتے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۵۷)

علامہ نووی نے ذکر کیا کہ تمام علماء کے یہاں سنت یہ ہے کہ عصر و عشاء میں اوساط مفصل پڑھتے۔ (نیل صفحہ ۲۳۲)

مغرب میں قرأت کی مقدار کیا ہوتی؟

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مغرب میں سورہ طور پڑھ رہے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عشاء کی نماز تھی۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۲۶۳، بخاری صفحہ ۱۰۵، طحاوی صفحہ ۲۴، دارمی صفحہ ۲۹۶)

ام الفضل نے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو مغرب میں سورہ مرسلات پڑھتے ہوئے سنا تو کہا تم نے مجھے یاد دلا دیا میں نے مغرب میں آخری موقع پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو مرسلات پڑھتے ہوئے سنا۔

(بخاری صفحہ ۱۰۵، طحاوی صفحہ ۱۲۴)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مغرب میں سورہ کافرون اور سورہ احد پڑھ رہے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۰)

جابر بن سمرہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شب جمعہ کی مغرب میں کافرون اور احد پڑھتے۔

(عمدۃ صفحہ ۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مغرب میں قصار مفصل پڑھتے تھے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے مغرب کی نماز پڑھائی تو قل ہو اللہ احد پڑھی۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۲۵، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۹۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری کو حضرت عمر بن خطاب نے یہ لکھ کر بھیجا کہ وہ مغرب میں قصار مفصل کی سورتوں کو پڑھا کریں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۵، طحاوی صفحہ ۱۲۶)

حافظ ابن حجر نے ابن دقیق العید کا قول ذکر کیا ہے کہ اسی پر استمرار تعامل چلا آ رہا ہے کہ صبح میں طوال مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھتے ہیں۔ (فتح الباری صفحہ ۲۲۸، الفتح الربانی صفحہ ۲۲۹)

ابن مبارک، امام احمد، امام اسحاق، امام مالک اور ایک قول میں امام شافعی کے نزدیک طوال مفصل پڑھنا مکروہ ہے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۲۲۸)

احناف کے یہاں بھی مستحب یہی ہے کہ قصار سے پڑھے۔

عشاء میں قرأت کی مقدار کیا ہوتی؟

حضرت براء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے میں نے سنا سورہ "والتین والزیتون" عشاء میں پڑھ رہے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۶، سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۳، ابن خزیمہ صفحہ ۲۶۳)

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لوگوں کو عشاء سورہ طور پڑھ کر پڑھا رہے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن بریدہ اسلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عشاء کی نماز میں "والشمس وضحٰھا" کے مثل پڑھتے تھے۔ (مسند احمد صفحہ ۳۳۰)

حضرت براء کی ایک روایت میں آپ ﷺ نے سفر کے موقع پر "والتین" پڑھا تھا۔
(الفتح الربانی صفحہ ۳۳۰)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ تمام علماء کے یہاں سنت یہ ہے کہ عشاء میں اوساط مفصل سے پڑھے۔
(نیل الاوطار صفحہ ۲۳۵)

علامہ شوکانی نے ذکر کیا ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ عشاء میں سورہ الشمس اور ضحیٰ کے مثل پڑھتے تھے۔ (نیل اولاطار صفحہ ۲۳۶)

فجر کی نماز میں کون سی سورت پڑھتے اور اس کی مقدار کیا ہوتی؟

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ صبح میں سورہ قاف پڑھ رہے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فجر میں سورہ واقعہ اور اسی کے مثل پڑھتے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۵۶، مسند احمد صفحہ ۳۳۳)

حارثہ بن النعمان کی صاحبزادی ام ہشام کہتی ہیں کہ میں نے سورہ "ق والقرآن مجید" فجر کی نماز میں آپ ﷺ ہی سے سن کر یاد کیا ہے۔ (مسند احمد، الفتح جلد ۱ صفحہ ۳۳۲)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز میں سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۹)

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے تھے۔ (مسند احمد، الفتح جلد ۳ صفحہ ۳۳۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سفر میں فجر کی نماز میں سورہ کافرون اور قل ھو اللہ احد کے ساتھ نماز پڑھائی۔ (مجمع جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

فائدہ: تمام نمازوں کے مقابلہ میں آپ ﷺ فجر میں طول فرماتے، سورہ قاف، سورہ یٰسین پھر اس سے کم سورہ واقعہ جیسی سورتیں پڑھتے عموماً ۶۰ سے سو آیتوں تک پڑھنے کی مقدار ہوتی۔ البتہ اگر سفر میں ہوتے یا بچوں کے رونے وغیرہ کی آواز آتی تو مختصر پر بھی اکتفا فرماتے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۳۲)

حضرات صحابہ کرام سے بھی طویل اور قصیر دونوں قسم کی سورتوں کا پڑھنا منقول ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ یوسف اور سورہ کہف پڑھیں تو ایک موقع پر حضرت ابن عوف نے سورہ "اذا جاء نصر اللہ" اور سورہ کوثر پڑھیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف احوال اور زمان کے اعتبار سے ہے۔
(عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۳۲)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ تمام نمازوں کے مقابلہ میں صبح کی نماز خوب لمبی پڑھتے اور پہلی رکعت زیادہ لمبی کرتے دوسری رکعت کے مقابلہ میں چونکہ یہ وقت لیل ونہار کے ملائکہ کی حاضری کا وقت ہوتا۔ (صفحہ ۲۱۶)

سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہتے

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے جب "غیر **المغضوب علیھم والضالین**" پڑھا تو آمین زور سے آواز میں کہا۔

(دار قطنی، صفحہ ۳۳۴، الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۲۰۵، ابن ماجہ صفحہ ۲۱)

حاکم اور دار قطنی نے ذکر کیا ہے کہ جب آپ ﷺ سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو آمین کہتے۔

(تلخیص صفحہ ۲۵۴)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ آپ ﷺ آمین کہتے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۸)

آمین کہنے کا حکم فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امام "**غیر المغضوب علیھم ولا الضالین**" کہے تو تم آمین کہو۔ (ترمذی صفحہ ۵۸، مسلم صفحہ ۱۷۶)

حضرت سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب امام "**غیر المغضوب علیھم ولا الضالین**" کہے تو تم آمین کہو۔ (طبرانی، السعایہ صفحہ ۱۷۳)

آمین کہنے کی فضیلت اور ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب امام "**غیر المغضوب علیھم ولاالضالین**" کہے تو تم آمین کہو، ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں، جس کا آمین ملائکہ کے آمین سے موافقت کر جائے گا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(بخاری صفحہ ۱۰۸، مسلم صفحہ ۱۷۶، ابوداؤد، نسائی، سنن کبریٰ، داری صفحہ ۲۸۴، مجمع صفحہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز میں آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب امام "**ولا الضالین**" کہے تو تم آمین کہو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ (طبرانی، السعایہ صفحہ ۱۷۳)

سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ امام مقتدی ہر ایک کے لئے جمہور علما قائل

ہیں۔ (السعایہ صفحہ۱۷۲)

حافظ نے بیان کیا کہ نماز کے علاوہ میں بھی فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا مستحب ہے۔ (تلخیص صفحہ۱۱)

آمین آہستہ سے کہنا

حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب "**غیر المغضوب علیھم ولا الضالین**" پڑھا تو آمین کہا اور آہستہ کہا۔ (دار قطنی صفحہ۳۴، حکم، مسند ابویعلی، مسند طیالسی، طبرانی، السعایہ صفحہ۱۴۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں میں امام اخفا کرے گا۔ تعوذ، بسم اللہ، آمین، اور "ربنا لك الحمد" میں۔ (السعایہ صفحہ۱۷۴)

آمین میں اخفا کرنا جہر سے بہتر ہے

آمین سے متعلق دونوں قسم کی روایت ہے جہراً اور اخفاءً، مگر اخفا یعنی آہستہ سے کہنا بہتر ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ دعا ہے۔ اور دعا میں اخفا اصل ہے آمین قرآن نہیں جیسے کہ تعوذ، لہٰذا جس طرح تعوذ میں اخفا ہے اسی طرح آمین میں بھی اخفا ہونا چاہئے۔ (السعایہ صفحہ۱۷۴)

علامہ زیلعی اور عینی نے بیان کیا کہ جہراً آپ نے تعلیم اور جانکاری کے لئے کیا تھا۔

ظہر وعصر میں قرأت آہستہ فرماتے

ابو معمر نے حضرت خباب سے پوچھا کیا آپ ﷺ ظہر وعصر میں قرأت فرماتے تھے کہاں ہاں تو پوچھا کہ کیسے پہچانتے تھے (چونکہ آواز نہیں آتی تھی) فرمایا: داڑھی کی حرکت سے۔

(بخاری صفحہ۱۰۵، ابن خزیمہ صفحہ۲۵۵، ابوداؤد صفحہ۱۱۶، طحاوی صفحہ۱۲۳، ابن ابی شیبہ صفحہ۲۶۲)

خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ظہر میں طویل قرأت فرماتے اور اپنے ہونٹوں کو ہلاتے اسی سے ہم لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ یہ قرأت کی وجہ سے ہے اور ہم بھی اسی طرح (آہستہ) پڑھتے تھے۔ (مجمع صفحہ۱۱۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی قرأت کا پتہ داڑھی کے ہلنے سے ہوا کرتا تھا۔ (مجمع صفحہ۱۱۶)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ظہر وعصر میں قرأت آہستہ آہستہ فرماتے تھے، اس کے برخلاف مغرب، عشاء وفجر میں زور سے فرماتے، اسی وجہ سے فقہاء نے سراً قرأت کو واجب کہا ہے اسی وجہ سے اس کے خلاف پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ظہر میں قرأت عصر مغرب وعشاء سے کچھ طویل ہوتی

تھی، چنانچہ حسن بصری نے کہا جہاں جہر نہیں وہاں جہر کرنے سے سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۶۳)

بلا ہونٹوں کے ہلے من من میں پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی

خارجہ بن زید کی روایت میں ہے کہ ظہر و عصر کی قرأت میں (آہستہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ) آپ کے دونوں ہونٹ ہلتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۶)

حضرت ابوالاحواص نے حضرات صحابہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی قرأت ظہر و عصر میں داڑھی کی حرکت سے معلوم ہوتی تھی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۶۲)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ قرأت کے آہستہ کی حد یہ ہے کہ منہ سے آواز نکلے اور خود سنے دوسرے کو آواز نہ آئے اس کی علامت یہ ہے کہ ہونٹ حرکت کرے چنانچہ آپ کے آہستہ پڑھنے کا علم ہونٹوں کی حرکت سے ہوا من من میں پڑھنا، دل ہی دل میں اس طرح پڑھنا کہ اس سے نماز نہیں ہوتی، چنانچہ محدث بیہقی نے حدیث خباب سے استنباط کرتے ہوئے کہا کہ قرأت میں ہونٹوں کا ہلنا ضروری ہے۔ (صفحہ ۵۴)

صاحب ہدایہ نے آہستہ کی حد ذکر کرتے ہوئے کہا: سر کی حد یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنائے یعنی اسے صاف حروف کی ادائیگی محسوس ہو علامہ عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے منہ کے پاس کوئی کان لے جائے تو اسے سنائی دے۔ ذخیرہ کے حوالے سے ہے کہ زبان کا متحرک ہونا اور حروف کا صاف اور صحیح طور پر ادا ہونا ضروری ہے۔ (البنایہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۴)

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ ہندوانی کا قول ہے کہ اس طرح حروف نکالے کہ خود سن لے اور اسے آواز محسوس ہو، یہی صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ان کے ہونٹ اور زبان بھی حرکت نہیں کرتے ان کی قرأت ہی نہیں ہوتی لہٰذا ان کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ زبان اور ہونٹوں کے بلا ہلے سری قرأت ادا نہیں ہوتی۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

امام کے پیچھے قرأت نہیں کی جائے گی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو امام کے پیچھے ہو سو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ یعنی اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔ (دار قطنی صفحہ ۳۲۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز ناقص ہے ہاں مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ (دار قطنی صفحہ ۳۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: امام اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ تم

اس کی اقتداء کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، اور جب قرأت کرے تو خاموشی سے سنو۔
(دار قطنی صفحہ ۳۲۹، مسند احمد الفتح جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)

حضرت شعبی کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔ (دار قطنی صفحہ ۳۳۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں۔ آپ نے فرمایا۔ خاموش رہو یہی تمہارے لئے کافی ہے۔ (دار قطنی صفحہ ۳۳۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ ہمیں وعظ فرماتے نماز سکھلاتے، اس کی سنتوں کو بیان فرماتے فرماتے صفوں کو درست کرو۔ تم میں سے کوئی امامت کرے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ قرأت کرے تو تم خاموشی سے سنو۔ (دار قطنی صفحہ ۳۳۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ جس کا کوئی امام ہو سو اس کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۱)

عبادہ بن صامت کی روایت میں ہے کہ نماز بلا سورۃ کے نہیں ہوتی۔ اس کے متعلق سفیان بن عیینہ جو اس کے راویوں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ تنہا نماز پڑھنے والوں کے حق میں ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

تمہید میں ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت علی، سعد، زید بن ثابت امام کے پیچھے خواہ سری ہو یا جہری پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ دس صحابہ، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، عبدالرحمان بن عوف، سعد بن وقاص، ابن سعد، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، نہایت شدت سے پڑھنے کو منع فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

ابن ابی لیلیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کے خلاف کیا۔ (دار قطنی صفحہ ۳۳۱)

عبداللہ بن مقسم نے ابن عمر، زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا تو ان سب نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۳)

علامہ عینی نے ۸۰ بلند پایہ صحابہ کرام کا امام کے پیچھے ترک قرأت پر اتفاق نقل کیا ہے جو گویا ایک قسم کا اجماع ہے: "ومثل هذا يسمى اجماع عندنا فكان اتفاقهم بمنزلة الا جماع" (عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

اسی طرح اہل حدیث کے امام علامہ شوکانی نے بھی لکھا ہے کہ:

"ان المونتم لا بقرا خلف الامام فی الصلوة الجهريةوهم زيد بن علی والهادی والقاسم واحمد بن عيسى وعبيدالله بن الحسن العنبری واسحق بن راهويه واحمد و مالك والحنفية ومن جملة ما استدل به القائلون بوجوب السكوت خلف الامام فی الجهرية بما تقدم من قول جابر من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القران فلم يصل الاوراء الامام" (نیل الاوطار جلد۲ صفحہ ۲۱۶)

رکوع میں جاتے وقت اسی طرح ایک حالت سے منتقل ہونے پر تکبیر کہتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جھکنے، اٹھنے، کھڑے ہونے اور بیٹھنے پر اللہ اکبر کہتے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی کرتے تھے۔

(ترمذی صفحہ ۵۸، سنن کبریٰ صفحہ ۶۷)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ (رکوع وسجدہ کے لئے) جھکتے تو تکبیر کہتے۔

(ترمذی صفحہ ۵۸، بخاری صفحہ ۱۰۹)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز میں اٹھنے بیٹھنے میں اللہ اکبر کہتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۶۷، بخاری ۱۰۸)

حضرت عمران بن حصین کی روایت ہے کہ آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے تکبیر (اللہ اکبر) کہتے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ رکوع میں جاتے ہوئے، سجدہ میں جاتے ہوئے اور اس سے اٹھتے ہوئے، تشہد سے تیسری رکعت کے لئے اٹھتے ہوئے غرض ہر اٹھنے بیٹھنے کے موقع پر آپ ﷺ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتے، یہ تکبیر ہر ایک کے لئے ہر حالت میں سنت ہے امام کے لئے، مقتدی کے لئے اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے۔ اس کا جلدی کی وجہ سے یا تغافل کی وجہ سے چھوڑ دینا مکروہ اور خلافِ سنت ہے۔

رکوع اور سجدہ کو اعتدال واطمینان سے ادا کرنا

حضرت ابوحمید الساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع کرتے تو اعتدال سے کرتے نہ سر کو زیادہ جھکاتے اور نہ اٹھاتے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے۔ (نسائی صفحہ ۵۹، داری صفحہ، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۰۶)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا رکوع اعتدال کے ساتھ کرو اپنے دونوں بازوؤں کو زمین پر اس طرح نہ رکھو جس طرح کتا رکھتا ہے۔ (نسائی صفحہ ۱۵۹)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا رکوع اور سجدہ جب کرو تو اعتدال کے

ساتھ کرو۔ (نسائی صفحہ۱۶۱)

سر کو پیٹھ کے برابر رکھتے نہ اوپر اٹھاتے نہ زیادہ جھکاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو سر کو نہ جھکاتے نہ اوپر کرتے بالکل برابر بین بین رکھتے۔

(ابن ماجہ صفحہ۱۹۴، مسلم صفحہ۱۹۴، بلوغ الامانی شرح مسند احمد جلد۳ صفحہ۲۵۸، السعایہ جلد۲ صفحہ۱۸۰، بنایہ جلد۲ صفحہ۱۸۰)

ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آپ رکوع میں سر کو نہ اٹھا رکھتے نہ سر کو جھکا رکھتے۔

رکوع کرتے ہوئے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے اس طرح جیسے گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہوں۔ (طحاوی صفحہ۱۳۵)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے۔ (ابوداؤد صفحہ۱۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے اور بازوؤں کو جدا رکھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب رکوع کرو تو اپنی ہتھیلی کو اپنے گھٹنوں پر رکھو۔ (کنزالعمال جلد۷ صفحہ۸۴۴)

فَائِدَہ: رکوع کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر اس طرح رکھتے گویا آپ اسے پکڑے ہوئے ہیں۔

چنانچہ فقہاء و محدثین بھی اسی طریق کو سنت قرار دیتے ہیں۔ سعایہ میں ہے "**یضع راحتیها علیهما ویاحذهما بالاصابع**" (صفحہ ۱۷۸)

رکوع میں انگلیوں کو کشادہ رکھتے ملا کر نہ رکھتے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو انگلیوں کو کشادہ رکھتے (گھٹنوں پر رکھتے ہوئے) جب سجدہ فرماتے تو انگلیوں کو ملا لیتے۔ (سبل الهدیٰ، مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ۱۳۵)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنے پر رکھتے اور انگلیوں کو نیچے رکھتے اور انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھتے (ابوداؤد صفحہ۱۲۶، نسائی صفحہ۱۵۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رکوع کرو تو اپنی انگلیوں کو

کشادہ رکھو۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۵۴)

رکوع کی حالت میں انگلیاں گھٹنوں پر کشادہ رہیں گی دائیں بائیں پھیلی نہ رہیں گی۔

رکوع میں کہنیوں کو بدن سے جدا رکھتے

حضرت ابو مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع فرماتے تو اپنی کہنیوں کو جدا رکھتے۔ (نسائی صفحہ ۱۵۹، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۱۹)

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اپنی (کہنیوں کو) بغل سے جدا رکھتے۔

(نسائی صفحہ ۱۵۹)

فَائِدَۃ: سنت یہ ہے کہ اپنی کہنیوں کو سینے سے نہ ملائے علیحدہ رکھے۔

عورتوں کے لئے رکوع کا طریقہ کار

عورتوں کے رکوع کا طریق مردوں سے جدا ہے:

1. رکوع میں تھوڑا جھکیں گی مردوں کی طرح پیٹھ اور سرین کو برابر نہیں کریں گی۔
2. انگلیوں کو گھٹنوں پر ملا کر رکھیں گی۔
3. پاؤں کو کچھ جھکائے رکھیں گی مردوں کی طرح سیدھے نہیں رکھیں گی۔
4. بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھیں گی۔
5. جہاں تک ہو سکے سکڑ کر رکوع کریں گی۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۰۱، ہندیہ جلد ۱ صفحہ ۳۶، شامی صفحہ ۴، ۵)

رکوع میں پیٹھ کو بالکل برابر رکھتے

حضرت وابصہ بن سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے رکوع کیا تو پیٹھ کو بالکل برابر رکھا کہ اگر اس پر پانی ڈالا جائے تو ٹھہر جائے (یعنی کسی رخ جلدی نہ کرے)۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۲)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع کرتے تو اس طرح کرتے کہ اگر کسی پیالہ میں پانی رکھ کر پشت مبارک پر رکھ دیا جائے تو پانی نہ گرے۔

(مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۲۳، الفتح ربانی صفحہ ۲۵۷، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۳۶، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۳۳)

حضرت براء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع فرماتے تو پشت مبارک بالکل برابر رکھتے۔ (اسعایہ صفحہ ۱۷۹، بنایہ صفحہ ۱۷۹)

فَائِدَۃ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ رکوع میں پشت مبارک کی کیفیت بالکل برابر اور سیدھی ہوتی تھی۔ دیکھنے

والے راوی نے اس کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ اگر پانی یا پانی سے بھرا برتن رکھ دیا جاتا تو پانی ٹھہر جاتا کسی جانب نہ بہتا۔

جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ سنت یہ ہے کہ پیٹھ بالکل برابر اور معتدل رکھے کسی جانب جھکاؤ یا اٹھان نہ رکھے اب ذرا لوگوں کی نمازوں پر غور کیجئے ان کے رکوع کی حالت کو دیکھئے۔ بیشتر نمازیوں کی پیٹھ کو کچھ اوپر اٹھا پائیں گے۔ کچھ کو جھکاتے پائیں گے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اس کا اہتمام نہیں کرتے نہ معلوم کرتے ہیں نہ سیکھتے ہیں نہ کسی واقف اور عامل سنت کو اپنی نماز سنت کے مطابق کرنے کے لئے دکھلاتے ہیں کوئی معمولی کام بلا سیکھے نہیں آتا تو نماز جیسی اہم دولت بلا سیکھے صرف دوسروں کو دیکھنے سے آجائے گی؟

سنت کے مطابق نماز پڑھنے کے لئے اہل علم جو متبع سنت ہوں ان کو دکھلا کر اپنی نماز سنت کے مطابق کیجئے۔

رکوع میں پہلوؤں کو الگ رکھتے ملاتے نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو اپنے پہلوؤں کو الگ رکھتے۔ (مجمع، ابن ماجہ صفحہ ۸۴)

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو پہلوؤں سے الگ رکھتے۔ (ترمذی صفحہ ۶۰، السعایہ صفحہ ۱۸۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب رکوع کرو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنے پر رکھو انگلیوں کو کشادہ رکھو اپنے ہاتھوں کو پہلوؤں سے الگ رکھو۔ (طبرانی صغیر، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۷)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ رکوع کی حالت میں ہر عضو ایک دوسرے سے الگ رکھتے چنانچہ ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھتے اسی وجہ سے سنت یہ ہے کہ مرد اپنی نماز میں ہاتھ اور کلائیوں کو پہلوؤں سے علیحدہ رکھے۔ سنن ترمذی میں حدیث ابوحمید کے تحت ہے۔ "**وهو الذى احتاره اهل العلم ان يجا فى الرجل يديه عن جنبيه فى الركوع والسجود**" اسی طرح سنن نماز کو شمار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "**ومنها تنحية اليدين عن جنبيه**" (السعایہ صفحہ ۱۸۰)

رکوع سے اٹھتے ہوئے پیٹھ کو اوپر کرتے ہوئے "سمع اللّٰہ" کہتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان کیا آپ جب رکوع کے لئے پیٹھ اٹھاتے تو "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہتے اور جب سیدھے کھڑے ہو جاتے تو "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ"

کہتے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۹، ابوداود، نسائی، عمدۃ القاری صفحہ ۶۲، صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۳۰۹)

فَائِدَہ: علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے کا ذکر "سمع اللّٰہ" ہے۔ اور جب ٹھیک سے کھڑا ہو جائے تو "ربنا لک الحمد" چنانچہ اٹھتے ہوئے "سمع اللّٰہ" کہنا سنت ہے۔ ایک قول میں یہاں تک ہے اگر اٹھتے ہوئے نہ کہہ سکا تو کھڑے ہو کر نہ کہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۸۵)

قومہ میں آپ ﷺ کیا پڑھتے

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو "سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد" کہتے۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۶)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جب رکوع سے سر اٹھایا تو رفع یدین کیا اور "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ" کہا۔ (نسائی صفحہ ۱۶۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے آپ "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہتے۔ (عمدۃ صفحہ ۷۹)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تنہا نماز پڑھنے والا "تسمیع" اور "تحمید" دونوں کہے گا۔ البتہ امام امامت کی حالت میں دونوں کہے گا یا صرف "تسمیع" اس میں فقہا کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف و امام محمد فرماتے ہیں کہ امام بھی "ربنا ولک الحمد" آہستہ سے کہے گا۔ امام ثوری، امام اوزاعی اور امام احمد بھی ایک روایت میں اسی کے قائل ہیں۔ امام فضلی امام طحاوی اور متاخرین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدہ صفحہ ۶۲)

علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ تحمید کے الفاظ "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" ہر ایک منقول ہے اور سب صحیح ہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۰۹)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب امام "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" پڑھے تو تم "اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" پڑھو۔ جس کا قول ملائکہ کے قول کے مثل ہو جاتا ہے اس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۰۹)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ امام جب "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہے تو جو لوگ اس کے پیچھے ہوں "ربنا لک الحمد" کہیں۔ (کنز العمال صفحہ ۱۲۳)

امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اس حدیث کے پیش نظر اس کے قائل ہیں کہ امام "سمع للّٰہ لمن حمدہ" اور مقتدی صرف "ربنا لک الحمد" کہے گا۔ (عمدہ صفحہ ۷۱)

مقتدی "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" نہیں کہے گا۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ مقتدی کے لئے کوئی صحیح روایت

نہیں جس سے جمع کا ثبوت ہو رہا ہو۔ (السعایہ صفحہ ۱۸۷)

رکوع میں پیٹھ کو اعتدال واطمینان سے برابر رکھنے کی تاکید

علی بن شیبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو رکوع میں پیٹھ کو اطمینان و اعتدال سے نہیں رکھ رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی کی نماز ہی نہیں جو رکوع وسجود میں پیٹھ درست نہ رکھے۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۶، کنز العمال صفحہ ۴۴۸)

اس کی نماز کو اللہ دیکھتے بھی نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز کو نہیں دیکھتے جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ٹھیک سے نہیں رکھتا، اسی طرح طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔
(مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۲۰، طبرانی، ترغیب صفحہ ۹۱)

فَائِدَہ: رکوع وسجود کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔ امام یوسف فرماتے ہیں کہ تسبیح کے برابر اطمینان سے رکنا ضروری ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۶۵)

سب سے بڑا نماز کا چور

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز میں چراتا ہے۔ لوگوں نے کہا نماز میں کیسے چرائے گا فرمایا جو رکوع وسجود کو اطمینان سے نہیں کرتا۔ اور جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ٹھیک سے نہیں رکھتا۔ (ترغیب صفحہ ۳۴۵، مجمع صفحہ ۱۲۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے جلدی جلدی نماز پڑھتا ہے۔ رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو اطمینان سے نہیں رکھتا پیٹھ سیدھی بھی نہیں ہوتی کہ دوسرے سجدہ میں چلا جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگ جلد بازی یا تغافل وتکاسل کی وجہ سے کرتے ہیں۔

نماز ہی صحیح نہیں ہوتی

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی نماز ہی درست نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اپنی پیٹھ کو رکوع وسجود میں درست نہ رکھے۔ (ترغیب صفحہ ۳۴۴)

ساٹھ سال سے نماز پڑھتا ہے مگر مقبول بارگاہ نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی (بعض) ساٹھ سال تک نماز پڑھتا ہے مگر اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ کہ رکوع ٹھیک سے کرتا ہے تو سجدہ نہیں۔ سجدہ کرتا ہے تو رکوع ٹھیک سے نہیں کرتا۔ (یعنی اعتدال واطمینان کے ساتھ نہیں کرتا)۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۷)

گویا کہ نماز ہی نہیں پڑھی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ جس نے نماز میں ٹھیک سے رکوع سجدہ وغیرہ ادا نہیں کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نماز ہی نہیں پڑھی جاؤ پھر سے نماز پڑھو۔
(بخاری صفحہ ۱۰۹، مسلم صفحہ ۱۷۰، ترغیب صفحہ ۳۴۰)

ایسے محروم کی مثال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے علی اس شخص کی مثال جو نماز میں پیٹھ کو ٹھیک اور اطمینان سے نہیں رکھتا اس حاملہ عورت کی طرح ہے کہ ولادت کا زمانہ آیا اسقاط ہو گیا، نہ تو حاملہ ہی رہی نہ بچے والی رہی۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ رکوع وسجدہ میں پیٹھ کو اطمینان اور ٹھیک سے رکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر نماز ناقص اور بلا ثواب رہتی ہے۔ بہت سے لوگ جلد بازی اور کسل وسستی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں جو انتہائی بری بات ہے۔ مزید مسائل کتب فقہ میں دیکھئے۔

رکوع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھتے

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں "سبحان ربی العظیم" پڑھتے۔
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں یہ پڑھتے تھے "سبحان ربی العظیم."
(ابوداؤد صفحہ ۱۲۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً فرائض میں یہی ذکر فرماتے، البتہ رات کے نوافل میں خصوصاً دوسرے اذکار بھی پڑھ لیتے اس لئے فرائض اور امامت میں تو یہی ذکر پڑھے جیسا کہ رائج اور تعامل ہے تنہا اور نوافل میں دیگر اذکار کی اجازت ہے۔

بسا اوقات نوافل میں یہ پڑھتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب "اذا جاء نصراللّٰه والفتح" نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو بکثرت یہ پڑھتے

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ"

(مجمع صفحہ ۱۲۷، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۳۸، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۹۴)

ترجمہ: "پاک ہیں آپ اے اللہ آپ ہی کی تعریف، اے اللہ میری مغفرت کیجئے بے شک آپ مہربان، توبہ قبول کرنے والے ہیں۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو یہ پڑھتے:
"اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اَنْتَ رَبِّيْ خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَمُخِّيْ وَعَصَبِيْ وَعَظْمِيْ وَشَعْرِيْ وَبَشَرِيْ وَمَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ قَدَمِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (نسائی صفحہ ۱۶۱، نزول الابرار)

تَرْجَمَۃ: "اے اللہ آپ ہی کے لئے سر جھکا آپ ہی پر ایمان لایا، آپ ہی پر بھروسہ کیا آپ ہی میرے رب ہیں جھک گئے آپ کے لئے میرے کان، میری آنکھ، میرا گوشت، میرا خون، میرا مغز، میرے پٹھے، میری ہڈی، میرے بال، میری کھال اور جس کے ساتھ قائم ہے میرا قدم، اس اللہ کے لئے ہے جو دونوں جہانوں کا رب ہے۔" (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۷۰)

علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ نوافل میں توسیع ہے۔ (مزید الدعاء المسنون میں ملاحظہ کیجئے)۔

تسبیح کتنی مرتبہ پڑھتے

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں ۳ مرتبہ "سبحان ربی العظیم" پڑھتے۔ (دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۴۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ رکوع میں ۳ مرتبہ "سبحان ربی العظیم" کہے۔ (مجمع جلد ۱ صفحہ ۱۲۸، ابوداؤد صفحہ ۱۲۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی رکوع میں "سبحان ربی العظیم" ۳ مرتبہ کہے تو اس کا رکوع مکمل ہوگا اور یہ اس کی ادنی مقدار ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۶، ابوداؤد ج صفحہ ۲۹)

فَائِدَۃ: خیال رہے کہ امامت کی حالت میں تو بہتر ہے کہ ۳ مرتبہ پڑھے اس سے کم پڑھنا خلاف سنت ہے ۵/ مرتبہ پڑھے تو یہ بھی ٹھیک ہے اور تنہا ہو تو ۳/ ۵/ ۷/ جیسا انشراح اور اس کا موقع ہو پڑھے ۷/ مرتبہ یہ مقدار کمال ہے ابن کمال نے کہا کہ ادنیٰ کمال ۳/ مرتبہ اور اکمل ۷/ مرتبہ ہے حضرت ابن مسعود اور حضرت علی ۳/ مرتبہ پڑھتے تھے۔ حضرت عمر ۵/ مرتبہ پڑھتے۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۷۰)

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ آپ دس مرتبہ تسبیح پڑھتے۔ (زاد صفحہ ۲۱۷، حاشیہ ابن داود صفحہ ۱۲۹)

رکوع کے بعد قومہ کے لئے کب اٹھے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا رکوع کرو یہاں تک کہ اطمینان سے ادا ہو جائے تو پھر سر اٹھاؤ (قومہ کے لئے)۔
(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۴)

یحییٰ بن خلاد کے چچا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے نماز سکھاتے ہوئے فرمایا کہ رکوع کرو یہاں تک کہ تمام جوڑ (اعضاء) اپنے مقام رکوع میں صحیح طور پر بیٹھ جائے تو (کھڑے ہوتے ہوئے) "سمع اللہ لمن حمدہ" کہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۵)

خوب اطمینان سے رکوع ادا کرنے کے بعد آپ اٹھتے

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے انگلیوں کو اس کے نیچے رکھتے انگلیوں کو کشادہ رکھتے کہنیوں کو الگ رکھتے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ (رکوع کی حالت میں ہونا چاہئے) بالکل درست بیٹھ جاتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۲، نسائی مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۱۹)

رکوع اطمینان سے ادا کرنے کے بعد قومہ کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: رکوع کرو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھو پھر ذرا رکے رہو یہاں تک کہ اطمینان کے ساتھ تمام جوڑ صحیح بیٹھ جائیں پھر ۳ مرتبہ تسبیح کہو (تب اٹھو)۔
(کنز العمال صفحہ ۴۵۱)

قومہ میں بالکل سیدھے ہو جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تاوقتیکہ خوب اچھی طرح کھڑے نہ ہو جاتے سجدہ میں نہ جاتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۹۳، مسلم صفحہ ۱۹۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے "پھر رکوع سے سر اٹھاؤ، اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو"۔ (بخاری صفحہ ۱۰۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ کی نماز کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نماز پڑھتے پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کھڑے ہوتے (اور خوب اطمینان سے کھڑے ہوتے) تو ہم لوگ یہ سمجھتے کہ آپ ﷺ (سجدہ میں جانا) بھول گئے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۱۰، ابن خزیمہ صفحہ ۳۰۸)

فائدہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ اطمینان اور اعتدال حاصل کرنے کے لئے دیر تک کھڑے ہوتے یہ نہیں کہ جھٹ کھڑے ہوئے جھٹ سجدہ میں گئے۔

(عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۷۶)

بسا اوقات قومہ میں یہ بھی پڑھتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ پڑھتے:

"سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ" (نسائی صفحہ۱۶۴)

ترجمہ: "سن لیا اللہ نے جس نے اس کی تعریف کی اور آسمان بھر، زمین بھر اور اس کے درمیان بھر اور اس کے بعد آپ کی مشیت بھر آپ کی تعریف ہے۔"

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعاء پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاءِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْنِیْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْنِیْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَنَقِّنِیْ مِنْھَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْوَسَخِ" (الفتح الربانی صفحہ۲۷۲)

ترجمہ: "اے اللہ آپ کے لئے تعریف ہے آسمان بھر زمین بھر اور بھر کر وہ شئے جو آپ اس کے بعد چاہیں۔ اے اللہ ہمیں پاک کر دیجئے، برف سے اولے، ٹھنڈے پانی سے۔ اے اللہ ہمیں گناہوں سے پاک کر دیجئے اور اس طرح صاف کر دیجئے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے تو یہ کہتے:

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاءِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ اَھْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَایَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ" (الفتح الربانی صفحہ۲۷۴، السعایہ صفحہ۱۸۰، نسائی صفحہ۱۶۵)

ترجمہ: "اے ہمارے رب آپ کے لئے آسمان بھر زمین بھر اور بھر کر وہ جو اس کے بعد آپ چاہیں آپ تعریف و بزرگی کے لائق ہیں آپ مستحق ہیں جو بندے نے کہا ہم سب آپ کے بندے ہیں جسے آپ روک دیں کوئی نہیں دے سکتا اور مالدار کو مالداری نفع نہیں دے سکتی۔"

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ طویل اذکار نوافل میں پڑھتے تھے کبھی کبھار فرض میں پڑھتے تھے، بیان جواز کے لئے۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ۱۹۰)

سجدہ میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ سجدہ کے لئے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اٹھنے بیٹھنے کی حالت میں اللہ اکبر فرماتے۔

(نسائی صفحہ ۱۶۴، الفتح صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: محدثین نے باب قائم کیا ہے۔ "التکبیر للسجود" اس سے اشارہ اس کی جانب کہ آپ ﷺ سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے چنانچہ سنت یہ ہے کہ اطمینان اور بالکل ٹھیک سے کھڑے ہونے کے بعد سجدہ کی جانب اللہ اکبر کہتا ہوا جائے۔

تکبیر اس طرح کہے کہ پوری ہیئت انتقال کو شامل ہو، یہ نہیں کہ تکبیر شروع یا قیام یا جھکتے ہی ختم ہو جائے۔ اللہ کے لام کو بہت معمولی سا کھینچے اس لئے فقہاء و محدثین نے لکھا ہے تکبیر کہتا ہوا جائے، مراقی میں ہے کہ تکبیر پیشانی رکھنے پر ختم کرے۔ (السعایہ صفحہ ۱۹۳)

علامہ عینی نے البنایہ میں لکھا ہے کہ جیسے سجدہ کی جانب جھکے تکبیر شروع کرے اور اسے دراز کرے یہاں تک کہ پیشانی سجدہ میں ٹک جائے۔

سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہاں شروع کرے کہاں ختم کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اللہ اکبر فرماتے جب سجدہ میں جاتے۔

(بخاری صفحہ ۱۰۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے جھکتے۔

(دار قطنی، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۵۳)

فائدہ: سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کا مسنون طریقہ یہ ہے، کہ تکبیر پوری ہیئت انتقال کو شامل ہو۔ یہ نہیں کہ اللہ اکبر کہا تب گئے، اور نہ یہ کہ جھکنے کے بعد سجدہ سے قبل ختم ہو جائے۔ بلکہ اللہ کے لام کو تھوڑا دراز کرے تاکہ قیام سے لے کر سجدہ تک کو شامل ہو جائے۔ بعض لوگ فقط اللہ کے لام کو کھینچنے سے منع کرتے ہیں جس کی وجہ سے تکبیر سجدہ سے قبل ختم ہو جاتی ہے سو یہ صحیح نہیں۔ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ "**باب یهوی بالتکبیر حین یسجد**" جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ تکبیر کہتا ہوا جھکے۔ علامہ عینی اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**ویبدأ بالتکبیر حین یشرع فی الهوی الی السجود ویمده حتی یصع جبهته علی الارض ثم یشرع فی تسبیح السجود**" اسی طرح تشہد سے اٹھتے ہوئے تکبیر کو اس قدر دراز کرے کہ قیام کی حالت ہو جائے۔ "**وفیه انه یشرع فی التکبیر للقیام من التشهد الاول یمده حتی ینتصب قائماً**."

کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ صرف ان کی رائے ہے بلکہ لکھتے ہیں "**هذا مذهب العلماء کافة**" (عمدۃ القاری صفحہ ۸۰)

حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں لکھا ہے "**فیبتدأ به حین یشرع فی الهوی بعد اعتدال الی**

حبن بتمکن جالسا" (جلد۲صفحہ۲۹۱)

ظاہر ہے کہ قیام سے لے کر سجدہ تک تکبیر کا کھینچنا اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ کے لام کو کچھ نہ کچھ طویل کیا جائے۔ چونکہ بلامد کے تو وسط ہی میں ختم ہو جائے گا۔

اسی طرح فقہاء کرام نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ سجدہ تک تکبیر ادا ہو۔ مراقی الفلاح میں ہے "ثم یکبر کل مصل خارا للسجود ویختم عند وضع جبهة للسحود" (صفحہ۵۳)

اور علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے تفصیل کرتے ہوئے السعایہ میں لکھا ہے، "ساحدا اشارة الى ان وفت النكبير عند الخرور كما صرح به فى المحبط والتحفة والا بضاح وغيرها وذكر الشر نبلالى فى مرافى الفلاح انه نحتمه عند وضع حبهة للسحود" (جلد۲صفحہ۱۹۳)

اسی طرح حاشیہ شرح وقایہ میں ہے، "ليفيد مقارنته التكبير مع السجود ننبيها على ان انتداء التكبير عند انتداء الانخفاض والانتهاء عند وضع حبهته للسحود صرح به فى المحيط"

(حاشیہ شرح وقایہ صفحہ۱۴۶)

اسی طرح ابن نجیم بحر الرائق میں راجح قول کو محقق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وعبارة الحامع الصعبر ويكبر مع الانحطاط قالوا وهو الاصح لنلا تخلو حالة الانحناء عن الذكر، ولما قدمنا من حديث الصحبحين." (بحر جلد۱صفحہ۳۳۲)

ان تمام محدثین وفقہاء کرام کی عبارت سے یہ بات بالکل واضح اور مصرح ہو جاتی ہے کہ تکبیر کی ابتداء حالت قیام سے لے کر ابتداء سجدہ تک ہوگی اور اس کی کوئی صورت نہیں کہ اللہ اکبر کی لام کو کچھ کھینچا جائے، اس لئے کہ کوئی ایسا کلمہ نہیں جس میں مد اور اطالۃ کی گنجائش ہو، جو حضرات ایک الف سے زائد بالکل ممنوع قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک یہ مسنون طریقہ کس طرح ادا ہوگا۔ چونکہ یہ بالکل واضح ہے کہ ایک الف مد کی صورت میں قیام سے لے کر سجدہ تک ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ وہ تو وسط قیام ہی میں ختم ہو جائے گا۔ دیکھئے ابن نجیم صحیحین کی حدیث سے حالت انحناء میں ذکر کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور اس کو واضح قرار دے رہے ہیں کہ تکبیر کو قیام سے لے کر انحناء کی حالت تک لائے جس کی تصریح دیگر فقہاء کر رہے ہیں، اور یہی آثار صحابہ سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے متعلق مروی ہے کہ وہ تکبیر کہتے ہوئے جھکتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۱صفحہ۲۵۵)

پس معلوم ہوا کہ اللہ اکبر کو اس طرح ادا کرنا کہ تکبیر کی ابتداء قیام سے لے کر سجدہ میں پیشانی رکھنے تک ہو۔ اگر اللہ کے لام کو ایک الف سے زائد منع کیا جائے گا اور قال، مال، لام صاد اور نام کی طرح ایک الف کی مقدار تک ادا کیا جائے گا تو یہ مسنون طریقہ جو احادیث و آثار و کلام فقہاء سے ثابت ہے، کس طرح ادا ہوگا۔ لہٰذا ایک

الف سے کچھ زائد کھینچنا اقتضاءً ثابت اور جائز ہوگا۔ اور جب تکبیر میں اس کی زیادتی ثابت ہوگی تو اذان جس میں شارع عَلَیْہِ السَّلَامُ نے "ترسیل" کا حکم دیا ہے وہاں بھی گنجائش یقیناً ہوگی، جس پر امت کا تعامل ہے، ہاں گانے کی طرح یا طول فحش کی اجازت ہرگز نہ ہوگی۔

سجدہ میں کس طرح جاتے، سنت طریقہ کیا ہے

حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب سجدہ میں جاتے تو دونوں گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے، اور جب اٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔ (نسائی صفحہ ۱۶۵، ابوداؤد، ترمذی صفحہ ۶۱)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تکبیر کے لئے جھکتے پھر دونوں گھٹنے پھر ہاتھ رکھتے۔ (بیہقی، تلخیص الحبیر صفحہ ۲۷۱، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۹۹، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۲۴۵)

حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ ہم لوگ (سجدہ میں جاتے ہوئے) پہلے دونوں ہاتھوں کو رکھتے پھر گھٹنوں کو، تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم پہلے گھٹنوں کو رکھیں۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۱۹)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کو جائے تو پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھے پھر ہاتھ کو۔ اس طرح نہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے۔ (طحاوی صفحہ ۱۴۹، السعایہ)

فَائِدَۃ: ان احادیث کی وجہ سے جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جاتے ہوئے اولاً گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ رکھے پھر پیشانی پھر ناک، اور اٹھنے میں اس کے عکس۔
(عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۷۹)

اور ہاتھوں میں اولاً دائیں گھٹنے کو رکھے پھر بائیں کو رکھے۔ (کذا فی السعایہ صفحہ ۱۹۳)

اگر عذر کی وجہ سے مثلاً ضعف کی وجہ سے ہاتھ پہلے رکھنا چاہئے تو اولاً دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ رکھے۔
(السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۳)

جھکتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو ملاتے نہیں جدا رکھتے

حضرت ابوحمید الساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللہ اکبر کہتے ہوئے زمین کی جانب جھکتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پہلے سے جدا رکھتے۔ (ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۸)

سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کس کے مقابل اور کہاں رکھتے

حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ کے دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل قریب تھے۔ (ترمذی صفحہ ۶۲، الفتح الربانی صفحہ ۲۸۲، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۰)

حضرت وائل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ سجدہ میں آپ کا سر

مبارک دونوں ہاتھوں کے مابین تھا۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۳، دارقطنی صفحہ ۳۴۵، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۰)

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا سجدہ کی حالت میں آپ کے دونوں انگوٹھے کان کے مقابل تھے۔ (نسائی، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵، البنایہ صفحہ ۱۹۷)

حضرت براء کی روایت ہے کہ سجدہ میں آپ کا سر دونوں ہتھیلیوں کے بیچ ہوتا۔ (نسائی: ۱۲۶، کنز العمال صفحہ ۱۲۸)

فائدہ: سجدہ میں دونوں ہتھیلیوں کو دونوں کانوں یا سر کے مقابل رکھنا مسنون ہے۔ عموماً لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ ہاتھ کو گلے یا کندھے کے مقابل رکھتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے پیشانی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہاتھ کانوں کے مقابل رکھے۔ (بنایہ صفحہ ۱۹۷)

سجدہ میں انگلیوں کو ملا کر رکھتے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں انگلیوں کو ملا کر رکھتے۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۴، تلخیص صفحہ ۲۷۲، ابن حبان)

حضرت سفیان کہتے تھے، رکوع میں انگلیوں کو پھیلا کر رکھو۔ اور سجدہ میں ملا کر رکھو۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۶۰)

فائدہ: تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ سجدہ میں انگلیوں کو ملا کر رکھے۔ ہاتھ کی انگلیوں میں انگوٹھا سیدھا قبلہ کی جانب اہتمام سے رکھے۔ عموماً انگوٹھے کا رخ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ بالکل سیدھی ملا کر رکھنے میں انگوٹھا بھی جانب قبلہ ہوگا۔ (السعایہ صفحہ ۱۹۶)

انگلیوں کا رخ سجدہ میں بالکل قبلہ کی جانب ہوتا

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا دونوں ہاتھوں کو نہ زمین پر بچھایا نہ ان کو موڑا اور انگلیوں کے سروں کا رخ قبلہ کی طرف تھا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب کرتے۔ (دارقطنی صفحہ ۳۴۴، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۴)

حفص ابن عالم نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ (سجدہ میں) ہتھیلیوں کو زمین پر بچھائے اور انگلیوں کو ملا دے اور ان کے رخ کو قبلہ کی جانب کرے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے جب تم سجدہ کرو تو ہاتھوں (ہتھیلیوں) کا رخ قبلہ کی جانب کرو اس لئے کہ چہرہ کے ساتھ دونوں ہاتھ بھی سجدہ کرتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۴)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ مسجد میں آپ پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ رخ رکھتے۔ (زاد المعاد صفحہ ۲۳۲)

سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کا سرا قبلہ کی جانب رکھتے

حضرت ابوحمید الساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سجدہ کیا اپنے ہاتھوں کو نہ بچھایا نہ موڑا اور پیر کی انگلیوں کا سرا قبلہ کے رخ پر کیا۔ (بخاری صفحہ ۱۱۴، السعایہ ۱۹۶، ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۸)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میرے بستر پر تھے میں نے آپ کو گم پایا (تلاش کیا) تو سجدہ کی حالت میں پایا اپنی انگلیوں کو قبلہ رخ کئے ہوئے دعا کر رہے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۸)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ پیر کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ رخ رکھنا مسنون ہے، اسی وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی جانب رکھے۔ (عمدہ صفحہ ۸۹)

سجدہ کی حالت میں دونوں ایڑیوں کو کھڑی رکھتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی حدیث میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو (سجدہ کی حالت میں دیکھا) میرا ہاتھ آپ کے باطن قدم پر پڑا تو آپ کے قدم مبارک کو اٹھا ہوا کھڑا دیکھا۔ (صفحہ ۳۲۹)

ہاتھوں کی انگلیوں کی طرح پیروں کی انگلیاں بھی قبلہ کی طرف رکھنا سنت ہے۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)

فَائِدَہ: مستحب یہ ہے کہ سجدہ میں پیروں کو کھڑا رکھے اور انگلیوں کو قبلہ کی جانب موڑ کر رکھے۔ تمام فقہاء و محدثین نے اسے سنت قرار دیا ہے۔

بازو کو زمین پر نہ بچھاتے

حضرت ابوحمید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب سجدہ فرماتے تو ہاتھوں کو زمین پر نہ بچھاتے اور نہ ان کو سکوڑے رہتے (بلکہ ہر ایک عضو کو الگ رکھتے)۔ (بخاری صفحہ ۱۱۴، تلخیص صفحہ ۲۷۳)

نہ سکوڑنے کا مطلب علامہ عینی نے عمدہ القاری میں بیان کیا ہے کہ اپنی انگلیوں کو نہ موڑتے۔

(عمدہ القاری جلد ۶ صفحہ ۹۷)

حضرت عطا منع کرتے تھے کہ سجدہ کی حالت میں بازوؤں کو زمین پر بچھایا جائے۔

(مصنف ابن عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۷۳)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بازو کو زمین میں بچھانے سے منع کیا ہے جیسے کتا بچھا کر بیٹھتا ہے۔ (مسلم صفحہ ۱۹۳، نسائی صفحہ ۳۲۵، ابن شیبہ صفحہ ۲۵۹، بخاری صفحہ ۱۱۳)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ نے درندوں کی طرح ہاتھوں کو بچھا کر سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۵)

فَائِدَہ: سجدہ کی حالت میں مردوں کو زمین پر بازوؤں کا رکھنا اور بچھانا مکروہ ہے۔

کہنیوں کو ران اور پیٹ سے جدا رکھتے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (میں سجدہ) کرتے تو ران کو پیٹ سے جدا رکھتے۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۶)

سالم بن براد کہتے ہیں کہ ہمیں ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز سکھائی تو جب سجدہ کیا تو رانوں کو جدا رکھا یعنی کہنیوں اور بازوؤں سے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۵۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سجدہ کرو تو ہتھیلیوں کو زمین پر رکھو اور کہنیوں کو بلند رکھو۔ (ملاؤ نہیں)۔ (الفتح الربانی صفحہ ۲۸۱، صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۹)

بازوؤں کو بغل اور پہلو سے جدا رکھتے

حضرت مالک ابن بحینہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو جدا رکھتے یہاں تک کہ بغل نظر آجاتا۔ (بخاری صفحہ ۱۱۲، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

طحاوی میں ہے کہ دونوں بازو اور پہلو کے درمیان خلا رکھتے۔ (جلد ا صفحہ ۱۳۰)

ابو صالح جہنی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو بازوں کو بغل اور پہلو سے جدا رکھتے۔

(سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اعضاء کو (ہاتھوں کو پہلو سے) الگ رکھتے یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آتی۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۶، مجمع صفحہ ۱۲۵)

سجدہ میں ہر عضو کو دوسرے سے جدا رکھتے ملاتے نہیں

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو (سجدہ میں) ہر عضو کو جدا رکھتے۔ (نسائی صفحہ ۱۲۶)

حضرت مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو ہر عضو کو ایک دوسرے سے جدا رکھتے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۲۷۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ میں اعضاء کو کشادہ (الگ الگ) رکھو۔ (کنز العمال صفحہ ۴۶۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں ایک عضو کو دوسرے سے ملاتے نہیں۔ الگ رکھتے یہی مردوں کے لئے سجدے کا مسنون طریقہ ہے بخلاف عورتوں کے وہ ہر عضو کو ایک دوسرے سے ملائیں گی۔ محدثین نے "التجا

فی فی السجود" کا باب قائم کر کے اس کی تصریح کی ہے۔

ران، پیٹ اور سینہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا کہ بکری کا بچہ گزر جاتا

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو (پیٹ ران سے) اتنا جدا اور فاصلے پر رکھتے کہ ایک بکری کا بچہ گزر جائے۔ (نسائی صفحہ ١٦٧، ابوداؤد صفحہ ١٣٠)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح (اعضاء کو الگ رکھ کر) سجدہ فرماتے اگر بکری کا بچہ گزرتا تو گزر جاتا۔ (دارمی جلد ١ صفحہ ٣٠٦)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو ہاتھوں کو اس طرح جدا رکھتے کہ پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل مبارک نظر آتے۔ (دارمی صفحہ ٣٠٦)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل مبارک بالکل صاف نظر آتے۔ (عمدہ جلد ٦ صفحہ ٩٨)

سرین کو سجدہ میں اٹھائے رکھتے پنڈلیوں یا پیروں سے نہ ملاتے نہ اس پر رکھتے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (سجدہ میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلیوں کو رکھا اور سیرین (پیچھے کے حصے) کو اٹھایا اور پیٹ کو زمین سے جدا رکھا۔ اور کہا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا۔ (الفتح الربانی، ابن ابی شیبہ صفحہ ٢٥٨)

سجدہ میں دونوں پیروں کو کھڑا رکھتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو زمین پر اپنی ہتھیلیوں کو، دونوں گھٹنوں کو اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو ٹیکتے۔ (سنن کبریٰ جلد ٢ صفحہ ٢٦١)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پیروں کو بچھاتے نہیں بلکہ کھڑا رکھتے اور پیروں کی انگلیاں جانب قبلہ ہوتیں یہی سنت طریقہ ہے۔ بچھانا عورتوں کے لئے ہے۔ چنانچہ عامر بن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں پیروں کو کھڑا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ١ صفحہ ٢٦١)

پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر رکھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے دن سجدہ کیا تو اس کا اثر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک پر دیکھ رہا تھا۔ (مجمع جلد ٢ صفحہ ١٢٦)

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو ناک بھی پیشانی کے ساتھ زمین

پر لگاتے۔ (البنایہ صفحہ ۱۲۸، ابویعلی، طبرانی)

نماز اچھی طرح نہ پڑھنے والے کو آپ ﷺ نے فرمایا: زمین پر پیشانی کے ساتھ ناک بھی ٹیکو۔

(السعایہ صفحہ ۲۰۰)

پیشانی کے ساتھ ناک بھی رکھنے کا حکم فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اہل خانہ میں سے ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی اور ناک زمین پر نہیں رکھ رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا زمین پر ناک ٹیکو پیشانی کے ساتھ جو ناک نہیں رکھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (البنایہ جلد ا صفحہ ۱۹۹، دار قطنی صفحہ ۳۴۸)

سجدہ میں پیشانی کے ساتھ ناک کا رکھنا ہی نہیں بلکہ زمین پر ٹیکنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر نماز خلاف سنت اور مکروہ ہوگی۔ اگر پیشانی نہیں رکھی صرف ناک رکھا تو نماز ہی نہ ہوگی۔ (البنایہ صفحہ ۲۰۰)

امام مالک کے نزدیک دونوں کا رکھنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۹ صفحہ ۹۰)

بہتر یہ ہے کہ سجدہ میں پہلے پیشانی رکھے پھر ناک جیسا کہ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے، السعایہ میں ہے کہ بعض نے پہلے ناک پھر پیشانی رکھے، بحر الرائق، درمختار اور معراج نے پہلے ناک ہی رکھنا ذکر کیا ہے اس کے برخلاف بدائع میں ہے کہ پہلے پیشانی رکھے۔ (السعایہ صفحہ ۱۹۵)

علامہ عینی نے لکھا ہے پیشانی کھلی زمین پر رکھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۹۰)

لہٰذا اگر پیشانی رومال یا ٹوپی وغیرہ سے ڈھکی ہوئی ہو تو اسے کھول لینا چاہئے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اگر کچھ معمولی غبار پیشانی پر لگ جائے تو اسے صاف نہ کرے۔ (عمدہ صفحہ ۹۴)

پیشانی کے اوپری حصہ کو زمین پر ٹیکتے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو دیکھا کہ پیشانی کے اوپری حصہ اور بال اگنے کے نیچے کے حصہ کو سجدہ میں رکھے ہوئے ہیں۔

(دار قطنی صفحہ ۳۴۹، مجمع صفحہ ۱۲۵، تلخیص صفحہ ۲۶۸، طبرانی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی کا نچلا حصہ جو دونوں آنکھوں کے مابین ہے وہ نہ زمین پر ٹیکتے بلکہ اوپری حصہ جو وضو میں منہ دھونے کی آخری حد ہے وہ زمین پر رکھتے۔ پیشانی رکھنے کا یہی طریقہ مسنون ہے۔ بہت سے لوگ نادانی کی وجہ سے پیشانی کے نچلے حصہ کو زمین پر رکھتے ہیں۔ چنانچہ چہرہ پر نشان سے آپ اندازہ لگالیں گے، ویسے پیشانی کے کسی بھی حصہ کو ٹیکے خواہ بیچ کا یا نیچے کا تو سجدہ صحیح ادا ہو جائے گا۔

پیشانی کو کسی سخت چیز پر جو زمین پر مستقر ہو ٹیکے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سجدہ کرو تو پیشانی کو زمین پر ٹیکو۔
(تلخیص الحبیر صفحہ ۶۲۸)

فائدہ: وہ نرم چیز یا بہت موٹی روئی جو زمین پر نہ ٹکے اس پر سجدہ ادا نہیں ہوتا منع ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو پیشانی اور ناک کو زمین پر ٹیکتے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۳۲)

سردی میں چادر کے اندر ہاتھ رکھتے ہوئے سجدہ کرے یا ہاتھ نکال کر

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم لوگوں نے مسجد بنی عبدالاشہل میں نماز پڑھی تو میں نے دیکھا کہ سجدہ کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ کپڑے کے اندر تھے۔ حضرت مجاہد نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چادر میں ہاتھ اندر رکھتے ہوئے سجدہ کرتے تھے۔

(الفتح ربانی جلد ۳ صفحہ ۲۸۹، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۸، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۵)

حمید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن کو دیکھا کہ جاڑے میں کوٹ پہنے ہوئے تھے اور ہاتھ باہر نہیں کیے (اور سجدہ کیا)۔

ہشام حسن بصری سے نقل کرتے ہیں حضرات صحابہ کرام اپنی چادروں کے اندر ہاتھ رکھے ہوئے سجدہ کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۶)

فائدہ: سخت جاڑ اور سردی ہو، چادر یا کوٹ پہنے ہو ہاتھ اندر رکھے ہوئے سجدہ کر سکتے ہیں حضرت وائل کی روایت جو طحاوی صفحہ ۱۱۵ میں ہے اس سے بھی پتہ چلتا ہے ہاتھ اندر رکھے ہوئے سجدہ کر سکتے ہیں اس کے خلاف بعض صحابہ و تابعین سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ سجدہ کرتے وقت ہاتھ اندر سے باہر نکال لیتے تھے چنانچہ حضرت اسامہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سالم کو دیکھا کہ وہ سجدہ کرتے ہوئے کوٹ کے اندر سے ہاتھ نکال لیتے تھے اسی طرح مغیرہ نے ابوالہذیل سے نقل کیا ہے کہ وہ سجدہ کرتے تو چادر سے ہاتھ باہر نکال لیتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: سخت سردی ہو باہر ہاتھ نکالنے سے خشوع میں فرق پڑتا ہو مثلاً ٹھنڈ ہو تو ہاتھ باہر نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، نوافل میں گنجائش ہے ورنہ تو مکروہ ممنوع ہے۔

بھیڑ اور ازدحام کی وجہ اگلے کی پیٹھ پر سجدہ کرنے کی اجازت

حضرت سیار بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دیتے

ہوئے فرما رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کی تعمیر فرمائی، ہم مہاجرین وانصار آپ کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: جب بھیڑ ہو جائے تو آدمی اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ (الفتح الربانی جلد۳ صفحہ ۳۸۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ (عید وغیرہ) کے دن زمین پر (سجدہ) نہ کر سکے تو اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کر لے۔ حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب جمعہ کے دن زمین پر سجدہ نہ کر سکے تو اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کر لے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۶۴)

فائدہ: خیال رہے ازدحام اور بھیڑ ہو جائے جگہ تنگ ہو جائے تو اگلی صف والے کی پیٹھ پر بھی سجدہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ بھی نماز میں ہو۔

تہجد اور نوافل کے سجدہ میں گنجائش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے سجدہ میں اعضاء کو الگ الگ رکھنے پر مشقت کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا گھٹنوں سے مدد حاصل کرلو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نوافل میں دیر تک سجدہ یا بکثرت سجدہ کرنے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تو آپ نے اجازت دے دی کہ کہنیوں کو گھٹنوں میں ٹکا لیا کریں تا کہ سہارا ہو جائے یا گھٹنوں کے سہارے اٹھ جایا کریں تا کہ مشقت میں کچھ کمی ہو جائے۔

سجدے میں سات اعضاء کا استعمال

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں چہرہ، دونوں ہتھیلیاں، گھٹنے دونوں پیر۔ (مسلم ۱۹۳، ابن ماجہ ۶۳، ترمذی صفحہ ۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی کے ساتھ اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک کی جانب اشارہ کیا (یعنی پیشانی اور ناک کو ایک عضو فرمایا) اور دونوں ہاتھوں سے اور گھٹنوں سے اور دونوں پیروں کی انگلیوں کے سروں سے اور یہ کہ کپڑے اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔ (بخاری صفحہ ۱۱۲)

فائدہ: سجدہ میں ۷/ اعضاء کا استعمال ضروری ہے۔ پیشانی اور ناک کا شمار ایک ہی عضو میں ہے۔ ابن ماجہ نے طاؤس کا قول نقل کیا ہے کہ آپ دونوں کو ایک شمار کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۳)

کوّے کے چونچ مارنے کی طرح سجدہ کرنے سے منع فرماتے

عبدالرحمٰن بن شبل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوے کی طرح ٹھونگ، چونچ مار کر سجدہ کرے۔ (یعنی اتنی جلدی کرے کہ جاتے ہی اٹھ جائے)۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۵، سنن کبریٰ صفحہ ۱۱۸، ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۱)

سجدہ میں آنکھوں کو بند کرنے سے منع فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت سجدہ میں آنکھوں کو بند کرنے سے منع فرمایا ہے کہ یہ یہود کی عادت ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۶۵)

فائدہ: یہود سجدہ میں آنکھیں بند رکھتے تھے اس سے آپ نے منع فرمایا ہے۔

سجدہ میں پیر کو زمین سے اٹھانا منع ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سجدہ میں) اپنے دونوں پاؤں کو بالکل لگائے رکھو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۹۶، کنز العمال صفحہ ۴۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے دونوں پیروں کو زمین پر لگائے رکھو۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۶۷)

فائدہ: حضرت سفیان کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں دونوں پیروں کو کھڑا رکھتے اور انگلیوں کو زمین پر رکھتے۔ (عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: سجدہ کی حالت میں دونوں پیروں کا زمین پر ٹیکے رہنا ضروری ہے۔ عموماً لوگ پیروں کو اٹھا لیتے ہیں یا ہلاتے رہتے ہیں، یہ مکروہ تحریمی ہے، دونوں زمین سے الگ رہیں سجدہ ہی نہ ہوگا۔

آپ سجدہ نہایت اطمینان سے ادا فرماتے

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ رکوع اور جلسہ سب برابر (یعنی اطمینان سے اور یکساں ہوتا تھا جلدی نہیں) ہوتا تھا۔ (بخاری)

حضرت براء ابن عازب کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھا تو میں نے آپ کے قیام کو، رکوع اور سجدہ کے مثل پایا۔ اور رکوع مثل سجدہ کے فرماتے۔ اور سجدہ کے درمیان بیٹھنا سارے امور قریب قریب برابر ہوتے۔ (یعنی جلدی اور عجلت سے کوئی رکن ادا نہ فرماتے اور سجدہ خوب اطمینان سے ادا فرماتے، جتنا وقت کھڑے ہونے میں معلوم ہوتا اتنا ہی وقت سجدہ میں معلوم ہوتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۵۴)

اطمینان سے سجدہ کرنے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سجدہ کرو تو خوب اطمینان سے کرو۔ (بخاری صفحہ ۱۱۲، سنن کبریٰ صفحہ ۱۱۷)

علی بن شیبانی کی روایت میں ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے ایک آدمی کو دیکھا

جو رکوع اور سجدہ میں پیٹھ کو ٹھیک سے نہیں رکھتا تھا، تو آپ نے نماز پوری کرنے کے بعد فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت اس کی نماز ہی نہیں جس کی پیٹھ رکوع وسجدہ میں درست نہ ہو۔

فائدہ: بعض لوگوں کی پیٹھ سجدہ میں ٹھیک اطمینان سے بیٹھ بھی نہیں پاتی کہ سر سجدہ سے اٹھا لیتے ہیں۔ یہ مارے جلدی کے ایسا کرتے ہیں اس سے آپ نے منع فرمایا اور تاکید کی کہ ارکان طمانیت سے ادا کریں۔

اطمینان سے رکوع وسجدہ نہ کرنے والے کے متعلق سخت وعید

ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع وسجود کو ٹھیک سے ادا نہیں کر رہا تھا تو حضرت حذیفہ نے ان سے پوچھا، کتنے دنوں سے ایسی نماز پڑھ رہے ہو؟ کہا چالیس سال سے تو فرمایا تم نے خدا کے واسطے نماز نہیں پڑھی (کہ اپنے من کے واسطے من کے مطابق جلدی جلدی پڑھی) اگر تمہارا اسی حالت میں انتقال ہو گیا تو خلاف سنت (نماز پڑھتے) مروگے۔

(بخاری صفحہ ۱۰۹، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۱۸، ابن خزیمہ صفحہ ۲۳۲)

عبداللہ اشعری کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو نماز پڑھائی پھر مجلس میں بیٹھ گئے ایک شخص آیا اور نماز پڑھتے ہوئے رکوع وسجود میں کوے کے چونچ مارنے کی طرح جلدی کرنے لگا آپ نے فرمایا دیکھتے ہو اسے، جو شخص ایسی حالت میں انتقال کر جائے تو ملت محمدی کے غیر پر انتقال کرے گا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۳۲)

فائدہ: خلاف سنت نماز پڑھتے انتقال ہوا تو خلاف سنت طریقہ پر نماز پڑھتے ہوئے انتقال ہوا، اللہ کی پناہ کیسی بری بات ہے۔

سجدہ میں تسبیح پڑھتے اور کس مقدار میں پڑھتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ۳؍مرتبہ "سبحان ربی الاعلی" پڑھتے۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۴، ابوداؤد صفحہ ۱۲۷)

دار قطنی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ" ۳؍مرتبہ پڑھتے (دار قطنی صفحہ ۳۴۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سجدہ میں ۳؍مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" پڑھ لیا اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ کم مرتبہ ہے۔ (مسند طیالسی مرتب جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

حضرت سعدی کی ان کے والد یا چچا سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی نماز میں رکوع اور سجدہ کا اندازہ لگایا تو آپ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" ۳؍مرتبہ کہنے کے برابر رکتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۸۵)

فائدہ: خیال رہے کہ سجدہ میں یا رکوع میں ۳؍مرتبہ سے زائد مقدار میں طاق عدد کے موافق مستحب ہے لیکن امام کے لئے اگر مقتدی کے حق میں گراں ہو جائے تو ۳؍ہی بہتر ہے۔ (کبیری صفحہ ۲۸۳)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ رکوع وسجدہ میں قریب دس مرتبہ تسبیح ادا فرماتے۔ (جلد اصفحہ ۲۱۷)

بسا اوقات سجدہ میں یہ دعائیں بھی پڑھتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا فرماتی ہیں میں نے سجدہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ پڑھتے پایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ"

(ابن خزیمہ صفحہ ۳۳۵، نسائی ۱۶۹، ابوداؤد صفحہ ۱۲۸)

تَرْجَمَہ: "اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں آپ کی رضا کے ذریعہ آپ کی ناراضگی سے آپ کی معافی کے ذریعہ آپ کی سزا سے پناہ مانگتا ہوں آپ سے میں آپ کی تعریف کا احصار وشمار نہیں کرسکتا جیسا کہ آپ نے اپنی تعریف کی ہے اسی کے آپ لائق ہیں۔"

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سجدہ میں یہ دعا فرمارہے تھے:

"سَجَدَ لَكَ سَوَادِیْ وَخِیَالِیْ وَآمَنَ بِكَ فُؤَادِیْ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَمَا جَنَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ" (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

تَرْجَمَہ: میرے دل اور خیال نے آپ کو سجدہ کیا۔ میرا قلب آپ پر ایمان لایا ان نعمتوں کی وجہ سے جو آپ کی ہمارے اوپر ہے رجوع کرتا ہوں میں اپنے نفس پر کوئی ظلم نہ کروں۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ایک رات بستر پر سے گم پایا۔ میرا ہاتھ آپ پر پڑا تو سجدہ میں آپ یہ دعا فرمارہے تھے:

"رَبِّ اَعْطِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا، وزَكِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَكّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا" (مجمع: ۱۲۸)

تَرْجَمَہ: "اے اللہ میرے نفس میں تقویٰ عطا فرما اس کا تزکیہ فرما۔ آپ بہتر تزکیہ فرمانے والے ہیں آپ ہی ولی وآقا ہیں۔" (الفتح صفحہ ۲۹۲)

فَائِدَہ: فرائض میں اور امامت کی حالت میں تو "سبحان ربی الاعلی" پر اکتفا کرنا بہتر ہے خواہ تین مرتبہ، ہو یا پانچ مرتبہ البتہ نوافل میں اور صلوٰۃ اللیل میں دیگر اذکار ودعائیں مسنون ہیں مزید "الدعاء المسنون" میں ملاحظہ کیجئے۔

عورتیں کس طرح سجدہ کریں گی

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے پوچھا گیا کہ عورتیں سجدہ کس طرح کریں گی تو فرمایا تمام اعضاء کو ملا کر جمع کریں گی۔

حضرت ابراہیم نخعی نے کہا کہ عورتیں سجدہ میں اپنی رانوں کو ملالیں گی اور پیٹ کو رانوں سے لگالیں گی۔

یزید بن حبیب سے مرسلاً مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ کا گزر ان دو عورتوں پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹالو۔ عورتیں سجدہ مردوں کی طرح نہ کریں گی۔ (مراسیل ابی داؤد، اعلاء السنن جلد۳ صفحہ۲۰، البحر الرائق جلد۱ صفحہ۳۳۹)

حضرت حسن فرماتے ہیں عورتیں سجدہ میں اعضاء کو سمیٹ لیں گی اور ملالیں گی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۲۷۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ عورتیں جب سجدہ کریں گی تو اپنے اعضاء کو رانوں سے ملالیں گی۔ (اعلاء السنن جلد۳ صفحہ۲۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ عورتیں جب سجدہ کریں گی تو اپنے پیٹ کو رانوں سے ملالیں گی کہ یہ اس کے لئے زیادہ ستر کا باعث ہے۔ (کنز العمال، اعلاء السنن صفحہ۲۵)

ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ جب عورتیں سجدہ کریں گی تو اپنی رانوں کو پیٹ سے ملالیں گی اور اپنی سرین کو (مردوں کی طرح) نہ اٹھائیں گی اور نہ الگ الگ عضو کو (مردوں کی طرح) رکھیں گی بلکہ ملالیں گی۔

(ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ۲۷۰)

علامہ ابن نجیم نے کنز الدقائق کی شرح البحر الرائق میں لکھا ہے کہ عورتوں کی نماز مردوں کی نماز سے ان چند امور میں مختلف ہے۔ (یعنی ان امور میں مردوں کی طرح نہیں ہے)۔

1. عورتیں اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائیں گی۔
2. دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھیں گی۔
3. سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے جدا نہ رکھیں گی۔
4. اپنے دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھیں گی۔
5. ان کی انگلیاں گھٹنوں پر رہیں گی (تشہد کی حالت میں)۔
6. سجدہ میں اپنی بغل کو بازو سے ملائے رکھیں گی۔
7. سرین پر بیٹھ کر دونوں پیروں کو باہر نکال لیں گی۔
8. رکوع میں انگلیوں کو کشادہ نہ رکھیں گی بلکہ ملا کر رکھیں گی۔
9. مردوں کی امامت نہ کریں گی۔
10. ان کے لئے فجر کی جماعت مکروہ ہے۔
11. پیروں کی انگلیاں اٹھائیں گی نہیں۔

۱۲ ان کے لئے فجر میں اسفار (روشنی میں) مستحب نہیں۔

۱۳ نماز میں جہر بالکل نہ کریں گی۔ (البحرالرائق جلد۱صفحہ۳۳۹)

سجدہ سے آپ ﷺ کس طرح اٹھتے

حضرت ابوحمید الساعدی کی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ سجدہ سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو اللہ اکبر کہا اور سلام پھیرنے کے بعد فرمایا آپ ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ۳۴۲)

فائدہ: سجدے سے اٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے سر اٹھائے پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھائے۔

خیال رہے کہ سر اٹھانے میں اولاً پیشانی یا ناک دونوں میں سے کسی کو اٹھائے اجازت ہے مگر اولاً پیشانی آسان ہے۔ (کذافی السعایہ صفحہ۲۰۹)

شرح منیہ میں ہے کہ گھٹنوں کے سہارے یعنی اس پر ہاتھ رکھتے ہوئے زور لگاتے ہوئے اٹھ جائے۔ (حلبی صفحہ۳۲۳)

جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سجدہ سے سر اٹھاتے جب تک ٹھیک سے نہ بیٹھتے سجدہ (دوسرا) نہ فرماتے۔ (الفتح الربانی صفحہ۲۹۳، سنن کبریٰ صفحہ۱۳۱)

حضرت عامر بن عقبہ آپ ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ سجدہ سے سر اٹھاتے پھر بیٹھتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۱۲۱)

فائدہ: دونوں سجدہ کے درمیان بیٹھنا جسے جلسہ بھی کہتے ہیں نماز کے لوازمات سے ہے۔

سجدوں کے درمیان کتنی مقدار بیٹھتے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا رکوع، سجدہ اور جلسہ قریب برابر ہوتا (یعنی سجدہ، رکوع اطمینان سے ٹھہر کر ہوتا اسی طرح دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا ہوتا)۔

(سنن کبریٰ صفحہ۱۲۲، ابن خزیمہ صفحہ۳۴۰)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بیٹھتے تو نہایت اطمینان سے بیٹھتے۔

(نسائی، السعایہ صفحہ۲۰۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سجدوں کے درمیان "رب اغفر لی رب اغفرلی" فرماتے اور سجدہ کی مقدار بیٹھتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۱۲۲)

فَائِدَۃ: سنت طریقہ یہ ہے کہ جلسہ میں نہایت اطمینان سے بیٹھے جس طرح اطمینان سے سجدہ کیا جاتا ہے۔

سجدوں کے درمیان کس طرح بیٹھتے

حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سجدہ سے سر اٹھاتے تو بائیں پیر کو بچھا کر بیٹھتے۔

حضرت ابوحمید الساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ تکبیر کہتے (سجدہ سے اٹھتے ہوئے) پھر ایک پیر کو بچھاتے دوسرے کو کھڑا کرتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۱۸، السعایہ صفحہ ۲۰۷، تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۲۷۷)

حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دو سجدوں کے درمیان بائیں پیر پر بیٹھتے۔

(دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۰۶)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ دو سجدوں کے درمیان تشہد کی طرح بیٹھے، ایڑیوں پر نہ بیٹھے کہ یہ منع ہے۔

دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے ہوئے کیا پڑھتے؟

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دو سجدوں کے درمیان یہ پڑھتے۔ "رب اغفرلی. رب اغفر لی" (دارمی صفحہ ۳۰۴، نسائی)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دونوں سجدوں کے درمیان یہ پڑھتے "رَبِّ اغْفِرْلِیْ، وَارْحَمْنِیْ. وَاجْبُرْنِیْ. وَارْفَعْنِیْ وَارْزُقْنِیْ. وَاهْدِنِیْ" پھر سجدہ میں جاتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۲۲، الفتح الربانی صفحہ ۲۹۴)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دونوں سجدوں کے درمیان یہ پڑھتے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی. وَارْحَمْنِیْ. وَاجْبُرْنِی. وَاهْدِنِی وَارْزُقْنِی" (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۳)

دو سجدوں کے درمیان ایڑیوں کو کھڑا رکھ کر ان پر بیٹھنا ممنوع ہے

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اے علی جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے ناپسند سمجھتا ہوں اور جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے۔ تم دو سجدوں کے درمیان اقعاء (ایڑیوں کو کھڑا کر کے پنجوں کے بل بیٹھنا) نہ کرنا۔ (ترمذی صفحہ ۶۳)

فَائِدَۃ: یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دو سجدوں کے درمیان ایڑیوں کو کھڑا کر کے پنجوں کے بل بیٹھنے سے منع فرمایا اس طرح بیٹھنا خلاف سنت ہے مسنون یہ ہے کہ بائیں کو بچھائے دائیں کو کھڑا رکھے۔ البتہ کوئی تکلیف ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

عذر کی وجہ سے گنجائش ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز میں چہار زانو بیٹھتے ہیں تو اس کی نقل ان کے صاحبزادے نے کی تو ان کے والد حضرت ابن عمر نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ نماز میں سنت کا طریقہ یہی ہے کہ دائیں پیر کو کھڑا رکھے اور بائیں کو بچھا دے اور میں جو کرتا ہوں سو میرا پیر اس طرح بیٹھنے کو برداشت نہیں کرتا۔ (عذر کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں)۔ (طحاوی صفحہ ۱۵۴)

فائدہ: معلوم ہوا کہ سنت طریقہ تو اسی طرح تشہد میں اور سجدوں کے درمیان بیٹھنا ہے۔ مگر پیر میں تکلیف ہو یا اور کوئی بھی عذر ہو تو اس کے علاوہ ایڑی کے بل یا چہار زانو بھی بیٹھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے۔

پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے لئے آپ کس طرح اٹھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سیدھے پیروں کے سہارے کھڑے ہو جاتے (بیٹھ کر کھڑے نہ ہوتے)۔ (ترمذی صفحہ ۶۴، سنن کبریٰ صفحہ ۱۲۴، بنایہ صفحہ ۲۱۴)

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسرے سجدہ سے اٹھتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۲۶۹)

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ سیدھے پیر کے بل کھڑے ہو جاتے تھے۔

فائدہ: پہلی اور تیسری رکعت جس کے بعد تشہد نہ ہو سیدھے کھڑے ہو جائے۔ کچھ بیٹھ کر پھر کھڑا نہ ہو کہ یہ عذر کی حالت میں ہے محدث بیہقی اور علامہ عینی نے بیان کیا کہ اسی طرح حضرات صحابہ میں حضرت ابن عمر، ابن عمرو، ابن عباس، ابن زبیر، ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی عمل تھا۔ (بیہقی صفحہ ۱۲۵، بنایہ صفحہ ۲۱۴، سعایہ صفحہ ۲۱۰)

اور وہ روایت جو ابوحمید اور مالک بن الحویرث وغیرہ سے منقول ہے کہ کچھ بیٹھتے پھر اٹھتے تو وہ ضعف اور مرض کی حالت میں ہے۔ (بنایہ صفحہ ۲۱۴، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

حافظ کے حوالہ سے سعایہ میں ہے کہ اکثر علماء نے اسے مستحب کے خلاف کہا ہے۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (زاد المعاد صفحہ ۲۴۰)

کس ترتیب سے سجدہ سے اٹھتے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کو جاتے تو ہاتھ سے قبل گھٹنوں

کو رکھتے۔ اور جب سجدہ سے اٹھتے تو گھٹنوں سے قبل ہاتھ اٹھاتے۔ (نسائی صفحہ ۱۶۵، ابوداؤد، جلد، زاد المعاد جلد ا صفحہ ۲۲۳)

عبداللہ بن یسار سے منقول ہے کہ جب سجدہ سے اٹھتے تو پہلے سر کو اٹھاتے پھر ہاتھوں کو پھر گھٹنوں کو۔

(منصف ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۷۷)

السعایہ میں ہے کہ آپ ﷺ اسی ترتیب سے اٹھتے کہ اولاً سر پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے۔ (السعایہ صفحہ ۲۰)
اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھتے، زمین پر ہاتھ رکھ کر سہارا لے کر نہیں اٹھتے۔

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ جب اٹھتے تو اولاً سر اٹھاتے پھر دونوں ہاتھ پھر دونوں گھٹنے۔ (صفحہ: ۲۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ سے اٹھنے کا مسنون طریقہ یہی ہے۔ ہاں اگر ضعف اور کمزوری ہو تو پہلے گھٹنے کو سہارا لگاتے ہوئے اٹھا جا سکتا ہے۔

سجدہ سے قیام کی طرف اٹھتے ہوئے ہاتھوں کا سہارا لینا ممنوع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ نماز میں اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگاتے ہوئے اٹھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۴۲)

حضرت وائل کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب اٹھتے تو گھٹنوں پر اٹھتے، اور اپنی ران کا سہارا لیتے۔

(اعلاء السنن صفحہ ۴۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آدمی قیام کی طرف آئے تو ہاتھوں سے ٹیک لگا کر، زمین پر رکھ کر نہ اٹھے، ہاں مگر یہ کہ ضعیف اور بوڑھا ہو۔

فائدہ: دوسرے سجدہ سے اٹھتے ہوئے قیام کی طرف سنت یہ ہے کہ گھٹنوں کے سہارے اٹھے۔ (حلبی صفحہ ۳۲۳)
گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر اٹھے آپ ﷺ اسی طرح اٹھتے، گھٹنوں کو پہلے اٹھا کر ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سہارے سے اٹھنا خلاف سنت ہے عموماً لوگ اسی طرح اٹھنے کے عادی ہیں۔ مرض، ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے ایسا کریں تو گنجائش ہے ورنہ بلا کسی عذر کے ایسا کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ (سعایہ جلد ا صفحہ ۲۱۰)

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دونوں ہاتھوں کے سہارے سے اٹھتے تھے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۷۸)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ گھٹنوں کے سہارے کھڑے ہوتے۔ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۲۲۵)
یعنی گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اٹھتے۔

دوسری رکعت کس طرح شروع کرے

خیال رہے کہ دوسری رکعت کے لئے جب کھڑا ہو اور قیام کرے تو قرأت اور سورۃ پہلی رکعت کی طرح پڑھے ہاں ثنا اور تعوذ یعنی "اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم" نہ پڑھے۔ (ہدایہ، شرح وقایہ)

البتہ پہلی رکعت کے علاوہ دوسری رکعت وغیرہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔

(السعایہ صفحہ ۲۱۲، الحلیہ صفحہ ۳۱۲)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ جب اٹھتے تو فوراً قرأت شروع کر دیتے (وقفہ یا کچھ دیر خاموش نہ رہتے)۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۴۱)

دوسری رکعت پہلی سے لمبی نہ کرتے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے کم کرتے۔ یعنی پہلی کے مقابلہ میں دوسری رکعت کو کچھ کم کرتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱۶، ابن ماجہ صفحہ ۵۹، نسائی صفحہ ۱۵۳، السعایہ صفحہ ۲۱۲)

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ہر نماز کی پہلی رکعت کو دوسری کے مقابلہ میں لمبی کرتے۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۱۳)

تشہد میں کس طرح بیٹھتے

حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں مدینہ حاضر ہوا اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ نبی پاک ﷺ کی نماز کو دیکھوں چنانچہ آپ ﷺ جب تشہد کے لئے بیٹھے تو اپنے بائیں پیر کو بچھا لیا اور اس پر بایاں ہاتھ رکھا یعنی بائیں ران پر، اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیا۔ (ترمذی صفحہ ۶۵، ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ بائیں پیر کو بچھا لو اور دائیں پیر کو کھڑا کر لو۔

(دار قطنی صفحہ ۳۴۹، ابوداؤد صفحہ ۱۴۲)

فائدہ: قعدہ اولیٰ ہو یا قعدہ ثانیہ احناف نے اسی طریقہ کو مسنون قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ تشہد میں دایاں پیر کھڑا اور بایاں پیر بچھا لیتے

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رویت میں ہے میں آپ ﷺ کے پیچھے نماز میں شریک ہوا جب آپ تشہد کے لئے بیٹھے تو بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھے۔ (طحاوی صفحہ ۱۵۲، اعلاء السنن، سعید بن منصور)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بائیں پیر کو بچھا لیتے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھتے۔

(مسلم صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ تشہد کے لئے بیٹھے تو

بائیں پیر کو بچھالیا اور اس پر بیٹھ گئے۔ بائیں ہاتھ کو ران پر رکھا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا۔ (جلد ا صفحہ ۱۵۴)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تشہد پڑھنے کے وقت بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دائیں کو کھڑا رکھے اور دونوں پیروں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رہے۔

پیروں کی انگلیوں کو رخ قبلہ رکھتے

حضرت ابوحمید کی حدیث میں ہے کہ آپ بائیں پیر کو بچھا کر بیٹھتے اور دائیں پیر کے اوپری حصہ کو رخ قبلہ فرما لیتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۹، ۲۵۴، عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۴)

فَائِدَہ: پیروں کی انگلیوں کا رخ جانب قبلہ رکھنا مسنون ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۶)

ہاتھوں کی انگلیاں کس طرح رکھتے

دونوں گھٹنوں پر ہاتھ کی انگلیاں کشادہ اور سیدھی قبلہ کی جانب رکھے انگلیوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑے کہ انگلیوں کا رخ زمین کی طرف ہو جائے یہی مسنون طریقہ ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۹، بحرالرائق جلد ا صفحہ ۳۴۲)

اگر تیسری رکعت کے لئے اٹھنا ہو تو درود وغیرہ نہ پڑھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دو رکعت پر اس طرح بیٹھتے جیسے گرم پتھر پر یعنی بہت جلد اٹھ جاتے۔ (نسائی صفحہ ۱۷۵)

فَائِدَہ: یعنی جس طرح گرم پتھر پر آدمی بیٹھتا ہے تو جلد اٹھ جاتا ہے اسی طرح آپ بہت جلد صرف تشہد پڑھ کر بلا درود و دعا پڑھے اٹھ جاتے تھے۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دو رکعت پر تشہد سے زیادہ نہ پڑھتے۔
(ابویعلی، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمیں وسط صلوٰۃ (دو رکعت پر) اور آخر میں تشہد سکھاتے پھر فرمایا اگر وسط صلوٰۃ ہو تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی آپ اٹھ جاتے اگر آخری تشہد ہوتا تو تشہد کے بعد جو اللہ چاہتا دعا فرماتے۔ پھر سلام پھیرتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۴۲، تلخیص الحبیر جلد ا صفحہ ۱۹۸)

فَائِدَہ: اگر فرض اور واجب نماز ہو تو تشہد کے بعد فوراً اٹھنا واجب ہے تاخیر کرنے سے اور درود پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہو جائے گا کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ اگر التحیات کے بعد "**اللّٰھم صلی علی محمد**" بھولے سے پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔ (صفحہ ۳۳۰)

نفل میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود اور دعا وغیرہ کی اجازت ہے

نبی پاک ﷺ جب رات کی نماز پڑھتے تو ۹ رکعت پڑھتے اور آٹھویں رکعت میں بیٹھتے، حمد کرتے ذکر

کرتے پھر دعا کرتے پھر کھڑے ہو جاتے اور سلام نہ کرتے۔ (یعنی تشہد کے بعد دعا پڑھ کر پھر مزید رکعت کے لئے کھڑے ہو جاتے)۔ (ابن حبان، اعلاء السنن صفحہ ۱۰۵)

فَائِدَہ: نفل نماز کے قعدہ اولیٰ کے بعد درود دعا وغیرہ پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونا درست ہے اس سے سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔

تشہد میں دائیں گھٹنے پر دایاں اور بائیں گھٹنے پر بایاں ہاتھ رکھتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں گھٹنے پر دایاں ہاتھ، بائیں گھٹنے پر بایاں ہاتھ رکھتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۳)

مالک بن نمیر الخزاعی کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے ہوئے تھے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھتے۔ (مسلم صفحہ ۲۱۶، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)

فَائِدَہ: تشہد میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر اس طرح کر کے رکھے کہ انگلیوں کا رخ سیدھے قبلہ کی طرف رہے۔ لوگوں کی انگلیاں نیچے کی جانب جھکی رہتی ہیں۔ اس طرح انگلیوں کا رخ خلاف سنت ہے۔

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ انگلیوں کے اطراف (سرے) گھٹنے کے کنارے پر رہیں۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۱۲) یعنی ران پر نہ رہیں۔

تشہد میں انگلیوں سے اشارہ کرتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو موڑا، انگشت شہادت اور انگوٹھے کا حلقہ بنایا۔ پھر اشارہ کیا۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۵۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے پھر اپنی انگلیوں کو موڑ لیتے۔ اور انگوٹھے کے بغل والے سے اشارہ فرماتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۴۲)

حضرت مالک بن زبیر الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے ہوئے انگشت شہادت کو اٹھائے (اشارہ) کر رہے ہیں۔ اور اسے تھوڑا جھکائے ہوئے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۴۲)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تشہد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگلیوں سے اشارہ فرماتے۔ اور یہ اشارہ کرنا

مسنون ہے اور بکثرت صحیح روایتوں سے ثابت ہے۔

انگلی سے اشارہ کرنے کا مسنون طریقہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔ اور انگوٹھے کو بیچ والی انگلی پر رکھتے۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۵۰، مسلم صفحہ ۲۱۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھتے، اور ۵۳/عدد کے مطابق انگلیاں کرتے اور سبابہ، انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔ (مسلم صفحہ ۲۱۶)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو نقل فرماتے ہوئے یہ کیا کہ دو انگلیوں کو سمیٹ لیا۔ اور اس کا حلقہ بنایا (اس کی تشریح کرتے ہوئے) بشر راوی نے ابہام اور وسطی کا حلقہ بنایا اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۸، اعلاء السنن صفحہ ۸۴)

فائدہ: ان روایتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں تشہد کے وقت میں کلمہ شہادت کے وقت انگلیوں سے اشارہ کرنے کی کیفیت کا بیان ہے۔ اشارہ کی یہ روایتیں صحاح اور سنن میں بکثرت رواۃ سے مروی ہیں۔ جس کے سنت ہونے پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر فقہاء و محدثین نے اشارہ کے مسنون و ماثور طریقہ کی جو تشریح کی ہے وہ ۳/ طریقے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے یہ طریقہ ماخوذ ہے کہ چھوٹی اس کے بعد والی اور بیچ والی کو موڑ کر رکھے، انگشت شہادت کو چھوڑ دے، انگوٹھے کو انگشت شہادت کی جڑ میں رکھے۔ (مرقات جدید صفحہ ۶۲۴)

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ انگوٹھے کو بیچ والی انگلی سے جو مڑی ہوئی ہے ملالے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی انگلی اور اس کے بعد والی انگلی موڑے۔ بیچ والی اور انگوٹھے سے حلقہ بنالے۔

ملا علی قاری نے مرقات میں علامہ رافعی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ احادیث میں یہ سب طریقے وارد ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس طریقہ سے کبھی اس طریقہ سے اشارہ فرماتے تھے۔ (مرقات جدید صفحہ ۶۲۴)

ابن زبیر کی ایک روایت میں ہے کہ انگلیوں کو ران پر رکھتے ہوئے اشارہ فرماتے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۲۸۵)

ملا علی قاری نے اشارہ کی کیفیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک مختار طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی کو ران پر، گھٹنے پر رکھے، پھر جب لا الہ الا اللہ پڑھنے لگے تو چھوٹی اور اس سے بغل والی انگلی

موڑ لے اور انگشت شہادت اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے۔ پھر لا کے وقت انگشت شہادت کو تھوڑا اٹھائے الا اللہ کے وقت گرا دے۔ (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۸۷)

اشارہ کے لئے انگلیوں کا حلقہ کب بنائے

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جب کلمہ توحید پر آئے تو حلقہ بنائے۔ (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۸۶)

احادیث کے الفاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب اشارہ کا وقت آتا تب انگلیوں سے حلقہ بناتے۔ چنانچہ عاصم بن کلیب کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے انگلیوں کو موڑا اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔

(اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۹۱)

حضرت وائل کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے دائیں کہنی کو دائیں ران پر رکھا، پھر دو انگلیوں کو موڑ لیا، حلقہ بنایا پھر انگلی کو اٹھایا (اور اشارہ کیا)۔ (نیل جلد ۲ صفحہ ۲۸۳، الفتح الربانی صفحہ ۱۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اشارہ کے لئے انگلیاں شروع تشہد ہی سے موڑے لیکن جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو حلقہ بنا کر اشارہ کرے۔ چنانچہ علامہ شامی نے شرح کبیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اشارہ کے وقت انگلیوں کا حلقہ بنائے۔ امام محمد اور امام ابو یوسف سے یہی مروی ہے۔ (شامی صفحہ ۵۰۹)

اٹھاتے وقت انگلی کو حرکت نہ دیتے

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب انگلی سے اشارہ فرماتے تو اسے حرکت نہ دیتے۔ اور آپ ﷺ کی نگاہ انگلی کے مقام سے اِدھر اُدھر نہ جاتی۔

فائدہ: ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اشارہ کرتے وقت انگلی ہلائے نہیں۔ (مرقات جدید جلد ۲ صفحہ ۶۳۳، ابوداؤد صفحہ ۱۴۲)

اشارہ کے لئے انگلی کس کلمہ پر اٹھائے اور رکھے

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ لا الہ کے وقت اشارہ کیلئے انگشت شہادت اٹھائے اور "الا اللّٰہ" کے وقت رکھ دے۔ (مرقات جدید جلد ۲ صفحہ ۶۲۴، اعلاء السنن صفحہ ۸۶)

درمختار اور شامی میں بھی ہے کہ لا کے وقت انگلی اٹھائے اور "الا اللّٰہ" کے وقت گرا دے۔ (صفحہ ۵۰۹)

اعلاء السنن میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ "لا" نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت گرا دے۔

(جلد ۳ صفحہ ۸۶ تا ۸۹)

ابن ہمام نے علامہ حلوانی کا قول لکھا ہے کہ "لا الہ" پر انگلی اٹھائے اور "الا اللّٰہ" پر انگلی گرا دے۔

(فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۱۳)

انگشت شہادت کا رخ قبلہ کی طرف رکھے آسمان کی طرف نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد میں بیٹھتے تو انگلیوں کو (گھٹنے پر) بچھا کر رکھتے (یعنی پکڑتے نہیں کہ انگلیوں کا رخ فرش کی طرف ہو جائے)۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۸۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت سے قبلہ رخ اشارہ کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۳۲)

حافظ ابن حجر کے حوالہ سے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ اٹھاتے وقت انگلی قبلہ رخ رہے۔

(مرقات جدید جلد ۲ صفحہ ۶۲۴)

یعنی زیادہ اوپر نہ اٹھائے کہ آسمان کی طرف ہو جائے۔ امام نووی نے بھی لکھا ہے کہ رخ قبلہ کرتے ہوئے اشارہ کرے۔ (شرح مسلم صفحہ ۲۱۶)

انگلیوں کا حلقہ آخر نماز تک باقی رکھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے۔ اور انگوٹھے کے بغل والی انگلی سے اشارہ کرتے اور آپ کا بایاں ہاتھ گھٹنے پر پھیلا ہوا رہتا۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۳۱)

مالک ابن نمیر خزاعی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں قعدہ کی حالت میں دیکھا کہ دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے ہوئے انگشت شہادت کو تھوڑا اٹھائے ہوئے دعا پڑھ رہے تھے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ انگلیوں کا حلقہ آخری تشہد تک باقی رہے اور اسی طرح رہنے دے۔

(مرقات جدید صفحہ ۶۳۵)

حضرت عقبہ ابن مکرم کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ یہ حلقہ انگلیوں کا آخری نماز تک باقی رہے۔ محلی شرح موطا میں بھی ہے کہ یہ حلقہ آخری تشہد تک باقی رکھے ابن حجر مکی نے بھی ذکر کیا کہ یہ حلقہ آخری تشہد تک باقی رکھے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۹)

یعنی اشارہ کرنے کے بعد انگلیوں کا حلقہ کھول کر گھٹنوں پر پھیلائے نہیں۔

اشارہ کرتے ہوئے نگاہ انگلی پر رکھے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے اور انگلی سے اشارہ

کرتے اور نگاہ اسی پر رکھتے۔ اور کہتے فرمایا رسول پاک ﷺ نے یہ (اشارہ) شیطان پر لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (مسند احمد، الفتح جلد۳ صفحہ۱۵)

فَائِدَة: تشہد میں بیٹھتے وقت نگاہ دونوں گھٹنوں کے درمیان یا گھٹنوں پر رہے اور اشارہ کرتے وقت انگلی پر نگاہ رکھنا مسنون ہے، اِدھر اُدھر نگاہ رکھنا خلاف سنت ہے۔

اشارہ ایک انگلی سے کرنا سنت ہے دو سے نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نماز میں دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو آپ نے فرمایا ایک سے، ایک سے۔ (ترمذی صفحہ۶۵، نسائی صفحہ۱۸۷، بیہقی)

فَائِدَة: حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ نے ایک انگلی سے اشارہ کیا۔
(نسائی صفحہ۱۷۳، سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۳۰)

حضرت صالح کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن وقاص کو دیکھا کہ وہ دو انگلیوں سے اشارہ کر رہے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا ایک سے ایک سے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۳۱)

فَائِدَة: صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرے، دو انگلی سے اشارہ کرنا ممنوع ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ۸۹)

اگر کسی کی انگلی شہادت کٹی ہوئی ہو، یا کچھ عذر ہو تو اسے دوسری کسی انگلی سے اشارہ کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اشارہ چھوڑ دے۔ (کذا فی شرح المسلم للنووی جلد۱ صفحہ۲۱۶)

اشارہ کرتے وقت کیا نیت کرے

ابوالقاسم مقسم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو انگلی سے اشارہ فرماتے مشرکین کہتے یہ ہم پر جادو کرتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ توحید کا ارادہ فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۳۲)

علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ انگلی سے جب اشارہ کرے تو اللہ کی وحدت کی نیت کرے۔
(جلد۱ صفحہ۲۱۶)

تشہد میں عورتوں کے بیٹھنے کا طریقہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ عورت جب نماز پڑھے تو سرین کے بل بیٹھے اور اپنی رانوں کو ملائے رکھے۔ (مغنی ابن قدامہ جلد۱ صفحہ۵۶۲)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ وہ عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ تربع اختیار کریں۔

حضرت عطا فرماتے ہیں کہ عورتوں کی ہیئت اور حالت بیٹھنے میں مردوں کی طرح نہیں ہے۔
(ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ۲۳۹)

محمد بن اسحاق نے ابن لجلاج سے نقل کیا ہے کہ عورتیں مردوں کی طرح نہ بیٹھیں گی بلکہ اپنی سرین پر۔
(ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۷۰، عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۰۱)

عطا کہتے ہیں عورتیں بائیں رخ پر (سرین پر) بیٹھیں گی۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۷۱)

ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ عورتیں تورک کریں گی یعنی اپنے دونوں پیروں کو دائیں جانب نکال لیں گی اور بائیں سرین پر بیٹھیں گی چونکہ اس طرح بیٹھنے میں پردہ زیادہ ہے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۱۲)

اسی طرح علامہ طحطاوی مراقی الفلاح کی شرح میں لکھتے ہیں: عورت کے لئے تورک کی شکل بہتر ہے اس طرح کہ اپنی ران کو ران پر رکھیں گی۔ اور سیرین کے بل بیٹھیں گی اور پیروں کو نکال لیں گی چونکہ اس ہیئت میں بیٹھنے سے ستر کی رعایت زیادہ ہے۔ (طحطاوی جلد ۱ صفحہ ۱۴۶)

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ عورتیں مردوں کی طرح نہ بیٹھیں گی۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۰۱)

حضرت نافع نے حضرت ابن عمر کے متعلق بیان کیا کہ ان سے پوچھا گیا کہ عورتیں کس طرح نماز آپ ﷺ کے زمانہ میں پڑھتی تھیں حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ چہار زانو بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم دیا گیا کہ سرین پر بیٹھیں (ستر کی وجہ سے)۔ (جامع المسانید جلد ۱ صفحہ ۴۰۰، اعلاء السنن صفحہ ۳۰)

ابن نجیم نے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ عورت تورک کرے گی اور یہ کہ اپنی انگلیوں کو کھڑی نہ رکھیں گی۔
(البحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۳۳۹)

تشہد کون سا پڑھنا بہتر ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ہتھیلی آپ کی ہتھیلی کے درمیان تھی اور آپ ﷺ تشہد سکھا رہے تھے جس طرح کہ قرآن سکھاتے تھے جب تشہد میں بیٹھے تو یہ پڑھا:

"التَّحيَّات للّٰه والصَّلَوات والطيبَّاتُ السَّلامُ عَلَيْكَ أيها النَّبِي وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكاته السلام عَلَيْنَا وعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ أشهد أن لا اله إلا اللّٰه وأشهد ان محمدًا عبده ورسولُه"

(بخاری صفحہ ۱۱۵، مسلم صفحہ ۱۷۴، ابوداؤد صفحہ ۱۳۹، ترمذی صفحہ ۶۵، ابن ماجہ صفحہ ۶۴)

تشہد کے متعلق مختلف صیغے آپ ﷺ سے منقول ہیں ان میں تشہد ابن مسعود سب سے زیادہ بہتر ہے اور بقول امام ترمذی "اصح ما فی الباب" ہے آپ نے اس کو قرآن پاک کے اہتمام کی طرح یاد کرایا اور سکھایا ہے خود آپ نے اسے اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ خصیف سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا لوگ تشہد کے بارے میں بہت اختلاف کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا تم پر ابن مسعود

والا تشہد لازم ہے۔ جو صیغے اور کلمے ابن مسعود کی روایت میں ہیں علامہ نووی نے اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۶ صفحہ۱۱۵)

آپ ﷺ نے اس کو سکھایا اور پھر لوگوں کو سکھانے کا حکم بھی دیا۔

تشہد کے بعد درود شریف پڑھے

آپ ﷺ نے حضرت ابو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جب تم نماز میں بیٹھو تو تشہد اور مجھ پر درود نہ چھوڑو۔ یہ نماز کی زکوۃ ہے تمام انبیاء و رسل پر سلام بھیجو۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجو۔ (دار قطنی صفحہ۳۵۵)

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی نماز نہیں جو اپنے نبی پر درود نہ پڑھے۔ (دار قطنی صفحہ۳۵۵)

فَائِدَة: اگر آخری قعدہ ہے تو تشہد کے بعد درود پاک کا پڑھنا سنت ہے اور درود ابراہیمی کا پڑھنا بہتر ہے۔ (کبریٰ صفحہ۳۳۴)

نماز میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کو فرماتے

فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے نماز پڑھی مگر نہ خدا کی حمد و بڑائی بیان کی اور نہ نبی پاک ﷺ پر درود پڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے جلد بازی کی اور اسے بلایا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اولاً خدا کی حمد و ثنا کرے (جیسا کہ شروع رکعت میں پڑھا جاتا ہے) پھر درود شریف پڑھے پھر دعا پڑھے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۴۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم دو رکعت پر بیٹھو (اور یہ قعدہ اخیرہ ہو) التحیات پڑھو پھر نبی پاک ﷺ پر درود بھیجو پھر دعا کرو۔ (سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۱۴۸)

ابو الاحوص اور ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ تشہد پڑھے پھر درود پاک پڑھے پھر دعا کرے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۱۴۹)

حضرت سہیل بن سعد کی روایت میں ہے کہ جو بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں اور اس کی نماز نہیں جو درود پاک نہ پڑھے۔ اور اس کی نماز نہیں جو انصار سے محبت نہ کرے۔ (ابن ماجہ صفحہ۳۳)

درود پاک کے بعد کیا دعا پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز میں (تشہد و درود کے بعد) یہ دعا پڑھتے

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ" (بخاری صفحہ۱۱۵، نسائی صفحہ۱۹۳، بخاری مسلم)

ترجمہ: ''اے اللہ میں عذاب قبر سے اور مسیح دجال کے فتنے سے اور میں گناہ سے اور بوجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔''

فائدہ: نماز کی دعا میں ان امور اربعہ سے پناہ مانگنے کا حکم ہے چنانچہ مسلم میں مرفوعاً یہ حدیث ہے کہ تشہد کے بعد چار چیزوں سے پناہ مانگو۔ (کبریٰ صفحہ ۳۳۵)

- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تشہد کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ'' (ابوداؤد صفحہ ۱۴۱)

ترجمہ: ''اے اللہ عذاب دوزخ سے عذاب قبر سے دجال کے فتنہ سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں۔''

حضرت صدیق اکبر کو ایک دعا کی تعلیم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کوئی دعا مجھے بتا دیجئے جو میں نماز میں پڑھا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھو:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِی مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ''

(بخاری صفحہ ۱۵۵، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۲، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۰)

ترجمہ: ''اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور کوئی گناہ کو معاف نہیں کر سکتا، مگر آپ، پس آپ اپنی طرف سے میری مغفرت فرما دیجئے اور رحم فرمایئے یقیناً آپ بخشنے والے نہایت مہربان ہیں۔''

معاذ بن جبل کو ایک دعا کی تعلیم

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ملاقات فرمائی تو مجھ سے فرمایا: اے معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں تو میں نے آپ ﷺ سے کہا خدا کی قسم اے اللہ کے رسول ﷺ! میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم اس دعا کو ہر نماز میں پڑھا کرو۔

''اَللّٰهُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ''

ترجمہ: ''اے اللہ اپنے ذکر اور شکر اور اچھی عبادت سے میری مدد فرما۔'' (الفتح مسند احمد صفحہ ۳۷)

نماز میں تشہد کے بعد دعا اور تعوذ کا حکم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تشہد کے بعد) جو بہتر دعا ہو اسے پڑھو۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۵، سنن کبریٰ صفحہ ۱۵۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تشہد پھر درود پھر اپنے لئے دعا کرے۔ (صفحہ ۱۵۳)

فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود بھیجو پھر اپنے لئے جو چاہو دعا کرو۔
(نسائی صفحہ ۱۹۱، بیہقی، حاکم، الفتح جلد ۳ صفحہ ۲۲)

فائدہ: خیال رہے نماز میں سلام سے قبل درود کے بعد دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی دیا ہے اور مسنون بھی ہے نماز میں دعا عربی میں ہوگی ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی ایسی دعا نہ ہو جو کلام الناس کے مشابہ ہو بہتر ہے کہ جو دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ پڑھے جس کا ذکر الدعاء المسنون میں ہے جو دعاؤں پر بہت جامع کتاب ہے۔

دعا کے بعد دائیں بائیں جانب سلام فرماتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے فرماتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ دایاں رخسار مبارک نظر آ جاتا پھر بائیں جانب رخ پھیرتے اور فرماتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ بایاں رخسار مبارک نظر آ جاتا۔ (مشکوۃ صفحہ ۸۸، ابن ماجہ نسائی صفحہ ۱۹۵)

حضرت عامر بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں جانب سلام اس طرح پھیرتے کہ رخسار مباک کی سفیدی نظر آ جاتی۔ (مسلم صفحہ ۸۸، ۷، مشکوۃ صفحہ ۸۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں جانب دونوں طرف سلام پھیرتے اوّلاً دائیں جانب پھر بائیں جانب اور یہ کہ رحمۃ اللہ تک ہی کہتے، نماز کے سلام میں برکاتہ کہنا درست نہیں بدعت اور ممنوع ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۴۳)

آپس کے سلام میں اس کی اجازت ہے۔

سلام میں چہرہ مبارک پورا دائیں بائیں موڑتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں جانب اس طرح سلام پھیرتے کہ رخسار مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی۔ (نسائی صفحہ ۱۹۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سلام پھیرتے وقت چہرے کو پوری طرح دائیں کندھے اور بائیں کندھے کی طرف موڑے بعض لوگ تھوڑا سا رخ کرتے ہیں اور سلام پھیر دیتے ہیں گردن پوری طرح نہیں موڑتے سو یہ خلاف سنت ہے۔

سلام میں اللہ کے زیر کو ادا نہ کرے اور نہ سلام پر مد کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حذف سلام سنت ہے۔
(ترمذی جلد ا صفحہ ٦٦، ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ٣٦٢)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ رحمۃ اللہ کی ہا پر سکون، وقف کرے، زیر نہ پڑھے بعض جاہل اماموں کو دیکھا گیا ہے کہ پہلے سلام میں اللہ کی ہا پر زیر پڑھتے ہوئے دوسرے سلام سے ایک سانس میں ملا دیتے ہیں یہ درست نہیں، دونوں سلام الگ الگ سکون کے ساتھ ہونا چاہئے اور سلام میں الف کو زیادہ مد کی طرح نہ کھینچنا چاہئے کہ یہ منع ہے۔

سلام پھیرتے وقت کیا نیت کرے

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم امام کو سلام کریں اور ایک دوسرے پر سلام کریں۔ (ابن ماجہ صفحہ ٦٦، تلخیص صفحہ ١٠٥)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر دائیں بائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے اپنے بھائی کی نیت کرے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ١٨١)

فائدہ: سلام پھیرتے وقت اس طرح نیت کرنا مسنون ہے مقتدی سلام اول میں دائیں جانب کے مقتدی اور فرشتوں کی نیت کرے اور بائیں جانب میں بائیں جانب کے مقتدی اور فرشتوں کی نیت کرے مقتدی امام کی بھی نیت کرے اگر امام بالکل سامنے بیچ میں ہی ہے تو دائیں سلام میں اس کی نیت کرے اگر دائیں یا بائیں جانب ہے تو پھر اس رخ میں جس رخ میں امام ہو سلام کی نیت کرے۔ (ہدایہ بنایہ جلد ٢ صفحہ ٢٥٧)

سلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب کا رخ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دائیں جانب رخ پھیر لیتے تھے (نماز سے فارغ ہونے کے بعد)۔ (مسلم جلد ا صفحہ ٢٤٧)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ تمنا کرتے تھے کہ نماز میں دائیں جانب رہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ ہماری جانب رہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ٢٤٧)

فائدہ: نماز سے فارغ ہونے پر اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب رخ فرما لیتے تھے اسی وجہ سے حضرات صحابہ یہ تمنا کرتے تھے کہ ہم دائیں جانب رہیں تاکہ آپ کا مواجہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا مبارک ہو۔

کبھی دائیں اور بائیں دونوں جانب حسب موقع رخ فرماتے

قبیصہ بن ہلب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرماتے دائیں جانب کبھی بائیں جانب رخ

فرماتے۔ (ترمذی صفحہ ۶۶، عمدۃ القاری صفحہ ۱۴۳)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے تو ہماری جانب رخ فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۱۱۸)

عمر بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دائیں اور بائیں جانب رخ پھیر لیتے تھے۔

فائدہ: علامہ عینی ان روایات مذکورہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دونوں قسم کی روایتیں ہیں، کبھی دائیں جانب کبھی بائیں جانب نماز سے فراغت پر رخ فرما لیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دائیں جانب رخ فرماتے تھے۔ (عمدۃ صفحہ ۱۴۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اگر آپ کو دائیں جانب کوئی ضرورت ہوتی تو دائیں رخ اور بائیں جانب کوئی ضرورت ہوتی تو بائیں رخ مڑ جاتے (عمدۃ صفحہ ۱۴۳)

فائدہ: خیال رہے کہ دائیں بائیں جانب رخ کرنے کی متعدد وجہیں ہوتی تھیں:

1. کبھی امور آخرت، مسائل دینیہ کی باتیں بتاتے تھے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں جو حضرات پند و نصیحت کے اہل ہیں ان حضرات کے لئے ہے کہ وہ مصلّی کی طرف دائیں یا بائیں رخ کر کے بیان کریں۔ (عمدۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)
2. کبھی اس لئے مڑتے کہ نماز کے بعد مجلس وعظ و نصیحت مسجد میں منعقد فرماتے۔ اور دائیں رخ اس لئے اختیار فرماتے کہ اس کو شرف حاصل ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۲۸۰، اعلاء السنن صفحہ ۱۵۱)

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارکہ میں جانے کے لئے بائیں رخ اختیار فرماتے کہ مسجد کے بائیں جانب حجرہ تھا۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۵۱)

فجر کے بعد عموماً خواب معلوم کرنے اور بتانے کے لئے بھی رخ موڑ لیتے تھے علامہ طحطاوی فرماتے ہیں امام کے لئے یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے خواہ دائیں جانب یا بائیں جانب متوجہ ہو جائے۔ (صفحہ ۲۶۳)

مراقی الفلاح میں ہے کہ مستحب یہ ہے کہ امام سلام و دعا کے بعد دائیں جانب سنن و نوافل کے لئے ہو جائے۔ عصر اور فجر کے بعد دائیں یا کبھی بائیں جانب متوجہ ہو کر ذکر و دعا کرے، اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، متصلاً بلا بیٹھے مختصر دعا مانگ کر سنتوں میں مشغول ہو جائے۔ (کبریٰ صفحہ ۳۴۱، اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۵۲)

فرض نماز کے بعد کتنی مقدار دعا مانگتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے بعد سلام پھیرتے تو صرف

اس دعا کی مقدار بیٹھتے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ"

(ابن خزیمہ صفحہ ۳۶۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے۔"اللهم انت السلام یا ذالجلال والاکرام"۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۱۳، ابن خزیمہ صفحہ ۳۶۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے جب سلام پھیرتے تو یہ دعاء پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ" (ابوداؤد صفحہ ۲۱۲)

ترجمہ: "اے اللہ ہمارے اگلے پچھلے مخفی ظاہر اور ہماری زیادتی کو معاف فرما آپ ہم سے خوب واقف ہیں آپ ہی اول آپ ہی آخر ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

فائدہ: فرض نماز کے بعد دعائیں آپ سے بکثرت روایات میں ثابت ہیں۔ سلام سے فارغ ہونے کے بعد دعاء مانگنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد دعا مختصر مانگنی چاہئے۔ مثلاً "اللهم انت السلام" کے مقدار جیسی دعائیں، طویل دعا مانگنا خلاف سنت ہے۔ شرح منیہ میں کبیری نے اور الدر المختار میں علامہ حصکفی نے لکھا ہے جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں "اللهم انت السلام الخ" کی مقدار سے زائد رکنا اور دعا کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ جلد ہی سنتوں کی ادائیگی میں لگ جائے۔ (صفحہ ۳۴۱، شامی صفحہ ۵۳)

خیال رہے کہ یہ امام کے حق میں ہے۔ تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے گنجائش ہے۔ (کبری صفحہ ۳۴۲)

جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں اس میں کچھ طویل کی اجازت ہے احادیث میں جو نماز کے بعد طویل اور مختلف دعائیں ثابت ہیں وہ ان نمازوں کے بعد ہیں جن کے بعد سنتیں نہیں ہیں۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۵۴)

شمس الائمہ حلوانی نے فرض کے بعد اذکار اور اوراد کی اجازت دی ہے اور کہا کہ "لاباس بہ".

(طحطاوی مراقی الفلاح۔ اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۵۴)

اسی طرح علامہ شامی اور دیگر فقہاء نے بھی فرض کے بعد اذکار وظائف کی اجازت دی ہے۔

(شامی جلد ۱ صفحہ ۵۳)

سلام کے بعد استغفار فرماتے

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ

استغفار فرماتے۔ (مسلم صفحہ ۲۱۸، نسائی صفحہ ۱۹۶، ابن خزیمہ جلد اصفحہ ۳۶۳)

امام اوزاعی نے کہا کہ آپ "اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ استغفر اللّٰہ" کہتے تھے۔ (مسلم جلد اصفحہ ۲۱۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز کے بعد "لا الہ الا اللّٰہ" فرماتے۔

(مسلم جلد اصفحہ ۲۱۸)

سلام کے بعد تکبیر کہتے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کا علم ہم لوگوں کو تکبیر کی آواز سے ہوتا۔ (بخاری جلد اصفحہ ۱۱۶، نسائی صفحہ ۱۹۶)

فَائِدَۃ: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز کے بعد ایک مرتبہ یا تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے۔ (حاشیہ نسائی صفحہ ۱۹۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ ممکن ہے آپ تسبیح وتحمید سے قبل اللہ اکبر ادا فرماتے ہوں۔

(فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۲۶)

سلام کے بعد کا ایک عمل

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو دائیں ہاتھ کو سر پر رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھتے:

"بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ اذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَالْحُزْنَ" (الدعاء للطبرانی. ع ۱۰۹۶، زاد المعاد صفحہ ۳۰۳)

سلام کے بعد آیت الکرسی

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا اس کے لئے جنت سے روکنے والی چیز صرف موت ہے۔ (عمل الیوم، نسائی صفحہ ۱۸۲، زاد المعاد صفحہ ۳۰۳)

حضرت عبداللہ بن حسن کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا وہ دوسری نماز کے آنے تک خدا کی حفاظت میں رہے گا۔ (الدعاء صفحہ ۱۱۰۳، مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، زاد المعاد صفحہ ۳۰۴)

فرض نماز کے بعد آپ ﷺ کیا ذکر فرماتے

حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سلام کے بعد یہ پڑھتے:

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

قَدِیْرٌ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ"

(ابوداؤد صفحہ ۲۱۱، مسلم صفحہ ۲۱۸)

ترجمہ: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے لئے خالص تعریف ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے لئے خالص دین ہے اگرچہ کافر کو پسند نہ ہو۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ پڑھتے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" (بخاری صفحہ ۱۱۷)

ترجمہ: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت اسی کے لئے تعریف وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ جسے آپ دیں اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے نہ دیں اسے کوئی دینے والا نہیں۔ اور مالداروں کو مالداری نفع نہیں دیتی۔"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسے فرض نماز کے بعد پڑھے گا قیامت کے دن اس پر میری شفاعت واجب ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدٍ الْوَسِیْلَةَ وَاجْعَلْهُ فِی الْمُصْطَفِیْنَ مُحَبَّتَهٗ وَفِی الْعَالِیْنَ دَرَجَتَهٗ وَفِی الْمُقَرَّبِیْنَ دَارَهٗ" (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۲)

ترجمہ: "اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ سے نوازیے۔ اور منتخب لوگوں میں ان کو محبوب بنا دیجئے اور بلند مقام میں ان کو درجہ دیجئے اور مقربین میں ان کا ٹھکانہ بنا دیجئے۔"

کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ نماز کے بعد ایسے اذکار ہیں جس کا پڑھنے والا نامراد نہیں ہوگا۔ ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۴۵۰، مسلم صفحہ ۲۹۱)

فائدہ: نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد اذکار و دعائیں مروی ہیں۔ جن کا مفصل بیان "الدعاء المسنون" میں مذکور ہے۔ وہاں اس کی تفصیل دیکھئے۔ اکثر و بیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۳ مرتبہ استغفار فرماتے۔

فرض کی جگہ سنت ادا نہ فرماتے جگہ بدل دیتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام سلام پھیرے تو اسی جگہ نفل نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ اس جگہ سے ہٹ جائے یا گفتگو سے فصل نہ پیدا کر دے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فرض کے بعد نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو آگے پیچھے یا دائیں بائیں ہو جائے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۰، فتح جلد ۲ صفحہ ۳۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ امام اسی جگہ نماز نہ پڑھے (جس جگہ فرض ادا کیا ہے) (فتح الباری صفحہ ۳۳۴ جلد ۲)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب ادا فرما لیتے (فرض نماز) تو فوراً ہٹ جاتے یا تو کھڑے ہو جاتے یا منحرف ہو جاتے دائیں جانب یا بائیں جانب۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۲۹)

حضرت عطا نے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ نماز پڑھی جیسے آپ نے نماز پڑھی فوراً ہی کھڑے ہوئے۔

(یعنی اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ آ گئے۔ پھر میں نے حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوئے تو فوراً ہٹے گویا تیزی سے کود کر ہٹ گئے۔ (عمدۃ صفحہ ۱۳۹)

فرض کی جگہ نفل وسنت نہ پڑھتے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا امام اسی جگہ نماز (نفل نہ پڑھے جس جگہ فرض پڑھا ہے)۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۰)

حضرت عطا کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو دیکھا کہ ایک شخص کو دھکا دیا جو اسی فرض کی جگہ نفل پڑھ رہا تھا اور فرمایا کہ میں نے اسی وجہ سے دھکا دیا تا کہ آگے یا پیچھے ہو جاؤ۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۱)

حفص ابن غیاث کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جب نماز سنت پڑھتے تو اس جگہ سے ہٹ جاتے جہاں فرض نماز پڑھتے۔ (سنن کبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۲)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ جب سنت و نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو آگے پیچھے ہو جائے۔ دائیں جانب یا بائیں جانب سے ہٹ جائے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۰ جلد ۲)

حضرت معاویہ نے سائب بن یزید سے کہا کہ (جب کہ وہ فرض کی جگہ سنت ادا کر رہے تھے) جب تم جمعہ پڑھ لو تو اسی جگہ دوسری نماز نہ پڑھو یا وہاں سے ہٹ جاؤ یا بات وغیرہ کر لو کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ایک نماز کے ساتھ دوسری نماز کو نہ ملائیں چاہے گفتگو کر لیں یا ہٹ جائیں۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۸، سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۱)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ جس مقام پر فرض ادا کیا گیا ہے اسی مقام پر نفل وسنت نہ ادا کرے

بلکہ ذرا ہٹ جائے۔ امام کے لئے تو اسی جگہ سنت کا ادا کرنا مکروہ ہے چنانچہ اعلاء السنن میں ہے۔ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ امام کا فرض کی جگہ سنت ادا کرنا ممنوع ہے کم ازکم اس سے کراہت آئے گی جوہرہ میں ہے کہ اسی جگہ سنت امام کے لئے مکروہ ہے۔ صاحب المراقی نے کہا کہ امام کے لئے مستحب ہے کہ سنت ونفل کے لئے اس مقام سے ہٹ جائے اسی طرح مقتدی کے لئے بھی۔ (اعلاء صفحہ ۲۴۴)

اسی طرح درمختار اور شامی میں بھی ہے اسی جگہ سنت ادا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (شامی صفحہ ۵۳۱)

امام کے مقابلہ میں مقتدی کے لئے کچھ گنجائش ہے گو اس کے لئے بھی مستحب ہے یہی ہے کہ فرض کے بعد سنت کے لئے الگ ہٹ جائے۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)

حضرت سائب اور ابوہریرہ اور آثار ابن مسعود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مقتدی بھی فرض کی جگہ سے ہٹ کر سنت ونوافل ادا کرے چنانچہ سائب اور ابوہریرہ کی حدیث سے مقتدی کے لئے بھی تحول ثابت کیا گیا ہے کمافی اعلاء صفحہ ۲۴۰ چنانچہ طحطاوی میں ہے کہ قوم یعنی مقتدی کے لئے مستحب ہے کہ ہٹ جائے تاہم اگر بھیڑ اور ازدحام ہو تو اسی جگہ پڑھ لے گردنوں کو پھاند کر نمازیوں کو اس مستحب کی ادائیگی میں پریشان نہ کرے، نہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرے۔

عموماً لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جگہ بدلنے کے لئے جو ایک امر مستحب اور بہتر ہے کوئی واجب ولازم نہیں نمازیوں کے آگے سے گزرتے ہیں لوگوں کی گردنوں کو پھاندتے ہیں سو یہ درست نہیں اس سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے مسبوق کو بقیہ نماز ادا کرنے میں زحمت ہوتی ہے ایک امر مستحب کی ادائیگی کے لئے مصلی کے آگے سے گزرنے کا گناہ اور لوگوں کو اذیت کا گناہ حاصل کرنا تقاضۂ ایمانی اور عقل شرافت کے خلاف ہے اسی مقام پر سنت ونوافل ادا کریں کوئی مکروہ تحریمی اور ناجائز نہیں ہے۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی جگہ سنت ادا کر لیتے تھے۔ ان سے دونوں قسم کی روایت ثابت ہے، ہٹ کر پڑھنا، اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دینا اور اسی جگہ پڑھ لینا۔ جیسا موقع دیکھا ویسا کر لیا مثلاً تنگی، بھیڑ ازدحام دیکھا وہیں پڑھ لیا یا اس وجہ سے کہ لوگ لازم اور ضروری قرار نہ دے دیں وہیں پڑھ لیا کرتے۔

فرض نماز کے بعد دعا کے متعلق ایک تحقیق

سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے

محمد بن یحییٰ اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو

دیکھا کہ سلام سے پہلے کی دعا میں ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہا ہے تو اس شخص سے فراغت نماز پر کہا کہ نبی ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا اس وقت فرماتے جب نماز سے فارغ ہو جاتے۔ (ابن ابی شیبہ: اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۶۱)

اسود عامری نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی۔ (ابن ابی شیبہ، اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۶۴)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ ہمارے والد نے کہا جب آپ ﷺ دعا فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا فرض نماز سے فارغ ہو کر جو بندہ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگے، تو اللہ پاک کا حق ہے کہ اسے نامراد اور خالی ہاتھ نہ لوٹائے:

"اَللّٰھُمَّ اِلٰھِی وَاِلٰہَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ وَاِلٰہَ جِبْرِئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ اَسْئَلُکَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِی فَاِنِّی مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمَنِی فِی دِیْنِی فَاِنِّی مُبْتَلًی وَتَنَالَنِی بِرَحْمَتِکَ فَاِنِّی مُذْنِبٌ وَتَنْفِی عَنِّی الْفَقْرَ فَاِنِّی مُتَمَسْکِنٌ"

(ابن سنی صفحہ ۱۳۸، اعلاء السنن صفحہ ۱۶۴)

ترجمہ: "اے اللہ! میرے اللہ ابراہیم اسحاق یعقوب کے، اور جبرائیل، میکائیل اسرائیل کے اللہ، آپ سے سوال کرتا ہوں آپ دعا قبول کیجئے میں پریشان حال ہوں مرے دین کی حفاظت کیجئے۔ میں آزمائش میں پڑا ہوں۔ آپ کی رحمت مجھے حاصل ہو کہ میں گنہ گار ہوں اور فقر وغربت دور فرما دیجئے کہ میں مسکین ہوں۔"

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ فرض نماز کے بعد دعا آپ ﷺ سے روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ ارباب حدیث نے الدعاء بعد السلام پر باب قائم کر کے اس کے سنت ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ کہ ہاتھ اٹھا کر بھی ثابت ہے اور یہ ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں بھی ہے۔ ابوطیب سندھی ثم المدنی کی شرح ترمذی کے حوالہ سے اعلاء السنن میں ہے، **"اذا فرغت فسلم وارفع یدیك بعدها سائلاً"** (جلد ۳ صفحہ ۱۶۵)

فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ سلام کر و اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو۔ مزید تفصیل "الدعاء المسنون" میں دیکھئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ متوجہ ہوتے ہوئے یہ دعا مانگی: **"اللهم اخلص الولید بن الولید"** (تحفۃ الاحوذی، صفحہ ۲۴۵)

محمد بن یحییٰ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا

کہ فراغت نماز سے پہلے ہاتھ اٹھا کر مانگنے لگا تھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے بتاتے ہوئے کہا کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے (سلام پھیر کر) فارغ نہ ہو جاتے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگتے۔ (مجمع الزوائد تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۵)

اسود عامری نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی آپ نے جب سلام پھیرا تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا پھر دعا کی۔ (ابن ابی شیبہ، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے۔ لہٰذا اس کی سُنیت ثابت ہوگئی، اور قاعدہ ہے کہ سنت سے ثبوت کے بعد تاوقتیکہ ممانعت و نسخ وغیرہ ثابت نہ ہوجائے اس کی مسنونیت باقی رہتی ہے۔ بھلا بتایئے جو طریقہ سنت سے ثابت ہو بدعت اور رسم سے اسے موسوم کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

کیا فرض نماز کے بعد دعا مانگنا خصوصاً ہاتھ اٹھا کر بدعت ہے

خیال رہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعاؤں کا مانگنا احادیث سے ثابت ہے۔ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر قسم کی روایتیں منقول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق فضائل تاکید تعلیم بھی ثابت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عملاً بھی ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کے بعد دعا کی اور اس کی تاکید اور فضائل بھی بیان فرمائے اور آپ سے دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا بھی ثابت ہے اس کی فضیلت اور روایتیں بھی منقول ہیں۔ اہل علم و اہل فہم پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خواہ چند ہی مرتبہ کیا ہو اور اس کی فضیلت اور ثواب بیان فرمایا جس کی تاکید کی ہو بھلا وہ بدعت ہوسکتی ہے اور خلاف سنت کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں چنانچہ اس کے متعلق روایتیں اور آثار ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ اس کا استحباب و سُنیت دلائل سے معلوم ہو جائے۔

❶ وہ روایتیں جس میں فضائل و تاکید ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس دعا کو فرض نماز کے بعد پڑھے گا، قیامت کے دن اس پر میری شفاعت ضرور ہوگی۔

"اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدَ الْوَسِيْلَةَ وَاجْعَلْهُ فِي الْمُصْطَفِيْنَ مُحَبَّتَهٗ وَفِي الْعَالِيْنَ دَرَجَتَهٗ وَفِي الْمُقَرَّبِيْنَ دَارَهٗ" (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۱۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد میں معوذتین پڑھوں۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۱۳، اذکار نووی صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: معوذتین استعاذہ اور دعا ہے۔

نماز کے بعد دعا کے سلسلے میں آپ کی عملی روایتیں

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب سلام پھیرتے تو یہ دعا فرماتے اور اس مقدار سے زیادہ نہ بیٹھتے۔

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ"

(مسلم صفحہ ۲۱۸، ابوداؤد صفحہ ۲۱۲، ترمذی صفحہ ۶۶، النسائی صفحہ ۱۹۶، مطالب عالیہ عن ابن عمر جلد ا صفحہ ۱۳۰)

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب سلام پھیرتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے پھر یہ دعا فرماتے۔

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ"

(روی ابن ابی شیبہ عن ابن عمر، مسلم صفحہ ۲۱۸، ترمذی صفحہ ۶۶، دارمی ۳۱۱، نسائی)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" (بخاری صفحہ ۱۱۷، ابوداؤد صفحہ ۲۱۱، مسلم، نسائی صفحہ، دارمی جلد ا صفحہ ۳۱۱)

مصنف ابن عبدالرزاق میں ہے کہ مغیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خط میں لکھا کہ میں نے خود نبی پاک ﷺ کو سلام کے بعد یہ دعا فرماتے ہوئے سنا، چنانچہ حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ منبر پر (خطبہ اور تقریر کے دوران) لوگوں کو حکم دیتے تھے اور ان کو یہ دعا سکھاتے تھے کہ نماز کے بعد پڑھا کریں۔

(مصنف ابن اشیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۵، نسائی صفحہ ۱۹۷)

دیکھیے حضرت مغیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب یہ روایت حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بتائی تو امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ برسر عام منبر پر لوگوں کو اس کا حکم اور اس کی تعلیم فرمانے لگے، اب بتایا جائے کہ یہ خلاف سنت تھا، اس واقعہ سے تو صحابہ کے ایک جم غفیر کی اس کی سُنّیت پر تصدیق ہوگئی۔

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو یہ دعا کی:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ" (مطالب عالیہ صفحہ ۱۳۱)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز کے سلام کے بعد یہ دعا پڑھتے:

"سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (منحۃ المعبود مسند طیالسی صفحہ ۱۰۶، الدعاء جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۱)

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد یہ دعا فرماتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ"

میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ اسے نماز کے بعد پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اس دعا کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھتے تھے۔ (نسائی صفحہ ۱۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کوئی نماز ایسی نہیں (خواہ فرض یا نفل) جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا نہ فرماتے ہوں:

"رَبِّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ اَعِذْنِیْ مِنْ حَرِّ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ"

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۷، الطبرانی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی فرض نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف رخ فرماتے اور یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ عَمَلٍ يُخْزِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ صَاحِبٍ يُرْدِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ عَمَلٍ يُلْهِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ فَقْرٍ يُنْسِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ غِنًى يُطْغِيْنِیْ" (مجمع جلد ۱ صفحہ ۱۱۰، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۷۰، مجمع الزوائد، ابویعلی، ابن سنی صفحہ ۱۰۷)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سنی:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطَايَ وَذُنُوْبِیْ كُلَّهَا وَاَجِرْنِیْ وَاهْدِنِیْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِیْ لِصَالِحِهَا وَلَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ"

(سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۷۰، مجمع الزوائد صفحہ ۱۰۱، وبزار، نزل الابرار صفحہ ۱۰۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِیْ آخِرَهٗ وَخَيْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَهٗ وَاجْعَلْ خَيْرَ اَيَّامِیْ يَوْمَ اَلْقَاكَ" (مجمع صفحہ ۱۱۰، اذکار صفحہ ۶۰، ابن سنی، نزل الابرار صفحہ ۱۰۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کے بعد یہ دعا کر رہے تھے:

"اللهم اخلص الوليد وسلمة ابن هشام الخ" (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۵)

فجر کی نماز کے بعد خاص کر یہ دعا فرماتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فجر کی نماز کے بعد یہ دعا فرماتے۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِزْقًا طَيِّبًا وَعِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا" (ابن ماجہ صفحہ ۶۶، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۹۴، مجمع، ابن سنی صفحہ ۲۴)

فجر اور مغرب کے بعد دعا کی تاکید

ابوحارث تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے مجھے بتایا کہ جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو ۷ مرتبہ یہ پڑھو "اللهم احربي من النار" یعنی اگر تم اسی دن وفات پا گئے تو آزادی جہنم کا خلاصی نامہ خدائے پاک مرحمت فرمائے گا۔ اسی طرح صبح کی نماز سے جب تم فارغ ہو جاؤ تو ۷ مرتبہ یہ کہو۔ اگر انتقال کر گئے تو آزادی جہنم کا پروانہ تمہارے لئے لکھ دیا جائے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۹۳، ابن سنی صفحہ ۱۲۲)

فائدہ: دیکھئے ان دو فرضوں کے بعد بھی دعاؤں کا ثبوت عملاً وقولاً بھی آپ ﷺ کے عمل سے اور آپ ﷺ کے فرمان مبارک سے ہو رہا ہے اور آپ ﷺ اس کی فضیلت اور تاکید فرما رہے ہیں۔ اب آپ بھی سنجیدگی سے اور طمانیت قلب سے غور کیجئے جس پر آپ نے عمل کیا، جس کی آپ نے فضیلت اور تاکید فرمائی وہ سنت اور مستحب ہوگی یا بدعت اور منکر ہوگی اور کیا اس پر رد اور نکیر کرنا درست ہوگا۔ ہاں اگر مزاج ہی بدل جائے تو دوسری بات ہے۔ خیال رہے کہ حدیث پاک میں بعد الصلوٰۃ سے مراد فرض نماز کے بعد مراد ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "المراد بالصلوة عند الاطلاق المكتوبة" (جلد ۳ صفحہ ۳۱۹)

نماز کے بعد دعاؤں کے ثبوت میں قولی روایتیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ ایک دن پکڑا اور فرمایا اے معاذ میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ حضرت معاذ نے فرمایا، میرے ماں باپ آپ پر قربان میں بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا اے معاذ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کسی نماز کے بعد اس دعا کو نہ چھوڑنا: "اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ" (ابوداؤد صفحہ ۲۱۳، نسائی، ابن خزیمہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے انہوں نے پوچھا کون سی دعا زیادہ باعث قبول ہے آپ نے فرمایا شب اخیر کی دعا اور فرض نماز کے بعد کی دعائیں۔ (نسائی، وترمذی صفحہ ۵۶۳)

فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز پڑھ لو تو اولاً خدا کی تعریف، حمد وثناء، بیان کرو، پھر مجھ پر درود پڑھو، پھر جو چاہو دعا کرو۔ (اذکار صفحہ ۷۹)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز دو دو رکعت ہے ہر

رکعت میں تشہد ہے پھر تخشع، تخضع، تواضع کی ہیئت بناؤ، پھر نماز کے بعد دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی کا رخ کو اپنی طرف کرتے ہوئے قبلہ رخ دعا مانگو کہو اے رب اے رب ۔۔۔۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ا صفحہ ۲۴۶، ترمذی صفحہ ۸۷)

فرض نماز کے بعد کی دعا باعث قبولیت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب آخیر میں اور فرض نماز کے بعد۔ (ترمذی صفحہ ۵۶۳)

حضرت جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرض نماز کے بعد کی دعا نفل نماز کے بعد کی دعا سے اسی طرح افضل ہے جیسے فرض نماز کو نضیلت ہے نفل نماز پر۔ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۵)

حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو خدا کی حمد وثناء کرو۔ پھر درود پڑھو، پھر جو چاہو دعا کرو۔ (ابن سنی صفحہ ۱۱۳، نزل الابرار صفحہ ۱۰۱)

فَائِدَۃ: ان روایتوں سے بھی نمازوں کے بعد دعاؤں کا ثبوت ہو رہا ہے، جب فرض کے بعد دعاء کی قبولیت کا وقت ہوگا تو اس دعا کا حکم اور فضیلت ثابت ہو جائے گی۔

مختلف مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بادیہ نشین اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمعہ کے دن آیا اور کہا اے اللہ کے رسول جانور پریشان ہو گئے، لوگ ہلاک ہو گئے (بارش نہ ہونے کی وجہ سے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ اپنے اپنے ہاتھوں اٹھایا۔ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دعا میں ہاتھ اٹھاتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہاں آپ سے جمعہ کے دن کہا گیا بارش کی وجہ سے قحط کا سامنا پڑ رہا ہے زمین خشک ہو رہی ہے جانور ہلاک ہو رہے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور اتنا اٹھایا کہ بغل کی سفیدی نظر آئی۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۱۹۱، تحفۃ صفحہ ۲۴۶، بخاری جلد ا صفحہ ۱۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ طفیل بن عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ا ں میں آئے اور کہا کہ قبیلہ دوس نے نافرمانی کی آپ ان پر بددعا فرما دیجئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہوئے اور ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا فرمائی: "اللھم اھد دوساً" اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دیجئے۔ (ادب مفرد، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہے ہیں۔ (مسلم صفحہ ۲۹۶، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۶)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو

اٹھاتے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۹)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ آپ ﷺ سے ثابت ہے اسی وجہ سے تمام محدثین وفقہاء نے دعا کے آداب میں شمار کیا ہے، اہل حدیث کے محقق عالم محدث عبدالرحمٰن اعظمی نے تحفۃ الاحوذی میں لکھا ہے: "ان رفع الیدین من آداب الدعاء قد ثبت عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رفع الیدین فی کثیر من الدعاء" (جلد۱ صفحہ ۲۴۶)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں عرفات میں آپ ﷺ کا ردیف تھا، آپ دونوں ہاتھوں کو اٹھائے دعا فرما رہے تھے۔ (نسائی صفحہ ۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمارہے تھے۔ (ادب مفرد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ طفیل بن عمرو دوسی نے آپ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ قبیلہ دوس نے نافرمانی اور انکار کیا ہے آپ ان کے لئے بددعا فرما دیجئے۔ تو آپ ﷺ قبلہ رو ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی۔ لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان کے لئے بددعا فرمائیں گے مگر آپ نے ان کے لئے دعا کی اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دیجئے اور ان کو میرے پاس لائیے۔ (ادب مفرد)

ان تمام روایتوں سے دعا کے موقعہ پر آپ ﷺ کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے، اسی وجہ سے نماز کے بعد یا اور کسی عبادت کے بعد مطلقاً کسی دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا سنت ہے جو دعا کے آداب میں سے ہے۔ تمام فقہاء ومحدثین نے اسے آداب دعا میں شمار کیا ہے، محدثین نے باب قائم کر کے اس کی سُنّیت اور مشروعیت کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ادب مفرد میں باب قائم کیا ہے "رفع الایدی فی الدعاء" اسی طرح امام ترمذی نے "باب رفع الایدی عند الدعاء" قائم کیا ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۱۷۶)

اہل حدیث کے محقق عالم صاحب تحفۃ الاحوذی نے شرح ترمذی میں خود اسے ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "ان رفع الیدین من اداب الدعاء قد ثبت عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رفع الیدین فی کثیر من الدعاء" (جلد ا صفحہ ۲۴۶)

تعجب ہے پھر کس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر رد اور انکار کرتے ہیں۔

دعا میں ہاتھ اٹھانے کی فضیلت اور حکم

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا رب بڑا ہی حیاء دار کریم ہے جب کوئی ہاتھ اٹھا کر اس سے کوئی دعا کرتا ہے تو خالی ہاتھ واپس کرنے میں اسے شرم

محسوس ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۵، ابوداؤد صفحہ ۲۰۹)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی منقبت اور فضیلت ہے اور خدائے پاک کو ایسے ہاتھوں کو نامراد واپس کرنے سے شرم محسوس ہوتی ہے اور جس عمل کی فضیلت اور منقبت حدیث وسنت سے ثابت ہو اس پر ردو انکار درست نہیں۔

حضرت ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کندھے تک اٹھاؤ۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۹)

حضرت مالک بن یسار رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم دعا کرو تو ہتھیلیوں کو اندر کی جانب کرتے ہوئے مانگو۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۹)

ابن ابی وداعۃ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہو تو ہر دو رکعت پر تشہد پڑھو، خضوع اور مسکنت کا اظہار کرو، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر (سلام کے بعد) دعا کرو، اور کہو اے اللہ اے اللہ...... (ابوداؤد صفحہ ۱۸۳، ابن ماجہ صفحہ ۹۴)

فائدہ: دیکھئے ان روایتوں میں دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنے کی فضیلت اور تاکید ہے اور جن روایتوں میں فضیلت اور حکم ہو اسے اختیار کرنا مشروع اور مسنون ہوگا۔

محدثین کرام نے ابواب قائم کر کے اس کے سنت ہونے کو ثابت کیا ہے

محدثین نے نماز کے بعد دعاؤں کی سُنّیت اور مشروعیت پر باب قائم کیا ہے، تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ فرض اور دیگر نمازوں کے بعد دعا کرنی سنت یا مستحب ہے۔

1. امام مسلم رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى نے "استحباب الذکر بعد الصلوۃ"
2. امام ابوداؤد رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى نے "ما یقول اذا سلم" (صفحہ ۲۱۱)
3. امام نسائی رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى نے "الدعاء بعد التسلیم" (صفحہ ۱۹۷ اور) "الدعاء عند الانصراف من الصلوۃ" (صفحہ ۱۹۷)
4. امام ابن ماجہ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى نے "باب ما یقال بعد التسلیم" (جلد ۱، صفحہ ۲۲)
5. امام ترمذی رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى نے "باب ما یقول الرجل اذا سلم" (جلد ۱ صفحہ ۲۲)
6. امام داری رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى نے "القول بعد السلام" (جلد ۱ صفحہ ۳۱۱)
7. مطالب عالیہ میں حافظ ابن حجر نے "القول عقب الصلوۃ"
8. علامہ منذری رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى نے الترغیب میں "اذ کار بعد الصلوۃ المکتوبات" (جلد ۱ صفحہ ۴۵۰)

❾ نیل الاوطار میں علامہ شوکانی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے "فی الدعاء والذکر بعد الصلوۃ" (جلد۲صفحہ۳۰۶)

❿ ابوبکر ہیثمی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے مجمع الزوائد میں "الدعاء عقیب الصلوۃ" (جلد۲صفحہ۱۴۷)

ان کے علاوہ اور بہت سے محققین محدثین نے نماز کے بعد دعا کی سُنّیت مشروعیت پر باب قائم کیا ہے۔ امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بھی اس کی سُنّیت اور مشروعیت کے قائل ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں "واستدل به البخاری رحمه اللّٰه تعالیٰ علی فضل الدعا عقب الصلٰوة کما سیاتی فی الدعوات" (جلد۳صفحہ۲۳۱)

انتباہ

فرض نماز کے بعد دعا مانگنے پر انکار کرنے والے حضرات عموماً ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں "اما الدعاء بعد السلام من الصلوة مستقبل القبلة او المامؤمنیں فلم یکن من هدیه ولا روی عنه باسناد صحیح ولا حسن."

یہ تحقیق اور رائے ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے منفردات میں سے ہے، مطلقاً آپ ﷺ سے ثبوت اور اس کے سنت ومستحب ہونے کا انکار صحیح نہیں ہے، ماقبل میں اس کی تحقیق آچکی ہے، خیال رہے کہ جس عمل کی فضیلت ومنقبت اور تاکید وحکم اسی طرح آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہو جائے خواہ ایک دو ہی مرتبہ سہی تو وہ سنت ومستحب ہو جاتی ہے تاوقتیکہ اس کی ممانعت یا اس کا نسخ ثابت نہ ہو جائے، فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا آپ ﷺ سے ثابت ہے لہٰذا اس کا سنت اور مستحب ہونا ثابت ہو جائے گا اس پر نکیر کرنا بدعت قرار دینا جہالت ہے، ہاں چونکہ واجب ولازم نہیں لہٰذا اس کے نہ کرنے والے پر رد کرنا طعن کرنا درست نہ ہوگا، حافظ ابن حجر ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے قول پر فتح الباری میں رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وما ادعاه النفی مطلقاً مردود فقد ثبت عن معاذ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال له یا معاذ واللّٰه انی لأحبك فلاتدع دبر کل صلاةٍ ان تقول اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك الخ" (فتح الباری جلد۱۱،صفحہ۱۳۸)

علامہ ابوصالح دمشقی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے بھی سبل الہدیٰ میں علامہ ابن قیم کی رائے پر اختلاف کرتے ہوئے حافظ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی رائے کو نقل کر کے دعا کی مشروعیت کو محقق قرار دیا ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد۸،صفحہ۱۷۱)

پس حد اعتدال وراہ مستقیم اس سلسلے میں یہ ہے کہ واجب ولازم نہیں (کہ نہ آپ نے حکم دیا نہ دوامًا عمل فرمایا) کہ نہ کرنے والے پر نہ ملامت کی جائے اور کرنے والے پر نہ رد ونکیر کی جائے۔

نماز کے مجموعی سنن مستحبات کا بیان

صاحب نورالایضاح نے نماز کی ۵۱ سنتوں کو بیان کیا ہے۔ جس کی تفصیلی وضاحت اور اس کی تحقیق مستند حوالوں سے ذکر کر رہے ہیں۔

نماز جو ایمان و اسلام کی اساس ہے اور مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے، اسے سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ ادا کرے، اسے بوجھ سمجھ کر جلدی سے سر سے پھینکنے کی کوشش نہ کرے، اطمینان سکون طمانیت کے ساتھ سنن و آداب کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرے تاکہ یہ بنیادی اور اساسی فریضہ کامل مکمل طور پر ادا ہو کر خداوند قدوس کی رضا و خوشنودی کا سبب بنے اور اس کے نفع و برکات آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی حاصل ہو کر سعادت دارین کا باعث ہو۔

ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھانا سنت ہے

❶ رفع اليدين للتحريمة حذاء الاذنين للرجل الخ: (نورالایضاح صفحہ ۷۱، طحطاوی: ۱۳۹)

تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو دونوں ہاتھوں کا کان کے مقابل تک اٹھانا۔

یعنی جب نماز شروع کرے تو نیت کے بعد اپنے دونوں ہتھیلیوں کو کان کے مقابل اس طرح اٹھائے کہ انگوٹھے کان کی لو تک آ جائیں۔ (طحطاوی صفحہ ۱۳۹، فتح القدیر صفحہ ۲۸۱)

یہ انگوٹھے کان کی لو کو چھو جائیں۔ (بحر صفحہ ۳۲۲، الشامی صفحہ ۴۸۲)

یا انگوٹھے اس کے محاذاۃ اور مقابل میں آ جائیں۔ خواہ کان کی لو کو نہ لگیں۔

(کنز الدقائق۔ طحطاوی علی المراقی صفحہ ۱۵۲)

دونوں صورتیں مسنون ہیں۔ یعنی انگوٹھوں کا کان کی لو سے لگنا اور اس کے مقابل میں ہونا۔

ہاتھ اٹھانے کے بعد فوراً تکبیر کہنا

✧ دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کے بعد فوراً تکبیر اللہ اکبر کہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۱۱، الشامی صفحہ ۴۸۲)

اور یہ بھی سنت ہے کہ اللہ اکبر کہے اور ہاتھ اٹھائے۔

”كذا في البحر فيكبر اولاً ثم يرفع يديه“ (صفحہ ۳۲۲)

اسی طرح یہ بھی مسنون ہے کہ ہاتھ کا اٹھانا اور تکبیر کا کہنا دونوں ایک ساتھ ہو۔

(طحطاوی صفحہ ۱۱۱، بحر صفحہ ۱۱۱، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۹)

- اگر کسی عذر کی وجہ سے ہاتھ کان تک نہ اٹھا سکے مثلاً ہاتھ میں درد ہو، کندھے میں درد ہو یا جاڑے کے کپڑے میں ٹھنڈک کی زیادتی کی وجہ سے ملبوس ہو تو جہاں تک اٹھ سکے اٹھائے۔ "**فلو لم یقدر علی الرفع المسنون ..... رفع بما قدر، مجمع الانہر**" (طحطاوی صفحہ ۱۳۹)
- اگر دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلی تو کندھے کے مقابل ہو اور انگلیاں کان کے مقابل آجائیں تو یہ بھی مسنون ہے۔ "**عند المحاذاۃ الیدین للمنکبین من الرسغ تحصل المحاذاۃ للاذنین بالابہامین**" (الشامی صفحہ ۴۸۳، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۳)
- اسی طرح عید و بقرعید کی زائد تکبیروں میں اور قنوت کی تکبیر میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۳۹)

ہاتھوں کا کندھے تک اٹھانا مردوں کے لئے خلاف سنت ہے

- اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو تغافل اور سستی سے ہاتھ کندھے سے بھی نیچے اٹھاتے ہیں، یا جلدی سے سینے کے مقابل ہی میں ہاتھ اٹھا کر باندھ لیتے ہیں، بالکل خلاف سنت طریقہ ہے

عورتوں کو کندھے تک اٹھانا سنت ہے

- عورتیں اپنے ہاتھوں کو کندھے ہی تک اٹھا کر باندھ لیں گی۔ (بحرالرائق صفحہ ۳۲۰، طحطاوی صفحہ ۱۳۹، الشامی صفحہ ۴۸۳)

قیام کی حالت میں نظر سجدے کی جگہ کی جانب کرنا سنت ہے

- تکبیر تحریمہ کے بعد قیام کی حالت میں نماز کے لئے مسنون و مستحب یہ ہے کہ نگاہ سجدہ گاہ کی جانب رکھے۔

۲ **نشر الاصابع:** (نورالایضاح، طحطاوی صفحہ ۱۳۹)

انگلیوں کا (سیدھا) کھلا ہونا

یعنی انگلیوں کا تکبیر تحریمہ کے وقت نہ بالکل الگ الگ کشادہ رکھنا اور نہ بالکل ملا کر رکھنا۔ (طحطاوی صفحہ ۱۳۹)

- مطلب یہ ہے کہ انگلیاں اپنی اصلی حالت پر کھلی رہیں گی۔ بالکل ملی اور سمٹی نہ رہیں گی جیسا کہ سجدہ میں اور نہ بالکل کشادہ اور الگ الگ جیسا کہ رکوع میں۔ بلکہ ان دونوں حالتوں کے بیچ بیچ رہیں گی۔

(الشامی جلد ۱ صفحہ ۴۷۵)

ہتھیلیوں کا رخ قبلہ کی جانب رکھنا

- ہتھیلیوں اور انگلیوں کا اندرونی رخ قبلہ کی جانب رہے۔ پوری ہتھیلی اور انگلیاں اس طرح سیدھی اور کھلی رہیں گی کہ مکمل ہتھیلی کا رخ بالکل سیدھے قبلہ کی جانب رہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۳۹، الشامی صفحہ ۴۷۵، بحر صفحہ ۳۲۰)

✧ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ہتھیلی کا رخ کان کی طرف رکھتے ہیں جس سے چھوٹی انگلی کا رخ تو قبلہ کی جانب اور انگوٹھے کا رخ پورب کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں عوام تو کیا خواص بھی اس میں گرفتار ہیں، خلاف سنت ہے۔

خیال رہے کہ پوری ہتھیلی کا رخ قبلہ کی جانب رکھنا مسنون ہے اکثر لوگ اس سے تساہل اور غفلت برتتے ہیں۔ کچھ تو بالکل تلوار کی طرح اور کچھ ٹیڑھا رکھتے ہیں سب غلط ہے۔ "**ویکون بطن الکف والاصبع الی القبلة، طحطاوی حتی تکون الاصابع مع الکف مستقبل القبلة**" (الشامی صفحہ ۱۱)

تکبیر کے وقت سر جھکانا خلاف سنت ہے

✧ تکبیر تحریمہ کے وقت بعض لوگ سر کو ذرا جھکا دیتے ہیں۔ اور سوچتے ہیں کہ اس میں تواضع اور مسکنت کا اظہار ہے، یہ طریقہ غلط خلاف سنت بدعت مکروہ ہے۔ (الشامی صفحہ ۱۱، بحر صفحہ ۳۲۰)

❸ **ومقارنة احرام المقتدی لا حرام امامه:** (طحطاوی صفحہ)

مقتدی کی تکبیر تحریمہ کا امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہونا

یعنی جیسے ہی امام اللہ اکبر کہے ویسے ہی مقتدی بھی اللہ اکبر اس کے بعد متصلاً کہے، نیت وغیرہ کی وجہ سے تاخیر نہ کرے یہ خلاف سنت ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۰)

اور یہ بھی درست اور صحیح یعنی مسنون ہے کہ جیسے ہی امام تحریمہ کی تکبیر شروع کرے تو اس کے بعد یہ کرے اس طرح کے امام اللہ اکبر کہے تو یہ اللہ شروع کر دے "**فیصل الف اللّٰه من المقتدی براء اکبر من الامام.**" (طحطاوی صفحہ ۱۴۰)

✧ خیال رہے کہ امام کے ساتھ تکبیر میں احتیاط کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ امام کے اللہ ختم کرنے سے پہلے مقتدی کا اللہ ختم ہو جائے، یا امام کے اکبر سے پہلے مقتدی اکبر کہہ دے تو یہ درست نہ ہوگا۔ اسے دوبارہ تکبیر کہنی پڑے گی۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۰، سعایہ صفحہ ۱۵۱)

✧ افضل یہ ہے کہ امام کے اللہ کے بعد مقتدی اللہ کہنا شروع کرے۔ "**والمختار للمقتدی فی التحریمة افضیلة التعقیب**" (طحطاوی صفحہ ۱۴۰)

تکبیر تحریمہ پانے کی حد کا بیان

✧ تکبیر تحریمہ کے پانے کی حد کے سلسلے میں فقہاء کے متعدد اقوال ہیں، ① امام کے اللہ اکبر سے متصلاً مقتدی کا بلاتاخیر کے اللہ اکبر کہنا، ② ثناء تک ③ نصف سورہ فاتحہ تک، ④ پوری سورہ فاتحہ تک، ⑤

رکوع سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر شریک ہونے والا۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۰)

- تکبیر کے بعد جس قدر متصلاً اور جلدی شریک ہو جائے گا اسی قدر فضیلت کا حامل ہوگا۔
- آخری قول یہ ہے کہ جو شخص رکوع میں جانے سے پہلے شریک ہو گیا وہ تحریمہ کی فضیلت پانے والا ہو گیا۔
- تکبیر تحریمہ میں شریک ہونے کی بڑی فضیلت حدیث پاک میں وارد ہے، اس کا اہتمام کرے، اس فضیلت کو پانے کے لئے شروع نماز سے ہی شرکت کا اہتمام کرے اور اقامت سے قبل مسجد میں حاضر ہو جائے۔

ہاتھ رکھنے کا مسنون طریقہ

۴ وضع الرجل یده الیمنی علی الیسری تحت سرته: (نور الایضاح، طحطاوی صفحہ ۱۴۰)

مردوں کا اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

یعنی مردوں کے لئے ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے گٹے پر اس طرح رکھے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور بائیں ہاتھ کے گٹے پر رکھے، اور پکڑے اور باقی دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر پھیلی رہیں گی یعنی انگلیاں لمبائی میں کہنی کے رخ رہیں گی۔

(طحطاوی صفحہ ۱۴۱، شامی صفحہ ۴۸۷، کبیری)

- اگر چھوٹی انگلی اور اس کے بعد والی انگلی سے اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑا اور بائیں ہاتھ کی کلائی پر دو انگلی بیچ والی اور شہادت والی رکھی تو بھی ٹھیک ہے، خلاف سنت نہیں **"کذا فی البدائع"**

(الشامی صفحہ ۴۸۷)

مگر افضل اور بہتر پہلا ہی طریقہ ہے۔

بہر صورت ناف کے نیچے ہاتھوں کو باندھنا اور رکھنا احناف کے نزدیک مسنون ہے۔

(طحطاوی بحر، الشامی وغیرہ)

ہاتھ باندھنے کا غلط طریقہ

- بعض لوگ چاروں انگلیوں اور انگوٹھے سے بائیں کلائی کو پکڑتے ہیں، خلاف سنت ہے۔
- بعض لوگ گٹے پر رکھنے کے بجائے بیچ ہاتھ میں حلقہ باندھنے اور رکھتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے۔
- اسی طرح ۳ر انگلیوں اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر صرف انگشت شہادت کو رکھنا یہ بھی خلاف سنت ہے۔
- اسی طرح ۳ر انگلیوں کو یا ۲ر انگلیوں کو کلائی پر سیدھی رکھنے کے بجائے بڑھا اور مڑا رکھنا غلط ہے۔
- بلا حلقہ بنائے یوں ہی رکھنا جیسا کہ بعض کو دیکھا جاتا ہے خلاف سنت ہے۔

✧ اکثر و بیشتر لوگ غفلت اور تساہل سے ہاتھ پیٹ پر رکھتے ہیں۔ یہ بھی خلاف سنت ہے، سینہ پر رکھنا تو حضرات شوافع کے یہاں ہے مگر پیٹ پر رکھنا کسی امام کے یہاں نہیں ہے۔
✧ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے نیچے رہے گی لٹکی نہ رہے گی جیسا کہ بعض لوگ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو نیچے لٹکا دیتے ہیں خلاف سنت ہے۔ یہ سب طریقے احادیث اور فقہاء کرام کے بیان کردہ طریقہ کے خلاف ہے، جو جہالت اور غفلت کی وجہ سے لوگوں میں رائج ہو گئے ہیں۔
✧ تکبیر سے فارغ ہوتے ہی ہاتھوں کو بلا نیچے گرائے باندھا جائے گا۔
(بحر الرائق صفحہ ۳۲۶، الشامی جلد ا صفحہ ۴۸۷، فتح القدیر صفحہ ۲۸۷)

ہاتھ گرا کر باندھنا خلاف سنت ہے

✧ بعض لوگ ہاتھ گرا کر پھر باندھتے ہیں احناف کے یہاں یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ **یضع کما فرغ من التکبیر ولا یرسل وبه جزم قاضیخان۔** (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

عیدین اور قنوت میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ

✧ عیدین کی تکبیروں میں بھی بلا ہاتھ گرائے ہاتھ باندھا جائے گا۔ (السعایہ صفحہ ۱۵۹)
✧ ہاتھ باندھنے اور رکھنے کا یہی طریقہ قنوت کی حالت میں اور جنازہ کی نماز میں بھی ہے۔
(بحر الرائق صفحہ ۳۲۶، السعایہ صفحہ ۱۱)

✧ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی ہاتھ کے باندھنے کا یہی طریقہ مذکورہ مسنون ہے۔
(بحر الرائق جلد ا صفحہ ۳۲۶، طحطاوی علی الدر صفحہ ۲۱۸، فتح القدیر صفحہ ۲۸۸)

قبر اطہر پر ہاتھ باندھنے کا طریقہ

✧ نبی پاک ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کے وقت بھی مواجہہ میں اسی طرح ہاتھ باندھ کر قبلہ رخ پشت کر کے کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام کیا جائے گا، البتہ کسی صحابی اور بزرگ کی قبر پر ایسا نہیں کیا جائے گا مکروہ و ممنوع ہے۔ **"فی فتاویٰ عالمکیری نقلا عن الاختیار شرح المحتار فی بحث الزیارة فتوجه الی قبره علیه الصلوة والسلام فیقف عند راسه ...... ویقف کما یقف فی الصلوة"**
(السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)

عورتوں کے لئے ہاتھ باندھنے کا طریقہ

۵ **وضع المراة یدیها علی صدرها من غیر تحلیق:** (نور الایضاح صفحہ ۷۱، طحطاوی صفحہ ۱۴۱)
عورتیں اپنے ہاتھوں کو بلا حلقہ بنائے سینہ پر رکھیں گی۔

یعنی عورتوں کے لئے ہاتھ باندھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اپنی دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر بلا حلقہ بنائے سینہ پر رکھیں گی۔ (الشامی صفحہ ۴۸۷، طحطاوی صفحہ ۱۴۱)

❖ عورت اپنی ہتھیلی کو صرف رکھیں گی پکڑیں گی نہیں۔ (السعایہ صفحہ ۱۵۶، طحطاوی صفحہ ۱۴۱)

خنثیٰ کے لئے مسنون طریقہ

❖ یہی حکم خنثیٰ کا بھی ہے۔ (الشامی صفحہ ۴۸۷، طحطاوی علی الدر جلد ۱ صفحہ ۲۱۷)

ثنا ہر ایک کے لئے پڑھنا سنت ہے

۶ الثناء:

ثناء پڑھنا۔

یعنی اللہ اکبر تکبیر تحریمہ کے بعد خواہ امام ہو یا منفرد یا مقتدی ہو یہ پڑھے، **"سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا اله غيرك"** مراقی الفلاح، ہر نماز پڑھنے والا شروع نماز میں ثناء پڑھے گا، مسبوق بھی رکعت جب پوری کرے گا تو ثناء سے شروع کرے گا۔

اگر امام نے قرأت شروع کردی تو اب ثنا نہ پڑھے

❖ اگر امام نے قرأت شروع کر دی ہو تو مقتدی ثنا اب نہیں پڑھے گا، **"فالمقتدی یاتی به مالم یشرع الامام فی القراءة"** (طحطاوی صفحہ ۱۴۱، الشامی صفحہ ۴۸۸)

❖ اگر مقتدی سری نماز میں ظہر عصر میں شریک ہو رہا ہے تو بہر صورت ثناء پڑھے گا۔

"وان کان فی صلوۃ المخافة یثنی وعلیه الفتوی." (نفع المفتی والسائل۔ صفحہ ۸۱)

امام اور منفرد اعوذ باللہ پڑھیں

۷ والتعوذ للقرأة:

اور تلاوت کے لئے **"اعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم"** پڑھنا۔ (بحر الرائق صفحہ ۳۲۸)

یہ تعوذ پڑھنا امام اور منفرد تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے، مقتدی کے لئے نہیں ہے۔ **"الامام والمنفرد لا المقتدی"** (طحطاوی)

❖ ہاں اگر مقتدی امام کے پیچھے شیطانی وساوس کے دور کرنے کے لئے **"اعوذ باللّٰه الخ"** پڑھنا چاہے تو اس کی اجازت اور گنجائش ہے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۱۴۱، علی الدر صفحہ ۲۱۸)

اگر ثنا اور تعوذ خلاف ترتیب ہوجائے تو

✧ اگر کسی نے ثنا سے پہلے بھولے سے اعوذ باللہ پڑھ لیا تو دوبارہ صحیح کرتے ہوئے اولاً ثنا پڑھے پھر اعوذ باللہ پڑھے۔ (صفحہ ۳۲۹)

✧ اگر اعوذ باللہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا تو پھر سے ترتیب صحیح کرتے ہوئے اعوذ باللہ پھر بسم اللہ پڑھے۔
(شامی صفحہ ۴۸۹)

✧ اگر اعوذ باللہ پڑھنا بھول گیا یہاں تک سورہ فاتحہ پڑھنے لگا تو اب اعوذ باللہ نہ پڑھے گا۔
(بحرالرائق صفحہ ۳۲۹)

✧ اسی طرح تکبیر کے بعد قرأت شروع کردی ثنا اور بسم اللہ بھول گیا تو اب دوبارہ نہ لوٹائے۔
(الشامی جلد ۱ صفحہ ۱۸۹)

عیدین میں تکبیرات زوائد کے بعد اعوذ باللہ پڑھے

✧ عید اور بقرعید کی نماز میں امام تکبیرات زوائد کے بعد اعوذ باللہ پڑھے گا۔

"ان الامام یاتی بالتعوذ بعد تکبیرات الزوائد فی الرکعة الاولی" (بحر صفحہ ۳۲۸)

"هکذا فی الدر المختار وقال الشامی وبه ناخذ" (الشامی صفحہ ۴۹۰)

ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

❽ التسمیه فی اول کل رکعة:

اور ہر رکعت کے شروع میں (اعوذ باللہ کے بعد) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔
یعنی امام اور منفرد تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے سنت یہ ہے کہ اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ پڑھے۔
(طحطاوی صفحہ ۱۴۱)

البتہ مقتدی بسم اللہ نہ پڑھے گا۔ (درمختار، الشامی صفحہ)

"اما المقتدی فلا دخل فیها فانه لا یقرأ" (بحر صفحہ ۳۲۹)

امام کے ساتھ نماز پڑھنے والا ثنا پڑھ کر خاموش ہوجائے گا۔

مسبوق بھی ہر قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھے گا

✧ اسی طرح مسبوق بھی اپنی نماز کے شروع میں قرأت سے قبل بسم اللہ پڑھے گا۔

بسم اللہ ہر صورت میں آہستہ پڑھنا سنت ہے

✧ نماز جہری ہو یا سری بہرصورت بسم اللہ پڑھنا آہستہ سے سنت ہے۔ **"تشمل الصلاة الجهرية**

والسرية" (بحر صفحہ ۳۳۰)

منفرد و تنہا نماز پڑھنے والا ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھے گا۔

سورت سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھ سکتا ہے

اگر سورہ فاتحہ کے بعد اور سورۃ سے پہلے بسم اللہ پڑھ لے تو اس کی اجازت ہے مگر احناف کے نزدیک سنت نہیں ہے

"كذا في الدر لاتنس بين الفاتحه والسورة وفي الشامية ان سمى بين الفاتحه والسورة البقرة سرا او جهرا كان حسنا عد ابي حنيفة ورجحه المحقق ابن همام وتلميذه الحلبي" (صفحہ ۴۹۰)

فرض، سنت اور نفل کی ہر رکعت میں بسم اللہ سنت ہے

- فرض سنت نفل کی ہر رکعت میں الحمد للہ سے پہلے بسم اللہ الخ پڑھنا سنت ہے، **"يسمى في كل ركعة فرضا او نفلا"** (مراقی طحطاوی صفحہ ۱۵۴)

فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا

۹ والتامين:

سورہ فاتحہ کے ختم پر آہستہ سے آمین کہنا۔

یعنی امام جب سورہ فاتحہ کو پوری کرے تو مقتدی آمین آہستہ سے ادا کرے، اسی طرح تنہا نماز پڑھنے والا بھی سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین آہستہ سے کہے۔ (طحطاوی، الشامی جلد ا صفحہ ۴۹۲)

اسی طرح جمعہ اور عیدین میں بھی ختم فاتحہ پر آہستہ سے آمین کہے۔ (الشامی صفحہ ۱۱)

ربنا لک الحمد آہستہ سے کہنا

۱۰ والتحميد:

(اور امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد) آہستہ سے تحمید (ربنا لک الحمد) کہنا بہتر ہے کہ **"اللهم ربنا ولك الحمد"** پڑھے۔ اسی طرح **"اللهم ربنا لك الحمد"** بلا واو کے ساتھ بھی پڑھ سکتا ہے اسی طرح **"ربنا ولك الحمد"** بھی پڑھ سکتا ہے اور **"ربنا لك الحمد"** بلا واو کے سب سنت سے ثابت ہے۔

ترتیب کے اعتبار سے سب سے بہتر اول پھر دوم پھر سوم ہے۔ **"افضله اللهم ربنا ولك الحمد"** (شامی صفحہ ۴۹۷)

❶ والاسرار بها:

ان سب یعنی "ثناء، تعوذ، بسم اللّٰه آمین" اور "ربنا لك الحمد" کا آہستہ پڑھنا سنت ہے خواہ امام ہو یا مقتدی، مسبوق ہو یا منفرد خواہ فرض نماز ہو یا سنت۔ (مراقی الفلاح طحطاوی صفحہ ۱۴۲)

آہستہ سے پڑھنے کی حد کیا ہے؟

✧ آہستہ پڑھنے کی حد یہ ہے کہ خود پڑھنے والے کے کان میں آواز محسوس ہو رہی ہو، اور حروف ایک دوسرے سے صحیح اور ممتاز ہو کر نکلے۔ "فشرط الهند وانی والفضلی لوجودها خروج صوت یصل الی اذنه انه لا یجزیه مالم تسمع اذ ناه ...... واکتفیا بتصحیح الحروف" (الشامی صفحہ ۵۳۴)

دل میں پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی

بعض لوگ من من یعنی دل میں پڑھتے ہیں ان کے ہونٹوں سے حرکت محسوس نہیں ہوتی ہونٹ نہیں ہلتے ان کی قرأت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اسی طرح چپ چاپ نماز پڑھتے ہیں کہ ان کے ہونٹوں میں بھی حرکت نہیں ہوتی اور نماز پڑھتے ان کی عمر گزر گئی۔ "اللهم اهدنا"

⓬ والاعتدال عند التحریمة من غیر طاطاة الراس:

تکبیر تحریمہ کے وقت ٹھیک سے سیدھا کھڑا ہونا، بلا سر کے جھکائے ہوئے۔ (نور الایضاح، طحطاوی صفحہ ۱۴۳)

یعنی جس وقت تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہے اس وقت بالکل سیدھا کھڑا ہو نہ سر کو جھکائے اور نہ گردن جھکائے اور نہ جسم جھکائے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریمہ کے وقت ذرا سر کو جھکا ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں تواضع اور مسکنت کا اظہار ہے اور تخشع اور تخضع ہے یہ غلط ہے خلاف سنت اور بدعت ہے اگر یہ سر جھکانا بہتر اور آداب اور تواضع کا مظہر ہوتا تو آپ ﷺ کرتے اور احادیث میں اس کا ذکر ہوتا فقہاء کرام اسے آداب میں ذکر کرتے۔ لہٰذا جو لوگ ایسا کرتے ہیں خلاف سنت اور امر بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ "ومن السنن ان لا یطاطی راسه عند التکبیر کما فی المبسوط وهو بدعة" (بحر الرائق صفحہ ۳۲۰، الشامی صفحہ ۴۷۵)

تکبیر تحریمہ سے پہلے ہاتھ نہ باندھے

✧ اسی طرح تکبیر تحریمہ سے قبل جب تکبیر کے وقت کھڑا ہو تو ہاتھ کو کھلا سیدھا رکھے تکبیر تحریمہ سے قبل ہاتھ کا باندھے رکھنا خلاف سنت و منع ہے۔

اللہ اکبر اور سمع اللہ امام زور سے کہے

⓭، ⓮ وجهر الامام بالتکبیر والتسمیع:

امام کا تمام تکبیر اور "سمع اللّٰه لمن حمده" زور سے پڑھنا سنت ہے۔ (نور الایضاح صفحہ ۱۷)

یعنی امام کے لئے تکبیر تحریمہ کا اور اسی طرح تمام تکبیریں جو رکوع وسجود میں آتے جاتے ہوتی ہیں اسی طرح "سمع اللہ لمن حمدہ" کا اتنے زور سے پڑھنا سنت ہے کہ مقتدی سن لیں اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانے کا علم مقتدی کو ہو جائے۔ (شامی صفحہ ۴۷۵)

اس زمانہ میں چونکہ لاؤڈ اسپیکر کی سہولت ہے لہٰذا ازدحام اور بھیڑ کے موقعہ پر اس کا بہتر انتظام کر دیا جائے اور مکبّرین کا انتظام بھی رکھا جائے۔ تاکہ لوگوں کی نماز خراب نہ ہو خصوصاً جمعہ اور عیدین میں اس کا معقول اور بہتر انتظام رکھا جائے۔

امام کا اتنا آہستہ تکبیر ادا کرنا کہ مقتدی نہ سن سکے خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔

کھڑے ہونے میں قدم کا فاصلہ چار انگلی کا ہو

⑮ **وتفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع:**

قیام کھڑے ہونے کی صورت میں دونوں قدموں کے درمیان ۴ر انگل کا فاصلہ ہونا۔

(نور الایضاح صفحہ ۷۱، طحطاوی صفحہ ۱۴۲)

قیام کا مسنون طریقہ

نماز میں قیام اور کھڑے ہونے کا مسنون اور سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں پیر قبلہ کی جانب سیدھے رہیں اور دونوں قدم کے درمیان قریب ہاتھ کی انگلی سے ۴ر انگل کا فاصلہ رہے بالکل ملا کر رکھنا اور بہت زیادہ پھیلا کر رکھنا خلاف سنت ہے۔ "**یستحب ان یکون بین الرجلین عند القیام مقدار اربعة اصابع کما فی البزازیه والسعایه ص۱۱۱ طحطاوی: ص۱۴۳، تفع المفتی والسائل ص۸۱**"

- عموماً لوگ اس سنت میں بہت بے پرواہی کرتے ہیں عموماً یا تو فاصلہ کم رکھتے ہیں یا زائد رکھتے ہیں جو سنت یا مستحب کے خلاف ہے۔

پاؤں کا ٹیڑھا رکھنا خلافِ سنت ہے

- اسی طرح کھڑے اور قیام کی حالت میں پیروں کو ٹیڑھا رکھتے ہیں حالانکہ دونوں قدموں کو بالکل سیدھا رکھنا سنت ہے تاکہ انگلیوں کا رخ سیدھا قبلہ کی جانب ہو، اکثر لوگوں کو آپ اسی طرح دیکھیں گے اس طرح انگلیوں کا رخ قبلہ سے مڑ جاتا ہے مکمل طور پر بجانب قبلہ نہیں ہوتا حالانکہ نماز میں بہر صورت ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کا رخ قبلہ ہونا مستقل سنت ہے۔ "**ومن سنن الصلاۃ توجیهه اصابع رجلیه الی القبله**" (الشامی صفحہ ۵۰۴)
- ہاں اگر موٹے ہونے کی وجہ سے یا اور کسی عذر کی وجہ سے قدمین کے درمیان ۴ر انگل کا فاصلہ مشکل ہوتا ہو

زائد فاصلہ جس میں سہولت ہو کوئی حرج نہیں۔ "اما اذ کان به سمن او ادرة یحتاج الی تفریج واسع فالامر علیه سهل" (طحطاوی صفحہ۱۴۳، السعایہ صفحہ۱۱۱)

ایڑی کے بل کھڑا ہونا خلاف سنت ہے

✧ قیام کی حالت میں پورے قدم کا زمین پر رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بلا عذر کے پیر کی انگلیوں کے بل کھڑا رہا یا ایڑی کے بل کھڑا رہا تو یہ درست نہیں مکروہ تحریمی ہے۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ۱۱۱)

دائیں بائیں ہلنا جلنا مکروہ ہے

✧ قیام کی حالت میں دائیں بائیں ہلنا اور جھومنا مکروہ ہے۔ (طحطاوی صفحہ۱۴۳)

ایک پیر کے سہارے کھڑا ہونا مکروہ

✧ ایک پیر کے بل نماز میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ "ویکرہ القیام علی احد القدمین فی الصلوۃ"

(الشامیہ صفحہ۴۴۴)

✧ البتہ طویل قیام ہو لمبی سورت پڑھ رہا ہو جیسا کہ نوافل میں تو اس کی گنجائش ہے کہ کبھی ایک پیر کا سہارا لے لے اور کبھی دوسرے پیر کا۔ (طحطاوی جلد۱ صفحہ۱۴۳)

کس نماز میں کونسی سورت پڑھے

❼ ان تکون السورة المضمومة للفاتحه من طوال المفصل فی الفجر والظهر:

مقیم کے لئے فجر اور ظہر میں سورۃ فاتحہ کے بعد طوال مفصل کی سورتوں کا پڑھنا اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل سے پڑھنا، اور مغرب میں قصار مفصل سے پڑھنا سنت ہے۔

یعنی سورہ فاتحہ کے بعد سورتوں کے ملانے میں مسنون طریقہ ان کے لئے جو مقیم ہیں اپنے گھر اور علاقے میں ہیں سفر میں نہیں ہیں یہ ہے کہ فجر میں لمبی سورتیں ملائیں۔

طوال مفصل: سورہ حجرات سے لے کر سورہ بروج تک ہے الشامی صفحہ۵۴۰ بعضوں نے سورہ محمد سے، سورہ فتح سے، اور سورہ قاف سے لے کر سورہ بروج کی سورتوں کو کہا ہے۔ (طحطاوی صفحہ۱۴۴)

✧ اسی طرح چالیس، پچاس، ساٹھ آیتوں کی مقدار کو پڑھا تو بھی مسنون مقدار ادا ہوگئی۔ (طحطاوی ۱۴۳، شامی)

اوساط مفصل: سورہ بروج سے لے کر سورہ لم یکن تک ہے۔ شامی صفحہ۵۴۰ اسی طرح بیس، پچیس کی مقدار پڑھ لیا تو مقدار مسنون ادا ہوگئی۔ (طحطاوی صفحہ۱۴۳)

قصار مفصل: سورہ لم یکن سے سورہ ناس تک ہے۔ (طحطاوی صفحہ۱۴۴، الشامی صفحہ۵۴۰)

✧ مغرب میں کوئی چھوٹی سورت یا پانچ آیتوں کی مقدار پڑھنا مسنون ہے۔ (طحطاوی صفحہ۱۴۳، الشامی صفحہ۵۴۰)

ظہر میں بھی طویل قرأت نماز فجر کی طرح ہوگی۔ "**والظهر كالفجر**" (طحطاوی صفحہ، الشامی صفحہ۵۴۱)

اکثر و بیشتر امام ظہر میں مختصر اور چھوٹی سورتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے پوری ایک سورۃ کا پڑھنا مسنون ہے۔ "**ان الا فضل فی كل ركعة الفاتحه وصورة تامة**" (الشامی صفحہ۵۴۱)

اگر وقت تنگ ہو یا عذر ہو تو

✧ وقت اگر تنگ ہو یا اور کوئی عذر ہو تو چھوٹی سورتوں پر اکتفا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (الشامی صفحہ۵۴۱)

✧ اگر قوم کو انشراح ہو اور گرانی نہ ہو تو اس مقدار سے زائد بھی پڑھ سکتا ہے۔ "**وتارة يقرأ اكثر ما ورد اذا لم يمل القوم**" (الشامی جلد۱ صفحہ۵۴۱)

✧ فرائض میں سورتوں کی یہی مقدار مسنون ہے۔

کبھی کبھار اس مقدار مذکور سے کم پر اکتفا کر لینا، یعنی اتفاقاً کبھی ایسا کرنا درست ہے۔

✧ وقت اور حال کے پیش نظر مثلاً بارش، دھوپ یا اور کسی عذر کی وجہ سے اس مقدار مسنون کے خلاف چھوٹی سورتیں پڑھ لینے کی اجازت ہے، خلاف سنت نہیں ہوگا۔ "**او اقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت او نحوه من الاعذار**" (الشامیہ جلد۱ صفحہ۵۴۱)

✧ مسافر حسب سہولت جو سورت چاہے پڑھے اجازت ہے۔ (طحطاوی، شامی جلد۱ صفحہ۵۳۹)

فرض نماز میں قرأت کا مسنون طریقہ

✧ فرض میں فاتحہ اور سورہ ذرا ترتیل سے قرأت کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، جلدی حدر کے ساتھ نہ پڑھے، نفل میں تہجد کی نماز میں جلدی جلدی پڑھ سکتا ہے، اور تراویح میں نہ آہستہ آہستہ اور نہ جلدی جلدی بلکہ بیچ درمیانی قرأت کی صورت اختیار کرے۔ (الشامی صفحہ۵۴۱)

✧ فرض نماز میں امام کو چاہئے کہ مشہور اور رائج قرأت کرے، عوام کی رعایت کرتے ہوئے کہ وہ بھڑک نہ جائیں۔

"**لا يقرا الروايات الغريبة والامالات ...... ولا بقرا عندهم مثل قرأة ابن جعفر وابن عامر، وعلى بن حمزة والكسائى**" (الشامی صفحہ:۵۴۱)

فجر کی پہلی رکعت کو ذرا طویل کرنا مسنون ہے

⓮ **واطالة الاولى فى الفجر.**

اور فجر کی پہلی رکعت کو ذرا لمبی کرنا۔

یعنی سنت ہے کہ فجر کی پہلی رکعت میں قرأت ذرا زیادہ کرے کہ دوسری رکعت کے مقابلہ میں لمبی ہو جائے۔

تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ پہلی رکعت پالیں۔ (طحطاوی صفہ، والشامی صفحہ۵۴۲)

اسی طرح بہتر ہے کہ دیگر نمازوں میں بھی مثلاً ظہر میں، عصر میں بھی پہلی رکعت دوسری رکعت کے مقابلہ میں ذرا لمبی ہو۔ (الشامی صفہ۵۴۲)

✧ دوسری رکعت کا پہلی کے مقابلہ میں لمبی کر دینا مکروہ ہے، "اطالة الثانية على الاولى مكروه"
(الشامی صفحہ۵۴۲، کبیری صفحہ۳۱۳)

✧ البتہ ایک دو آیت کا فرق ہو جائے تو کراہت نہیں، "ان كان مقدار آية او آيتين لا يكره"
(السعایہ صفحہ۳۰۹)

✧ البتہ نفل میں اس کی اجازت ہے کہ دوسری رکعت لمبی ہو جائے پہلی کے مقابلہ میں۔ "في النفل عدم الكراهة مطلقاً" (درمختار، الشامی صفحہ۵۴۳) یہی حکم سنت کا بھی ہے۔

"واطلق في جامع المحبوبي عدم كراهة اطالة الاولى على الثانية في السنن والنوافل."
(الشامی صفحہ۵۴۳، طحطاوی صفحہ۱۴۴)

✧ دو چھوٹی سورتوں کے درمیان ایک چھوٹی سورت کو چھوڑ کر پڑھنا مکروہ ہے۔ (الشامی صفحہ۵۴۶)

✧ ایک ہی رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا مکروہ ہے۔ (الشامی جلد ا صفحہ۵۴۶)

✧ ترتیب کے خلاف پڑھنا فرض میں مکروہ ہے، مثلاً پہلے "تبت" پڑھا پھر "اذا جاء" پڑھا۔ (شامی صفحہ۵۴۶)

✧ اگر پہلی رکعت خیال نہ رہا سورہ ناس پڑھ دی تو پھر دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الفلق نہ پڑھے بلکہ دوبارہ پھر سورہ ناس ہی پڑھ لے، "بان قرأ في الاولى قل اعوذ برب الناس اعادها في الثانية"
(الشامی صفحہ۵۴۶)

✧ اگر کسی لمبی ایک آیت کو دو رکعت میں پورا کیا تو یہ درست ہے جیسے "يا ايها الذين آمنوا اذا تداينتم ولو قرا آية طويلة في الركعتين فالاصح الصحة اتفاقاً" (الشامی صفحہ۵۴۷)

رکوع میں اللہ اکبر کہتا ہوا جائے

● وتكبيرة الركوع:

اور رکوع کی تکبیر سنت ہے، یعنی جب فاتحہ اور سورہ سے فارغ ہو جائے تو رکوع میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہتے ہوئے جانا سنت ہے، رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جھکتے ہی تکبیر شروع کر دے اور

رکوع میں جب پیٹھ برابر ہو جائے، تو تکبیر ختم ہو جائے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۴)

"فيبتدى بالتكبير مع ابتداء الا نحناء ويختمه بختمه" (طحطاوی صفحہ ۱۵۴)

"ان السنة كون ابتداء التكبير من الحزور وانتهائه عنه استواء الظهر" (الشامیہ جلد ا صفحہ ۴۹۳)

✧ پس معلوم ہوا کہ اللہ اکبر کہہ کر جھکنا یا جھکتے ہی تکبیر اللہ اکبر کا ختم کر دینا سنت کے خلاف ہے۔

بلکہ جھکنے کی ابتداء وانتہا، اللہ اکبر کی حالت میں ہو، اور اس کے بعد رکوع کی تسبیح شروع ہو جائے۔

(مراقی صفحہ ۱۴۵)

رکوع کی حالت میں تکبیر کے سلسلے میں اکثر یہ غلطی ہوتی ہے کہ رکوع متحقق ہونے سے قبل یعنی پیٹھ برابر ہونے سے قبل تکبیر ختم ہو جاتی ہے، دھیان رکھا جائے تو یہ سنت پر عمل علی وجہ الکمال ہو سکتا ہے ورنہ نہیں یہی حال سجدہ میں ہے، جیسا کہ اس کے ذیل میں آ رہا ہے۔

✧ بہتر ہے کہ قرأت اور تکبیر میں وصل نہ کرے، اور بعضوں نے یہ بھی کہا کہ قرأت ختم کرتے ہوئے رکوع کے لئے اللہ اکبر کہہ دے، **"لا يصل التكبير بالقراءة، والافضل الوصل"** (الشامی صفحہ ۴۹۳)

پس معلوم ہوا دونوں طریقے ٹھیک ہیں۔

تین تسبیح سے کم مکروہ ہے

⑲ **وتسبيحه ثلاثاً:**

اور رکوع کی تسبیح کا ۳؍ مرتبہ پڑھنا۔

تمام تسبیحات یعنی رکوع اور سجدے کا ۳؍ مرتبہ پڑھنا سنت ہے، اگر ایک مرتبہ پڑھے گا۔

تو سنت کا ثواب نہ پائے گا، (طحطاوی صفحہ ۱۴۴، بحر الرائق صفحہ ۳۲۱)

۳؍ مرتبہ سے کم مکروہ ہے۔ (کبیری صفحہ ۲۸۲)

۳؍ مرتبہ سے زائد پڑھنا مستحب ہے، **"صرحوا بانه يكره ان ينقص عن الثلاث وان الزيادة مستحبة"** (الشامی صفحہ ۴۹۴)

✧ تسبیح کا طاق عدد میں ۳؍۵؍۷؍۹؍ میں پڑھنا سنت ہے۔ (الشامی صفحہ ۴۹۴، بحر الرائق صفحہ ۳۳۴)

✧ **"سبحان ربی العظيم"** کا کہنا سنت ہے۔

اگر کوئی ظا صحیح طرح ادا نہ کر سکے تو

✧ اگر کوئی عظیم کی ظاء کو ادا نہ کر سکتا ہو تو وہ **"سبحان ربی الكريم"** پڑھ لے، **"ان كان لا يحسن الظاء**

فیبدل به الکریم لئلا یجری علی لسانه العزیم فتفسد به الصلوة"

(الشامی صفحہ۴۹۴، السعایہ جلد۲صفحہ۱۸۴)

✧ بہتر ہے کہ امام ۵ مرتبہ تسبیح کہے تا کہ مقتدی کا ۳ مرتبہ پورا ہو جائے جو سنت ہے، "ونقل فی الحلیة، یستحب للامام ان یسبح خمس تسبیحات لیدرك من خلفه الثلاث" (الشامی جلد۱صفحہ۴۹۵)

✧ مقتدی کی ۳ رمرتبہ تسبیح ہوئی نہیں کہ امام نے رکوع سے سر اٹھا دیا تو مقتدی بھی سر اٹھا دے گا، تسبیح کے لئے رکا نہیں رہے گا۔

"لو رفع الامام راسه من الرکوع والسجود قبل ان یسبح المقتدی ثلاثا الصحیح انه یتابع الامام" (قاضی خاں سعایہ صفحہ۱۸۴)

رکوع میں گھٹنوں کو پکڑنا سنت ہے

۲۵ واخذ رکبتیه بیدیه:

اور رکوع میں اپنے دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑنا۔

مطلب یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں کو صرف رکھنا نہیں ہے بلکہ پکڑنا یا پکڑنے کے مشابہ رکھنا سنت ہے۔

"والوضع اخذ الرکبتین" (طحطاوی علی الدر صفحہ۳۲۰)

"ویضع یدیه معتمد ابها" (الشامیہ صفحہ۴۹۳)

"یتکی بیدیه رکبتیه" (السعایہ صفحہ۱۸۷)

رکوع میں انگلیوں کو کشادہ رکھے

۲۶ وتفریج اصابعه:

اور رکوع میں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ رکھنا سنت ہے یعنی بالکل ملا کر رکھنا جیسا کہ سجدہ کی حالت میں سنت ہے یہاں نہیں، بلکہ کشادہ اور کچھ پھیلی رہیں گی، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انگلیاں دائیں اور بائیں "یمیناً و شمالاً" ہو جائیں گی بلکہ کھلی کشادہ سیدھی رہیں گی (البتہ عورتیں اپنی انگلیاں ملا کر رکھیں گی) اس طرح کشادہ رکھے کہ انگلیوں کا رخ پنڈلیوں کی جانب ہو جو گویا کہ قبلہ رخ ہے۔

"مجافیاً عضدیه مستقبلا اصابعه فانهما سنة (ص۴۹٤)، ومن السنة فی الرکوع استقبال الاصابع القبلة" (طحطاوی علی الدرر جلد۱صفحہ۲۱۶)

رکوع کی حالت میں انگلیاں گھٹنوں پر کس طرح اور کس رخ میں رہیں گی اس کی تحقیق

رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کے پکڑنے کی صورت میں انگلیاں کشادہ رہیں گی اور ہاتھ کی انگلیوں

کو اس طرح رکھا جائے گا گویا ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے ہے اور انگلیوں کا رخ پکڑنے میں دائیں بائیں پھیلا نہ ہوگا جیسا کہ عموماً انگوٹھے کا اور چھوٹی انگلیوں کا رخ بہت زیادہ پھیلانے کی وجہ سے ہو جاتا ہے بلکہ انگلیوں کو کشادہ تو کیا جائے گا مگر اتنا نہیں کہ انگوٹھے اور خنصر کا رخ دائیں بائیں ہو جائے بلکہ سیدھے پنڈلی کی جانب اس کا رخ رہے گا۔

"واعلم ان كيفبه جهة اصابع البد فى حالة الركوع لم ار من نبه وبين مفصلاً من فقهاء الاحناف هل بالتفريج مراده الكامل النفريج المباعد حيث بكون بمينا وشمالا ام لا نتبعت ولكن ما وجدت من كنب الاحناف ولكن بينه العلامة النووى فى شرح المهذب ان اصابع البد فى اخذ الركبة لا يكون يميىا وشمالا اما اكمل الركوع .... ويصع بديه على ركبتيه وياخذ بهما ويفرق اصابعه حيننذ وبوجهها نحو القبلة ..... قال الشيخ ابومحمد فى النبصرة بوجهها نحو القبلة غير منحرفة يميناً وشمالاً" (شرح مہذب جلد۳ صفحہ۴۰۹)

"وانت تعلم ان المسئلة غير خلافية فيسندل بقوله، فاغننم هذا النفرير لم ار من نبه على هذا الامر فالحمد على ذلك"

رکوع میں ٹخنوں کی حالت کے متعلق ایک تحقیق

فقہاء کرام کے یہاں رکوع کے طریقے اور آداب میں اسی طرح سجدہ میں بھی **"الصاق كعببه"** ذکر کیا ہے۔

اس کا بظاہر ترجمہ اور مطلب بعضوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ دونوں ٹخنوں کو باہم ملا دے اور ۴/انگلی کا فاصلہ نہ رہے۔

سو یہ مفہوم صحیح نہیں ہے مردوں کے لئے تمام اعضاء کا ایک دوسرے سے الگ رہنا سنت ہے مزید اس کا ملانا مشقت اور تکلیف کا باعث ہے بلکہ دونوں ٹخنوں کو ایک دوسرے کے بالکل محاذاۃ اور سامنے رکھنا ہے تاکہ قدم آگے پیچھے نہ ہو ۴/انگل رکھتے ہوئے قدم بالکل برابر مساواۃ میں رکھے۔ (کذافی السعایہ صفحہ)

"ومنها الصاق الكعبين ذكره جمع من المتاخرين ...... قال الشيخ الرحمنى مع بقاء تفريج ما بين القدمين"

"قلت لعله اراد من الاصاق المحاذاة وذلك بان يحاذى كل من كعببه لاخر فلا يتقدم احدهما على الاخر ...... والقول الفيصل ان يقال ان كان المراد

بالصاق الكعبين فی الركوع والسجود ان يفرق المصلی احد كعبيه بالاخر ولا يفرج بينهما كما هو ظاهر عبارة الدر المختار ...... فليس هو من السنن على الاصح كيف وقد ذكره المحققون من الفقهاء ان الاولى للمصلی ان يجعل بين قدميه نحو اربعة اصابع ولم يذكروا انه. يلزقهما فی حالة الركوع والسجود ...... فهذا صريح فی ان المسنون هو التفريج مطلقاً"(السعایہ صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱)

الصاق کعب کا مطلب

✧ اسی طرح الصاق کعب کا جو یہ مطلب لیتے ہیں کہ اپنے ٹخنوں کو دوسرے نمازی کے بغل میں ملا کر رکھے صحیح مفہوم نہیں جیسا کہ ماقبل سے معلوم ہوا۔

چنانچہ بعض لوگ ایسا کرتے بھی ہیں جس کی وجہ سے ان کے دونوں قدم کا فاصلہ ۴/انگلی سے بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے یہ بھی درست نہیں اور خلاف سنت ہے، الصاق سے مراد اپنے دونوں ٹخنوں کا برابر مقابل میں رکھنا ہے، "**كذا فی السعايه، ولا يخفى ان المراد ههنا الصاق كل كعب كعب صاحبه لاكعبه مع الكعب الاخر**" (جلد۲صفحہ۱۸۱)

۲۲ ونصب ساقيه:

اور پنڈلیوں کا سیدھا کھڑا رکھنا (رکوع) میں سنت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر جب دونوں ہاتھ رکھے جائیں گے تو پنڈلی سیدھی کھڑی رہے گی ٹیڑھی اور جھکی ہوئی نہ رہے گی اور نہ اس میں خم ٹیڑھا پن ہوگا کہ یہ مکروہ ہے "**يجعلها شبه القوس كما يفعله كثير من العوام مكروه**" (الشامی صفحہ ۴۹۴، بحرالرائق صفی، طحطاوی علی الدرر صفحہ ۲۲۰)

✧ پنڈلیوں کو رکوع کی حالت میں بالکل سیدھی اور کھڑی نہ رکھ کر آگے کی طرف جھکی رکھنا، پیچھے کی طرف پورا نہ ٹکنا مکروہ ہے۔

رکوع میں پیٹھ برابر رکھے

۲۳ وبسط ظهره:

اور پیٹھ کا بالکل برابر ہو جانا سنت ہے۔ (نورالایضاح:۷۲)

رکوع میں پیٹھ کا سرین کے برابر ہونا سنت ہے، ایسا نہ ہو کہ پیٹھ کا اگلا حصہ پچھلے حصہ سے کچھ اٹھا ہو، اسی طرح نہ پیچھے کے حصہ کے مقابلہ میں جھکا ہو بلکہ پوری پیٹھ بالکل برابر ہو کہ اگر پانی کا پیالہ پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو نہ پیالہ ٹیڑھا ہو اور نہ پانی گرے۔

"ای یجعله مسوطاً مستویا بحیث لو صب علیه قدح من ماء لاستقر"

(السعایہ صفحہ۱۷۹، طحطاوی صفحہ۱۴۵)

"ویسوی ظهره بعجزه فلا یرفعه ولا یخفضه" (طحطاوی علی الدر صفحہ۳۰۲)

سر اور سرین کا برابر ہونا

۳۲ **وتسویة راسه بعجزه:**

سر کا پیچھے کے حصہ سرین کے بالکل برابر ہونا (نورالایضاح ۷۲)

یعنی رکوع میں سنت یہ ہے کہ سر اور سرین دونوں بالکل مساوی اور برابر ہو۔

نہ تو سر پیچھے کے مقابلہ میں اٹھا ہو اور نہ سر پیچھے کے مقابلہ میں جھکا ہو، بالکل برابر ہو کہ اگر کوئی لمبی لکڑی سیدھی کھڑی کی جائے تو وہ سر کو اور سرین دونوں کو بلا ٹیڑھ کے سیدھی حالت میں چھوڑ دے، سر کو سرین کے مقابلہ میں جھکانا یا کچھ اٹھا رکھنا خلاف سنت ہے۔ اکثر لوگوں کا سر یا تو اٹھا دیکھا جاتا ہے یا قدم اور زمین کی جانب جھکا ہونا یہ سنت کے خلاف ہے۔

"غیر رافع ولا منکس راسه (در مختار) لا یجعل راسه منخفضا من عجزه بل یجعل راسه وعجزه مستوین، لما روی ... فلم یصوب راسه ولم یضع"

(السعایہ جلد۲ صفحہ۱۸۰)

- بعض لوگ رکوع میں تھوڑا سر کو جھکا دیتے ہیں اور اسے تواضع و انکساری سمجھتے ہوئے اچھا خیال کرتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ "کذا فیه فلو خفض راسه قلیلا کان خلاف السنة"

(طحطاوی صفحہ۱۴۵، السعایہ ۱۸۰، مجمع الانہر)

رکوع میں نظر قدموں کی طرف

- اگر رکوع کی صورت میں نظر ٹھیک دونوں قدموں کی طرف رہے جیسا کہ مستحب ہے تو سر معتدل رہے گا، اگر نگاہ کو سجدہ گاہ کی جانب رکھا جائے گا تو سر اٹھ جائے گا اور گھٹنے اور ران کی طرف ہو تو سر جھک جائے گا، اس لئے سر کو معتدل رکھنے کے لئے نظر دونوں قدموں کی طرف رکھے۔
- رکوع کی سنتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں پہلوؤں سے جدا رکھے ملا کر نہ رکھے یعنی کہنی سے اوپر کا حصہ سینے میں نہ لگے۔

بازو پہلو سے نہ ملائے

"ومنها تنحیة الیدین عن جنبیه" (السعایہ صفحہ۱۸۰)

"وينبغى ان يزاد مجافيا عضديه" (الشامیہ صفحہ۴۹۴)

⁂ پس معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو رکوع کی حالت میں کہنی پیٹ یا سینہ سے کچھ ملا لیتے ہیں خلافِ سنت ہے۔

⁂ رکوع میں ان امور کا لحاظ کرنا مسنون ہے۔

تکبیر کہتے ہوئے جانا، حسب ذکر پیٹھ و سر کو برابر رکھنا دونوں ہتھیلیوں کو کشادہ کرتے ہوئے گھٹنوں پر اس طرح رکھنا کہ اس کے پکڑنے کے مشابہ ہو جائے، گھٹنوں کو آگے کی جانب نہ نکالنا بلکہ پیچھے کی جانب پوری طور پر موڑ کر رکھنا، نگاہوں کا دونوں قدم پر ہونا۔

۴۵ والرفع من الركوع:

اور رکوع سے (تسبیح کے بعد) سر اوپر اٹھانا:

جب رکوع کی تسبیح پوری ہو جائے تو قومہ کے لئے سر اٹھائے، اگر جماعت کے ساتھ ہے تو امام کے سر اٹھانے پر رکوع سے اٹھ جائے خواہ تسبیح پوری ہو یا نہ ہو۔ "لو رفع الامام راسه قبل ان يتم المأموم التسبيحات الثلاث وجب متابعة" (الشامی صفحہ۴۹۵)

قومہ کرنا

۴۶ والقيام بعده مطمئناً:

اور رکوع کے بعد اطمینان سے قومہ کرنا: (نورالایضاح صفحہ۷۲)

خیال رہے کہ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے "سمع الله لمن حمده" کہنا امام کو اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے مسنون ہے البتہ منفرد "سمع الله" کے بعد "ربنا لك الحمد" بھی کہے گا، "ويجمع بينهما لو منفرداً" (الشامی صفحہ۴۹۷)

رکوع سے اٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اٹھتے ہوئے "سمع الله" کہے اور جب جسم بالکل سیدھا ہو جائے تو "ربنا لك الحمد" پڑھے، کھڑے ہونے کی حالت میں "سمع الله" ادا نہ ہو، "يسمع رافعاً ويحمد مستوياً" (الشامیہ صفحہ۹۷) "رافعاً راسه اشاربه الى مقارنته التسميع لا بتداء الرفع" (السعایہ صفحہ۴۹۷)

"واذا استوى قائماً قال ربنا لك الحمد" (بحرالرائق صفحہ۳۳۴)

⁂ رکوع سے اٹھنے اور ٹھیک سے کھڑے ہونے سے قبل سمع اللہ کہنے کا مسنون وقت ہے اگر اس حالت میں نہ کہا بلکہ سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب اس کا وقت مسنون نکل گیا، اب سنت نہیں لہٰذا کھڑے ہونے کی حالت میں نہ کہے۔ "فان لم يات بالتسميع حالة الرفع لم يات حالة الاستواء"

(بحرالرائق ۳۳۴، السعایہ ۱۸۵)

سر اٹھاتے ہی سجدے میں نہ جائے

✧ سر اٹھاتے ہی جلدی سے سجدہ کی جانب نہ جائے اتنی دیر کھڑا ہونا کہ تمام اعضا اپنی جگہ ساکن اور مطمئن ہو جائیں جسم کا جوڑ اپنی جگہ آکر سکون اور معتدل ہو جائے تب سجدہ میں جائے "**فیمکث فی الرکوع والسجود والقومة حتی یطمئن کل عضو منه هذا هو الواجب**" (السعایہ صفحہ ۱۹۲)

✧ بعض لوگ رکوع سے سیدھا کھڑا بھی نہیں ہو پاتے کہ سجدہ میں چلے جاتے ہیں، ایسی نماز خراب ہو جاتی ہے جس کا لوٹانا اور پھر سے پڑھنا ضروری ہے۔

سجدے میں جانے کا مسنون طریقہ

قومہ سے سجدہ میں جھکنے اور جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے سر کو اور جسم کے اوپر کے حصہ کو جھکاتے ہوئے نہ جائے بلکہ گھٹنے کے سہارے جھکے اپنے اوپری جسم کو سیدھا رکھے گھٹنے کو موڑتا اس پر ہاتھ رکھتا جائے، عموماً لوگ اس کو جھکاتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ "**ویخر للسجود قائماً مستویاً لا منحنیا لئلا یزید رکوعا آخر**" (الشامی جلد ۱ صفحہ ۴۹۷)

سجدہ میں جاتے ہوئے کن اعضاء کو پہلے رکھے

۱۷ ووضع رکبته ثم یدیه ثم وجهه للسجود:

پھر سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر چہرہ زمین پر رکھے۔ (نور الایضاح صفحہ ۷۲)

قیام سے سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جھکتے ہی تکبیر شروع کر دے اور پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے پھر دونوں ہتھیلیوں کو پھر چہرے کو جس میں ناک کو اولاً پھر پیشانی کو زمین پر رکھے۔

(شامی صفحہ ۴۹۸، طحطاوی صفحہ ۱۴۵)

"**ویسجد واضعا رکبتیه ثم یدیه ثم وجهه مقدما انفه**" (شامی صفحہ ۴۹۸)

✧ اگر پہلے پیشانی کو رکھا پھر ناک کو زمین پر ٹیکا تو یہ بھی سنت کے موافق ہے، "**من السنن ان یضع جبهته ثم انفه**" (بدائع، الشامی صفحہ ۴۹۸)

✧ پیشانی کے اکثر یا بعض حصہ کا زمین پر ٹکنا اور رکھنا ضروری ہے۔ "**ان الشرط فی السجود وضع اکثر الجبهة او بعضها**" (طحطاوی صفحہ ۲۲۲)

✧ سجدہ میں پیشانی کی حد سے مراد بھوؤں کے اوپری حصہ سے لے کر بال اگنے کی جگہ تک ہے۔

"**والجبهة اسم لما یصیب الارض مما فوق الحاجبین الی قصاص الشعر حالة السجود**" (بحر الرائق صفحہ ۳۲۵)

اور ناک سے مراد ناک کا سخت حصہ جو ہڈی ہے وہ ہے، ناک کا سرا جو نرم ہے وہ نہیں۔ "الانف اسم لما صلب واما مالان منه فلايجو زالاقتصار عليه باجماعهم" (بحرصفحہ۳۳۵)

سجدہ میں ہاتھ گھسیٹنا خلاف سنت

✧ خیال رہے کہ ہاتھ کو رکھنا سنت ہے، گھسیٹ کر سر کے درمیان لے جانا خلاف سنت مکروہ ہے، بعضوں کو دیکھا جاتا ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر اولاً رکھ دیتے ہیں پھر گھسیٹ کر آگے کانوں کے مقابل لے جاتے ہیں یہ بڑی بری حرکت ہے۔

سجدہ سے اٹھنے کا مسنون طریقہ

۲۸ وعكسه للنهوض:

اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے اس کا الٹا کرنا کہ اولاً چہرہ پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھانا پھر دونوں گھٹنوں کو اٹھانا ہے۔ (طحطاوی صفحہ۱۴۶)

✧ پس معلوم ہوا کہ اکثر و بیشتر لوگ سجدہ میں جانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے ہیں اسی طرح اٹھتے ہوئے پہلے گھٹنے اٹھاتے ہیں یہ خلافِ سنت ہے، ہاں عذر کی صورت میں گنجائش ہے۔

"ويكبر للنهوض على صدور قدمبه بلا اعتماد قعود" اور سجدہ سے تکبیر کہتا ہوا اٹھے اپنے پیر کے بل بغیر زمین کا سہارا لئے اور جلسہ راحت اختیار کئے یعنی سجدہ سے اٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتا ہوا اس کے سہارے اٹھے اور ذرا دیر بھی نہ بیٹھے سیدھا کھڑا ہو جائے۔

ہاتھ کے سہارے سے نہ اٹھے

✧ سجدہ سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو اولاً زمین پر رکھ کر نہ اٹھے، جیسا کہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے یہ خلاف سنت ہے، "يعتمد بيديه على ركبتبه" (الشامی صفحہ۵۰۶)

"لا يعتمد عند القيام بيديه على الارض" (السعایہ صفحہ۲۰۹)

ہاں البتہ ضعف و کمزوری ہو، طاقت نہ ہو، جسم بھاری ہو تو ایسی صورت میں زمین پر ہاتھ کے سہارے اٹھنا جائز ہے۔ "والاخبه انه سنه او مستحب عند عدم العذر"

جوانوں کو اور کم عمروں کو اور طاقت وروں کو ہاتھ کے سہارے اٹھنا جیسا کہ لوگ کرتے ہیں مکروہ ہے۔

"فيكره فعله تنزيها لمن ليس به عذر" (الشامی صفحہ۵۰۶)

"قال صاحب البحر ترك الاعتماد مستحب لمن ليس به عذر عندنا (السعاية) ان من السنة ...... ان لا يعتمد على الارض الا ان يكون شيخاً كبيراً لا يستطع به" (السعایہ صفحہ۲۱۰)

✦ اٹھنے کی مسنون ترتیب یہ ہے کہ تکبیر کہتا ہوا اولاً سر اٹھائے پھر دونوں ہاتھوں کو پھر گھٹنے کو اور ان دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے ہوئے اس کے سہارے اٹھے، "ویکبر ویرفع راسه اولا ثم یدیه ثم رکبتیه" (السعایہ صفحہ ۲۰۹) "یعتمد بیدیه علی رکبتیه" (الشامی صفحہ ۵۰۶)

دوسری رکعت میں ثنا و تعوذ نہ پڑھے

✦ اگر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو رہا ہے تو اب ثنا اور تعوذ نہیں پڑھے گا خواہ امام ہو یا مقتدی، "والرکعة الثانیة کالاولی غیر انه لا یاتی بثناءٍ ولا تعوذ فیها" (الشامی صفحہ ۵۰۶)

تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کا مسنون طریقہ

✦ تشہد سے فارغ ہو کر تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جیسے ہی تشہد کے بعد شہادت سے فارغ ہو ویسے ہی تکبیر کہتا ہوا اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے ہوئے اس کے سہارے سے کھڑا ہو "یکبر عند النهوض، ویکبر حین یقوم من اثنین بعد الجلوس." (السعایہ صفحہ ۲۳۰، کبیری صفحہ ۳۳۱)

"واذا قام الی الرکعة الثالثة لا یعتمد بیدیه علی الارض ...... وان اعتمد ...... انه یکره" (کبیری صفحہ ۳۳۱)

✦ تیسری رکعت کے لئے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے ہوئے اٹھنا بلا عذر کے مکروہ ہے۔ (کبیری صفحہ ۳۳۱)

۲۹ وتکبیر السجود:

اور سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہنا یعنی جیسے جھکے تکبیر شروع کر دے اور زمین پر چہرہ ٹیکتے ختم کر دے:

"ویختمهٗ عند وضع جبهة للسجود" (طحطاوی صفحہ ۱۵۴)

۳۰ وتکبیر الرفع منه:

اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہنا سنت ہے

سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہو

۳۱ وکون السجود بین کفیه:

اور سنت ہے کہ سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہو۔ (نور الایضاح)

یعنی سجدہ میں سر کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اس طرح رکھنا کہ دونوں ہتھیلیاں کانوں کے مقابلے میں ہو جائیں اور دونوں ہاتھوں کو اس طرح رکھنا کہ انگوٹھے کان کے مقابل اور بغل ہو جائیں افضل ہے۔

"بحیث یکون ابهاما حذاء اذنیه" (الشامی صفحہ ۴۹۸)

"وجهه بین کفیه ویدیه حذاء اذنیه" (فتح صفحہ ۳۰۲، السعایہ صفحہ ۱۹۵)

اگر دونوں ہاتھوں کو کندھے کے قریب رکھا تب بھی سنت طریقہ ادا ہو جائے گا:

"سواء وضع وجهه بين كفيه او حذا منكبيه" (طحطاوی علی الدرر صفحہ ۳۲۱، الشامی، السعایہ صفحہ ۱۹۵)

البتہ کانوں کے مقابل رکھنا زیادہ افضل و بہتر ہے:

"لكن بين الكفين افضل" (طحطاوی صفحہ ۱۱۱، صفحہ)

✤ خیال رہے کہ دونوں ہتھیلیاں کانوں کے بغل اور مقابل تو رہیں گی مگر کانوں سے یا گالوں سے نہ سٹینگی اور نہ ملیں گی چنانچہ بیشتر لوگوں کو دیکھا گیا ہے ان کے انگوٹھے کان اور گالوں سے مل جاتے ہیں کہ سجدہ کی حالت میں تمام اعضاء کا ایک دوسرے سے الگ رکھنا سنت ہے۔ "كما في حديث وائل رايت ابهاميه قريبا من اذنيه" (السعایہ جلد ۱ صفحہ ۹۱۵)

بس معلوم ہوا کہ قریب اور مقابل میں رہیں گے مگر ملیں گے نہیں مزید ہتھیلی کے رکھنے کی کیفیت آگے آرہی ہے۔

۳۲ وتسبيحه ثلاثاً:

اور سنت ہے کہ کم از کم ۳ رمرتبہ تسبیح "سبحان ربی الاعلی" پڑھے اور سجدہ میں جو آپ ﷺ سے بعض مواقع پر دعائیں منقول ہیں وہ نوافل اور تہجد سے متعلق ہیں فرائض سے نہیں۔ "لا ياتی فی ركوعه وسجوده بغير التسبيح على المذهب وماورد محمول على النفل ای تهجدا وغيره" (الشامی صفحہ ۵۰۶)

تسبیح کے علاوہ دیگر دعائیں نوافل میں پڑھی جا سکتی ہیں۔

۳۳ ومجافاة الرجل بطنه عن فخذيه:

مردوں کو سجدہ میں پیٹ کو ران سے الگ رکھنا سنت ہے، مطلب یہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں ران گھٹنے سے لے کر اوپر تک پیٹ سے جدا رہے ملے اور سٹے نہیں بلکہ ران اور پیٹ و سینہ کے درمیان اتنا فاصلہ اور خلا رہے کہ اگر کوئی چھوٹا بچہ بکری کا نکلنا چاہے تو نکل جائے۔ "حتى ان لو بهيمة ارادت ان تمربين يديه مرت" (بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۳۳۹، کبیری صفحہ ۳۲۱، فتح القدیر صفحہ ۳۰۷)

"ومر فقيه عن جنبيه ......" اور اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے الگ رکھے، یعنی سجدہ کی حالت میں اپنی کہنی اور بازو کو سینہ اور پیٹ سے نہ ملائے۔

✤ ہاتھ اور کہنی بعض لوگ سینہ اور پہلو سے ملائے رکھتے ہیں، عموماً لوگ اس پر توجہ نہیں کرتے خلافِ سنت ہے۔

✤ البتہ بھیڑ ہو ازدحام ہو صف چھوٹی اور ملی ہوئی اور بغل والے کو اذیت ہوتی ہو تو ایسی صورت میں ان اعضاء

کو ایک دوسرے سے ملا سکتے ہیں، جیسے ریاض الجنۃ میں کہ کثرت ازدحام کی وجہ سے چھوٹی صف اور بہت کسی کسی ملی ہوئی ہیں "ویظهر عضدیه فی غیر زحمة" (الشامی صفحہ۵۰۳، طحطاوی صفحہ۱۴۶)
"اذا لم یکن فی الصف زحام" (السعایہ صفحہ۱۹۶)
"وذرا عیه عن الارض."
اور اپنے بازو کو زمین سے الگ رکھے، یعنی سجدہ کی حالت میں اپنے ہاتھ یا بازو کو زمین سے اچھی طرح اٹھا کر جدا رکھے، نہ زمین سے ملائے اور زمین سے لگائے۔ (نورالایضاح صفحہ، طحطاوی صفحہ)
"روی مسلم نهٰی علیه الصلوة والسلام ان یفترش ذرا عیه افتراش السبع" (السعایہ صفحہ۱۹۶)
"فاذا سجد وضع بدیه غیر مفترش" (فتح القدیر صفحہ۳۰۷)
"ولحدیث مسلم اذا سجدت فضع کفیك وارفع مرفقیك" (بحر صفحہ۳۳۸)
✧ سجدہ کی حالت میں دونوں بازوؤں کو زمین پر لگانا یا رکھنا سنت کے خلاف ہے، اکثر و بیشتر لوگ اپنے بازو کو زمین سے ملا دیتے ہیں اسی طرح کان اور گال سے ملا دیتے ہیں جو خلاف سنت مکروہ ہے، "ومن السنن مجافا الورکین عن عقبیه" (السعایہ صفحہ۱۹۷)
اسی طرح سجدہ کی سنت میں سے یہ ہے کہ سرین یعنی چوتڑ کو ایڑیوں سے بالکل علیحدہ رکھے ذرا بھی نہ ملائے صرف عذر کی حالت میں اس کی اجازت ہوسکتی ہے۔ "لماروی ...... فرفع عجزتیه" (السعایہ جلد۲ صفحہ۱۹۷)
"ضاما اصابعه" سجدہ میں اپنی انگلوں کو ملا کر رکھے۔ (شرح وقایہ، السعایہ ۱۹۵)
✧ سجدہ میں تمام انگلیوں کو ملا کر رکھنا مسنون ہے، رکوع کی طرح کشادہ پھیلی نہ رہیں گی سیدھی بجانب قبلہ رہیں گی، اگر ملی نہ رہیں گی تو انگلیوں کا رخ دائیں بائیں ہوکر قبلہ رخ نہ ہوگا۔
خیال رہے کہ نماز میں ہتھیلی کی انگلیوں کی تین حالتیں ہیں:
① اپنی اصلی حالت میں کھلی رہیں گی نہ بالکل ملی رہیں گی نہ کشادہ پھیلی رہیں گی، تکبیر تحریمہ کے وقت اور تشہد میں بیٹھنے کے وقت "عند التکبیر والوضع فی التشهد یترك ما علیه العادة من غیر تکلف ولا ضم" (صفحہ۳۱۵)
② کشادہ اور کچھ پھیلی رہیں گی، رکوع کے وقت گھٹنے پکڑنے میں۔
③ سجدے کے وقت ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی رہیں گی تا کہ بجانب قبلہ رخ صحیح ہوسکے، "ولا الضم الا فی السجود" (الشامی صفحہ۴۷۶)
"ولا تفریج الا صابع الاهنا (الی الرکوع) کما انه لا یطلب الضم التام الا فی

السجود فیما عدا هذین نص مشائخنا علی انه یضم اصابعه کل الضم فی السجود" (السعایہ صفحہ ۱۹۶)

"یبقیها علی خلقتها" (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۱۴۵)

✧ بعض لوگ سجدہ کی حالت میں انگوٹھوں کو انگشت شہادت کے ساتھ ملا کر رکھنے کے بجائے دائیں بائیں جانب رکھتے ہیں جس سے انگوٹھوں کا رخ بجانب قبلہ نہیں ہوتا یہ خلاف سنت ہے، ملا کر رکھنے کی یہی حکمت ہے تا کہ رخ سیدھا قبلہ کی طرف رہے، "لوفرجها یبقی الابهام والخنصر غیر متوجهین" (السعایہ صفحہ ۱۹۶)

✧ "ان تکون روس اصابعه مستقبل القبلة" سجدہ کی حالت میں انگلیوں کا سرا یعنی پورے کا رخ قبلہ کی جانب رہے، یہ سنت ہے اسی طرح ہتھیلیوں میں ذرا بھی خم اور ٹیڑھا نہ رکھے نہ دائیں بائیں جانب کرے اور نہ سر کی جانب ذرا بھی موڑے۔ "وانما یسن الضم هنا للتوجه الی القبلة" (السعایہ صفحہ ۱۹۵) "ویسن توجیه اصابع الیدین ایضا" (السعایہ صفحہ ۱۹۸)

"موجها اصابع رجلیه نحو القبلة" سجدہ کی حالت میں دونوں قدم کی انگلیوں کا سرا قبلہ کی جانب رہے، مطلب یہ ہے کہ دونوں قدم کھڑے اور زمین پر ٹکے رہیں گے اور قدموں کی انگلیوں کا سرا مڑ کر قبلہ کی جانب رہے گا نہ سیدھی کھڑی انگلیاں رہیں گی اور نہ پورب کی جانب مڑی رہیں گی، "فی سنن السجود توجیه اصابع الیدین وانا مل الرجلین الی القبلة" (منیۃ المعبود صفحہ ۳۳۲)

واستقبل باطراف اصابع رجلیه الی القبلة" (الشامی جلد ا صفحہ ۵۰۴)

اگر موٹاپے کی وجہ سے یا کسی اور عذر کی وجہ سے ساری انگلیاں قبلہ جانب نہیں ہو پاتی ہیں تو جو ہو سکے اسے ہی قبلہ جانب اہتمام سے کرے، مثلاً انگوٹھا اور بغل والی انگلی، عموماً بالکل چھوٹی انگلی نہیں ہوتی سو اس میں کوئی حرج نہیں۔

"المراد بوضع الاصابع توجیهها نحو القبلة لیکون الاعتماد علیها" (الشامی صفحہ ۵۰۰)

"المراد بوضع القدم وضع اصابعها ولو واحدة" (الشامی جلد ا صفحہ ۵۰۴)

سجدہ میں پیروں کا ہلانا مکروہ ہے

✧ سجدہ کی حالت میں دونوں پیروں کی انگلیوں کے سرے بجانب قبلہ ٹکے رہیں گے اچھی طرح زمین پر جمے رہیں گے نہ ذرا بھی اٹھائے جائیں نہ ہلائے جائیں اور نہ حرکت دی جائے، بعض لوگ قدم اچھی طرح ٹیکتے نہیں ہلاتے رہتے ہیں اس سے بسا اوقات سجدہ مکروہ ہوتا ہے۔ (کبیری صفحہ ۲۸۵)

سجدہ سے اٹھنے کا طریقہ

ثم یرفع راسه مکبرا:

پھر سجدہ سے سر تکبیر کہتے ہوئے اٹھانا: (شامی صفحہ ۵۰۵، شرح منیۃ المصلی صفحہ ۳۲۱)

اٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سجدہ ہی میں اللہ اکبر شروع کر دے اور بیٹھنے کی ابتداء میں تکبیر ختم کر دے، یعنی انتقال کی پوری حالت تکبیر میں گزرے یہ نہیں کہ اللہ اکبر کہہ دے اور اٹھ جائے اللہ کے لام کو تھوڑا سا کھینچا جائے گا ورنہ کھڑے ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا۔

❊ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ سجدہ میں اٹھنے سے قبل اپنے دونوں پیروں کو زمین سے اٹھا دیتے ہیں پھر زمین پر رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں یہ بھی غلط ہے، پیروں کا سرا زمین پر ٹکے ہونے ہی کی حالت میں ہی سجدہ سے سیدھا کھڑا ہو۔

عورت کا سجدہ

۳۴ وانخفاض المراة ولزق بطنها لفخذيها:

عورت کے لئے سجدہ میں سنت یہ ہے کہ پست رہے اور پیٹ کو ران سے ملا لے۔ (نور الایضاح صفحہ ۷۲)

عورت اپنے تمام اعضاء کو ملا کر رکھے گی اور اپنے بازو کو زمین پر بچھا دے گی۔ "**وتنتضم فی رکوعها وسجودها وتفترش ذراعیها**" (شامیہ صفحہ ۵۰۴)

عورت خوب سمٹ کر دب کر سجدہ کرے گی رانوں کو پیٹ سے بازوؤں کو پہلو سے ملا دے گی اور کہنیوں کو زمین پر رکھے گی۔

۳۵ القومة:

اور قومہ کرنا سنت ہے:

یعنی قومہ کو ٹھیک اور اطمینان سے ادا کرنا سنت ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۶)

۳۶ والجلسة بين السجدتين:

اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔

یعنی پہلے سجدہ کے بعد ایک تسبیح کی مقدار بیٹھے اور اتنا اطمینان سے بیٹھنا کہ اس حالت میں تمام اعضاء اپنی جگہ آکر ساکن معتدل اور مطمئن ہو جائیں ضروری ہے۔

"**مقدار الجلوس عدنا بین السحدتین مقدار تسبیحة**" (طحطاوی ۱۴۶)

"**ای بقدر تسبیحه**" (الشامی صفحہ ۵۰۵)

✧ بعض لوگ سجدے سے سر اٹھاتے ہی جلدی سے دوبارہ سجدے میں چلے جاتے ہیں اچھی طرح بیٹھ بھی نہیں پاتے، اس سے بسا اوقات نماز خراب ہو جاتی ہے اور واجب چھوٹ جاتا ہے۔ "تسكين الجوارح قدر تسبيحة في الركوع والسجود، وحوب الطمانية في الاربعة اى فى الركوع والسجود فى القومة والجلسة" (شامی جلد ۱ صفحہ ۴۶۴)

⑦ ووضع اليدين على الفخذين فيما بين السجدتين كجلسة التشهد:

(نور الایضاح صفحہ ۷۲)

اور تشہد میں بیٹھنے کی طرح دو سجدے کے درمیان ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا، یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے اور ہاتھ رکھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ران اور گھٹنے کے قریب اس طرح رکھے کہ انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔

جلسہ اور تشہد میں ہاتھ کے ران اور گھٹنوں پر رکھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں نہ بالکل ملی رہیں اور نہ کشادہ الگ الگ رہیں، بلکہ تحریمہ کی طرح اپنی اصلی طبعی حالت پر رہیں اور انگلیوں کو سیدھا گھٹنوں پر رکھا جائے اس طرح کہ ہتھیلی تو ران پر آ جائیں گی اور انگلیوں کا سرا اور پورا گھٹنوں پر آ جائے گا، انگلیوں کا رخ سیدھا بجانب قبلہ ہوگا مڑ کر زمین کی جانب نہ ہوں گی کہ یہ خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔

"بحيث تكون اطراف اصابعه على حرفى ركبتيه لا مباعدة عنها" (طحطاوی صفحہ ۱۴۶، فتح)

✧ "عند الوضع تكون الاصبع متوجهة الى القبلة" (السعایہ صفحہ ۲۱۵)

خیال رہے جلسہ میں اور تشہد میں بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں سے گھٹنے کو پکڑا نہیں جائے گا، جیسا کہ رکوع میں ورنہ تو پھر انگلیوں کے پوروں کا رخ زمین کی جانب ہو جائے گا جو خلافِ سنت ہے، "والاصح ان كان يأخذ الركبة ......"

"وعند اخذ الركبة تكون متوجهة الى الارض " (السعایہ صفحہ ۱۱، طحطاوی جلد ۱ صفحہ ۲۲۴)

"ولا ياخذ هما كالراكع على المعتمد" (طحطاوی علی الدرر صفحہ ۲۲۴، شرح منیہ صفحہ ۳۲۸)

جلسہ اور تشہد میں انگلیاں سیدھی پھیلی رہیں گی ان میں قران نہ ہوگا، "نحو القبلة مبسوطة"

(شرح وقایہ صفحہ)

✧ جلسہ اور تشہد کے موقعہ پر بیشتر لوگوں کی غفلت اور بے توجہی کی وجہ سے گھٹنے پر انگلیاں سیدھی قبلہ کی جانب نہیں ہوتی بلکہ انگلیوں کے سرے اور پورے زمین کی جانب ہوتے ہیں جو خلافِ سنت ہے۔

✧ جلسہ اور تشہد کی حالت میں بازو اور کہنیاں ران سے لگی رہیں گی اوپر کو اٹھی ہوئی نہ رہیں گی، یہاں ملانا اور

رکھنا سنت ہے اور آپ سے ثابت ہے۔

"وروی سعید بن منصور فی سننہ من حدیث وضع کفہ الیسری علی فخذہ الیسری ومرفقہ الا یمن علی فخذہ الایمن" (السعایہ صفحہ ۲۱۵)

پس معلوم ہوا کہ کلائیاں اور کہنیاں رانوں پر رہیں گی۔ "وان لم یصرح الفقہاء عامۃ ولکن من السنن فتنبّہ علی ذالک"

- دو سجدوں کے درمیان فرائض میں زیادہ بیٹھنا ممنوع ہے اگر بھولے سے زیادہ دیر تک بیٹھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہوجائے گا۔ "لو اطال ھذہ الجلسۃ او قومۃ الرکوع اکثر من تسبیحۃ ساھیا یلزمہ سجود السہو." (الشامیہ ۵۰۵)
- دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں خاموش رہے کچھ نہ پڑھے، یہ بھی صحیح ہے فرائض میں کوئی ذکر مسنون نہیں "لیس بینھما ذکر مسنون" (الدر المختار) اور اس کی بھی اجازت ہے کہ یہ مختصر دعا "اللھم اغفر لی" پڑھ لے، بلکہ علامہ شامی نے اس کا فرض نماز میں پڑھنا بہتر اور مستحب قرار دیا ہے "ینبغی ان یندب الدعا بالمغفرۃ بین السجدتین ...... لکن صرحوا باستحباب مراعاۃ الخلاف" (الشامی صفحہ ۵۰۵) اس مقدار کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ "بل فیہ اشارۃ الی انہ غیر مکروہ" بلکہ شامی کے نزدیک پڑھنا ہی افضل ہے اور اس مقدار میں کوئی تاخیر نہیں "یندب حروجا من خلاف الأمام احمد."
- اگر منفرد ہے تنہا نماز پڑھ رہا ہے خواہ فرض ہو تو پھر حدیث پاک میں وارد شدہ دعاؤں کو پڑھ سکتا ہے۔ مثلاً "اللھم اغفر لی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی" (ابوداؤد شامی جلد ۱ صفحہ ۵۰۶)
"کذا فی الشامیہ: ان یثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد" (الشامی جلد ۱ صفحہ ۵۰۶)

۳۸ وافتراش رجلہ الیسری ونصب الیمنی:

جلسہ اور تشہد میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بائیں پیر کو بچھالے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لے۔

یعنی دائیں پیر کو کھڑا رکھے اس طرح کہ انگلیوں کا رخ مڑ کر قبلہ کی جانب ہو جائے، اسی طرح بائیں پیر کو دائیں پیر سے لگا کر اس کی بھی انگلیاں قبلہ رخ کرے۔ بغیر لگائے اور سہارا لئے بائیں پیر کی انگلیاں قبلہ رخ نہ ہوں گی، اس طرح ان قدموں کا رکھنا کے دونوں کی انگلیاں بجانب قبلہ رہیں مسنون ہے، عموماً لوگوں سے اس میں بڑی غفلت ہوتی ہے۔ "ویوجہ اصابعہ فی المنصوبۃ نحو القبلۃ ھو السنۃ فی الفرض والنفل"
(درمختار صفحہ، الشامی صفحہ)

بیٹھنے کی صورت میں دونوں پیروں کی انگلیوں کا سرا قبلہ کی جانب ہوگا، دائیں پیر میں تو یہ آسانی سے ہو جاتا

ہے بائیں میں ذرا پریشانی ہوسکتی ہے اگر بائیں پیر کی انگلیوں کو دائیں میں لگا کر رکھے تو ہو جاتا ہے اگر ساری انگلیاں جانب قبلہ نہ ہوسکے تو جس قدر بھی ہو سکے اسی پر اکتفا کرے، دو انگلیاں بسہولت ہو جاتی ہیں "فیوجه رحله الیسری الی الیمنی واصابعها نحو القبلة بقدر الاستطاعة" "وظاهره کالهدایة والظهیریه وغیرهما توحیهه اصابع کلتا الرجلین الی القبلة توجه اصابع الـ سری لا یخلو عن کلفة ...... فان توجیه الخنصر والبنصر لا تخلو عن تعیر" (السعایہ صفحہ۲۱۴، نفع المفتی والسائل صفحہ۷۵)

پس معلوم ہوا کہ جب سہولت ہو تو بائیں پیر کی انگلیاں قبلہ کی جانب ہوں گی چھوٹی اور اس کے بغل والی نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں۔

✧ اگر پیر کی انگلیاں ذرا موٹی ہوں قبلہ رخ کرنے میں تعب اور مشقت ہوتی ہو تو چھوڑ دے۔

(الشامی جلد ۱ صفحہ ۵۰۸)

✧ فرض، سنت اور نفل تمام نمازوں میں بیٹھنے کا یہی مسنون طریقہ ہے، "هو السنة فی الفرض والنفل"

(درمختار صفحہ)

✧ بیٹھنے کی حالت میں مسنون و مستحب یہ ہے کہ نگاہ گود میں دونوں ہاتھوں کے مابین ہو۔

"والی حجره حال قعوده ای ما بین یدیك من ثوبك" (طحطاوی علی الدرر جلد ۱ صفحہ ۲۱۴)

۴۹ وتورك المراة:

اور عورتیں سرین کے بل بیٹھیں گی اس طرح کہ بائیں پیر کو دائیں جانب نکال دیں گی اور ان کو ران میں ملا دیں گی کسی پیر کے سہارے نہ بیٹھیں گی دونوں پیر دائیں جانب نکال دیں گی اور بائیں رخ بیٹھیں گی۔

۵۰ والاشارة فی الصحیح بالمسبحة عند الشهادة:

اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا صحیح قول میں سنت ہے کہ نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت گرا دے۔

یعنی "اشهد ان لا" کے وقت اشارہ کرنے کے لئے شہادت کی انگلی قبلہ کی جانب رخ کرتے ہوئے اٹھا دے اور "الا اللّٰه" کے وقت اس انگلی کو گرا دے، "یرفعها ای المسحة عند النفی ...... لا اله ویضعها عند الاثبات الا اللّٰه" (طحطاوی صفحہ۱۴۷)

اشارہ کے وقت مٹھی کے باندھنے کی مختلف ہیئت اور شکلوں کو محدثین اور فقہائے کرام نے احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے جس کا ذکر احادیث کے ذیل میں عنوان ''انگلی سے اشارہ کرنے کا مسنون طریقہ'' میں گزر چکا ہے۔

① خنصر، بنصر سب سے چھوٹی اور اس کے بغل والی انگلی موڑے مٹھی کی طرح اور بیچ والی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا لے یعنی دونوں کے سرے کو ملالے اور انگشت شہادت کو علی حالہ باقی رکھے اور ''لَا'' آتے ہی اشارہ کے لئے اٹھا لے **''یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی بالابھام ویقیم السبابة''** (الشامی صفحہ۵۰۸)

② چھوٹی اس کے بعد والی اور بیچ والی انگلیوں کو موڑے مٹھی کی طرح اور انگوٹھے کے سرے کو بیچ والی انگلی کے بیچ کے جوڑ میں ملالے اور انگشت شہادت علی حالہ رکھ کر نفی ''لَا'' کے وقت اس سے اشارہ کرے، **''ان یقبض الوسطی والبنصر والخنصر ویضع راس ابھامہ علی حرف مفصل الوسطی الاوسط ویرفع الاصبع عند النفی''** (الشامی صفحہ۵۰۹، منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق صفحہ۳۴۲)

✧ چھوٹی انگلی اس کے بعد والی انگلی اور بیچ والی انگلی کو مٹھی کی طرح موڑے اور انگوٹھے کو انگشت شہادت کی جڑ میں ملادے اور ''لا'' کے وقت اس انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

''ان یعقد الخنصر والبنصر والوسطی ویرسل المسبحة ویقیم الابھام الی اصل المسبحة''

(السعایہ صفحہ۲۲۰)

✧ حلقہ بنا کر جیسا کہ ذکر کیا گیا مسنون ہے بلا حلقہ بنائے انگلیاں پھیلی رہیں اور شہادت کے وقت ''لا'' جب آئے تو انگشت شہادت اٹھادے خلاف سنت ہے، **''واما علیه عامة الناس فی زماننا من الاشارة مع البسط بدون عقد فلم اراحداً''** (الشامی صفحہ۵۰۹)

''فلیس لنا قول بالاشارة بدون تحلیق'' (الشامی صفحہ۵۰۹)

بلا حلقہ بنائے اشارہ ثابت نہیں ہے اور سنت کے بھی خلاف ہے۔

✧ اشارہ صرف دائیں ہاتھ کے انگشت شہادت سے ہوگا بائیں کے انگلی سے نہیں وہ اپنی حالت پر رہے گی۔

(الشامیہ صفحہ۵۰۹)

دونوں ہاتھوں سے ہرگز اشارہ نہیں کیا جائے گا۔ (کبیری صفحہ۳۲۸، الشامیہ جلد۱ صفحہ۵۰۹)

✧ اشارہ کرتے وقت انگلی آسمان کی طرف نہیں اٹھائی جائے گی بلکہ اس کا رخ قبلہ کی جانب کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔

✧ اشارہ کرتے وقت انگلی کو ہلایا اور حرکت نہیں دی جائے گی صرف اٹھایا جائے گا۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ۱۴۷)

✧ اگر کسی کی دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت نہ ہو کٹ گئی ہو تو وہ کسی دوسری سے اشارہ نہ کرے گا نہ ہی بائیں ہاتھ کی انگلی سے۔ (طحطاوی صفحہ۱۴۷)

✧ شروع سے ہی اشارہ کے لئے حلقہ بنا کر نہیں رکھے گا، احناف کے یہاں جب اشارہ کا وقت آئے گا تب

حلقہ بنائے گا اور انگلیوں کو موڑے گا، "**والمختار عند اصحابنا انه يبسط ثم يعقد عند الاشارة**"
(فتح القدیر صفحہ، سعایہ صفحہ)

"**والصحيح والمختار عند جمهور اصحابنا ان يضع كفيه على فخذيه ثم عند وصوله الى كلمة التوحيد يعقد الخنصر والبنصر**" (السعایہ صفحہ۱۲۱)

- جولوگ شروع سے ہی حلقہ اور انگلی کو موڑ کر رکھتے ہیں یہ منع ہے جب اشہد کہنے لگے تب حلقہ بنا کر اشارہ کرے۔ (طحطاوی صفحہ۱۴۷)
- اشارہ کے بعد انگلیوں کے حلقہ کو کھولا نہیں جائے گا بلکہ اسی طرح سلام تک باقی رکھا جائے گا بعض لوگ اشارہ کے بعد انگلیوں کو سیدھی کر لیتے ہیں جیسے کہ بائیں ہاتھ کی انگلی سیدھی گھٹنے پر رہتی ہے یہ صحیح نہیں۔
"**ثم يستمر على ذلك لانه ثبت العقد عند ذلك بلا خلاف ولم يوحد امر بتغيره**"
(السعایہ جلد۱ صفحہ۲۲۱)

㉑ قراءة الفاتحه بعد الاولين:

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا:

یعنی فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا افضل اور سنت ہے بمقابلہ تسبیح اور خاموش رہنے کے۔ (طحطاوی صفحہ)

① تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا ② یا تسبیح پڑھنا جو فاتحہ کی مقدار ہو ③ یا خاموش رہنا سورہ فاتحہ کی مقدار میں تینوں صورتیں درست اور جائز ہیں۔ "**روى عنه التخيير بين قراءة الفاتحة والتسبيح والسكوت**" (مراقی الفلاح صفحہ)

- سورہ فاتحہ پڑھنا افضل ہے تسبیح کے مقابلہ میں اور تسبیح افضل ہے خاموشی کے مقابلہ میں "**القراءة افضل بلا شك وكذا التسبيح افضل من السكوت**" (طحطاوی صفحہ۱۴۷)
"**والاقتصار على الفاتحه مسنون**" (الشامی جلد۱ صفحہ۵۱۱)
- تسبیح خواہ سورہ فاتحہ کی مقدار کرے، یا ۳ر تسبیح کی مقدار کرے، "**والتسبيح بقدر الفاتحه او ثلاث تسبيحات**"
- اور اگر خاموش رہے تو اس میں اختیار ہے کہ مقدار فاتحہ رہے یا ۳ر تسبیح کی مقدار اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ ایک ہی تسبیح کی مقدار رہے، "**والسكوت بقدر الفاتحه**" اور بقدر ثلث تسبیحات اور بقدر تسبیحہ واحدہ۔
(طحطاوی صفحہ۱۴۷، الشامی صفحہ۵۱۱)

✧ البتہ خاموش رہنا بہتر نہیں کہ بعضوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے،

"بل السکوت مکروہ ... ممن انہ لو لم یقرا وسکت یکرہ لترک السنۃ"

(منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق جلد ا صفحہ ۳۴۵)

"وان سکت عمدا یکون مسیئا" (بحر الرائق صفحہ ۳۴۵)

✧ ہاں تسبیح بجائے سورۃ فاتحہ کے کسی قول میں مکروہ نہیں۔

"فلو سبح لا یکرہ بحلاف مالوسکت" (منحۃ الخالق ۳۴۵)

"ولو سبح فیھما ولم یقرأ لم یکن مسیئا"۔

✧ فرض کی تیسری چوتھی میں صرف سورہ فاتحہ ہی پر اکتفا کرے کوئی سورۃ چھوٹی بھی نہ ملائے کہ خلاف سنت مکروہ تنزیہی خلافِ اولیٰ ہے۔

"والاقتصار علی الفاتحہ مسنون لا واجب فکان الضم خلاف الاولی" (الشامیہ صفحہ ۵۱۱)

"کراھیۃ الزیادۃ علی الفاتحہ علی کراھۃ التنزیھہ" (بحر الرائق صفحہ ۳۴۶)

✧ یہ حکم فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت کا ہے، خواہ امام ہو یا منفرد واجب، سنت اور نفل کی تیسری اور چوتھی میں پہلی دوسری کی طرح سورہ فاتحہ مع سورت کے واجب ہے، "لان النفل والواجب تجب القراۃ فی جمیع الرکعات بالفاتحۃ والسورۃ" (بحر الرائق صفحہ ۳۴۶)

۲۴ وتسن الصلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الجلوس الاخیر:

اور نماز کے آخری تشہد میں درود شریف کا پڑھنا سنت ہے۔ (نور الایضاح، طحطاوی صفحہ)

اگر ۴ رکعت والی ہو تو چوتھی رکعت کے تشہد کے بعد اور دو رکعت والی ہو تو دوسری کے تشہد میں درود سنت ہے۔

✧ درود میں درود ابراہیمی کا پڑھنا افضل ہے۔ (الشامیہ صفحہ ۵۱۳)

✧ اور جس درود میں "اللھم صلی علی سیدنا" ہو اس کا پڑھنا بھی بلا کسی قباحت کے درست ہے۔

"وندب السیادہ" (الدر المحتار)

✧ اگر درود کے صیغے نہ پڑھ کر سلام علی النبی کے صیغے پڑھے تو گنجائش ہے مگر سنت کے خلاف ہے۔

(الشامی صفحہ ۵۱۷)

✧ خیال رہے کہ نماز کے کسی بھی مقام پر مثلاً رکوع یا سجود میں درود کا پڑھنا مکروہ ہے۔

(طحطاوی علی الدرر جلد ا صفحہ ۲۲۸)

✦ نوافل کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنے کی اجازت ہے بلکہ مطلوب ہے کوئی ممانعت نہیں، "**وسنة فی الصلوة ای فی قعود اخیر مطلقا وکذا فی قعود اول فی النوافل غیر الرواتب**" (الشامی صفحہ ۵۱۸)

"**اما النفل فالزیادة فیه مطلوبة**" (طحطاوی علی الدرر صفحہ ۲۰۹)

۶۳ والدعا بعد صلوة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

اور درود پاک کے بعد دعائیہ کلمات پڑھنا سنت ہے، درود پاک کے بعد ایسی دعاؤں کا پڑھنا جو احادیث پاک میں وارد ہیں نبی پاک ﷺ سے ثابت ہیں یا قرآن میں مذکور ہیں افضل اور بہتر ہے "**ویدعوا بالدعوات الماثورة ای المنقولة عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم**" (شرح منیہ صفحہ ۳۳۵)

✦ علامہ ابن نجیم نے مسلم کی اس دعا کو افضل قرار دیا ہے "**اللّٰھم انی اعوذبك من عذاب جھنم ومن عذاب القبر ومن فتنة المحیا والممات ومن فتنة المسیح الدجال**" (صفحہ ۳۴۹، کبیری صفحہ ۳۳۵)

✦ بہتر ہے کہ دعاء صدیق اکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ پڑھے جسے آپ ﷺ نے ان کے سوال پر کہ نماز میں کون سی دعا پڑھوں ارشاد فرمایا تھا، "**اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم**" (طحطاوی صفحہ ۱۴۹، کبیری صفحہ ۳۳۵)

امت کا تعامل بھی اسی دعا پر ہے مغفرت پر بڑی جامع ترین دعا ہے۔

✦ نماز کے اندر درود پاک کے بعد دعائیں عربی زبان ہی میں ہی مانگی جاسکتی ہیں عربی کے علاوہ سے نماز فاسد ہوجائے گی البتہ سلام کے بعد اختیار ہے خواہ عربی میں یا اردو وغیرہ میں۔ "**وحرم بعیرها**"

(الدر المختار، الشامی صفحہ ۵۲۱)

✦ عربی میں بھی ایسی دعا نہ مانگے جو انسانی کلام سے متعلق اور مشابہ ہو جیسے "**اللّٰھم اعطنی مالا اومتاعا**" (شرح منیۃ المصلی صفحہ ۳۳۵)

✦ اپنی جانب سے عربی میں کوئی دعا نہ مانگے قرآنی یا احادیث کی دعاؤں پر ہی اکتفا کرے کہ بسا اوقات کراہت یا فساد پیدا ہو جاتا ہے یا ایسی دعا نہ مانگے جو مکروہ وممنوع ہو۔

✦ دعا قرآنیہ میں دعا کی نیت ملحوظ ہو تلاوت کی نیت نہ کرے۔ (السعایہ صفحہ ۲۴۸)

✦ تمام امراض سے شفاء اور صحت دائمی کی دعا مکروہ اور ممنوع بلکہ حرام ہے نہ نماز کے اندر عربی میں اور نہ نماز کے بعد کسی زبان میں "**ویحرم سوال العافیة مدی الدھر ...... اوالعافیة من المرض ابدالدھر ینتفع بقواہ وحواسه ابدا**" (الشامی جلد ا صفحہ ۵۲۲)

"**لا یسئل المحال العادیة امن العافیة من المرض ابدا لدھر**" (السعایہ صفحہ ۳۴۶)

- ہاں مطلق عافیت کی دعا مانگ سکتا ہے یہ حدیث سے ثابت ہے "اللهم انی اسئلك العفو والعافية والمعافات الدائمة فی الدين والدنيا والاخرة" "ان الدعا بالعافية الدائمة ليس من هذا القبيل" (السعایہ صفحہ ۲۴۶)

۲۲ والالتفات يمينا ثم يسارا بالتسليمتين:

اور دائیں جانب اور بائیں جانب رخ کر کے دو مرتبہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا:

مطلب یہ ہے کہ دعا سے فارغ ہو کر پہلے دائیں جانب رخ کرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے پھر اسی طرح بائیں جانب۔

گردن کو سلام میں دائیں جانب اور بائیں جانب مکمل طور پر اس طرح گھمائے کہ اس کے پیچھے دائیں جانب والے کو اس کا دایاں رخسار نظر آجائے اور بائیں جانب والے کو بایاں رخسار نظر آجائے "حتى يرى بياض خده ای حتى يراه من يصلی حلفه" (الشامی صفحہ ۵۲۴، فتح القدیر صفحہ ۳۱۹)

سنت یہ ہے کہ چہرے کو تھوڑا نہ گھمائے بلکہ پورا گھمائے بعض لوگ ذرا سا چہرہ گھما لیتے ہیں اور سلام کر لیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ "يسن ان يبالغ فی تحويل الوجه فی التسليمتين" (الشامی جلد ا صفحہ ۵۲۴)

- نماز کے سلام میں برکاتہ نہ کہے یہ خلاف سنت ہے، "لا يقول بركاته صرح النووی بانه بدعة" (بحر الرائق صفحہ ۳۵۲، الشامی جلد ا صفحہ ۵۲۶)
- السلام علیکم ورحمۃ اللہ تک ادا کرنا سنت ہے اگر کسی نے اس سے کم صرف السلام یا السلام علیکم تک ہی کہا تو سلام ادا ہو گیا مگر خلاف سنت ہوا۔
- اسی طرح السلام علیکم الف لام کے ساتھ سنت ہے، سلام علیکم کہے گا تو سنت کے خلاف ہوگا، "ان قال السلام عليكم اوالسلام اوسلام عليكم السلام اجزاء وكان تار كاللسنة" (بحر صفحہ ۳۵۲)
- سلام میں چہرہ اتنا گھمائے کہ اس کی نظر کندھے پر آجائے مسنون و مستحب ہے۔ (مراقی الفلاح صفحہ ۱۵۱)
- اگر بھولے سے سلام نہیں کیا اور اٹھ گیا تو اس وقت سلام کرے جب تک کہ کوئی کلام نہ کیا ہو یا قبلہ سے پھرا نہ ہو، "ولو نسی اليسار اتی به مالم يستدبر القبلة اويتكلم" (الشامی صفحہ ۵۲۵)
- خیال رہے کہ امام کے پہلے سلام کے السلام کے میم تک اقتداء کا وقت رہتا ہے اگر کسی نے جیسے ہی نیت باندھی اور امام کا السلام ادا ہو گیا تو اقتداء درست نہیں ہوگی اور جماعت میں شامل نہ ہوا۔ (طحطاوی علی الدر صفحہ ۲۳۰)

"جاء رجل واقتدى به قبل ان يقول عليكم لا يصير داخلا فی صلاته" (الشامی صفحہ ۴۶۸)

⑮ **ونية الامام الرجال والحفظة وصالح الجن بالتسليمتين:**

اور سلام کرتے وقت امام کا مقتدی حضرات ملائکہ اور صالحین جن کی نیت کرنا سنت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ امام جو السلام کہہ رہا ہے اس کا مصداق کون ہوگا اور کس پر یہ سلام کرے گا سو یہ سلام کرتے وقت ذہن میں رکھے کہ مقتدیوں کو اور محافظ فرشتوں کو اور نماز یا مسجد میں جو صالح جنات ہوتے ہیں اسے سلام کر رہا ہوں اگر بلا نیت کیے اور ذہن میں لائے اور خیال کرے تب بھی سلام ہو جائے گا مگر سلام کی اس سنت کا ثواب نہ پائے گا۔

✧ مقتدی مسجد کے تمام مؤمنین کی بھی نیت کرے۔ (بحرالرائق صفحہ ۳۵۲)

اسی طرح کراما کاتبین کی بھی نیت کرے۔ (بحرالرائق صفحہ ۳۵۴)

محافظ فرشتے سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان خصوصاً مؤمنین کی شریر جناتوں وغیرہ سے بحکم خدا حفاظت پر مامور ہیں، ایک حدیث پاک میں ہے کہ ہر مؤمن پر پانچ محافظ فرشتے متعین ہیں۔

ایک روایت میں ہے ستر فرشتے مامور ہیں بعض روایت میں ایک سو ساٹھ کی تعداد ہے۔

(بحرالرائق صفحہ ۳۵۴، طحطاوی صفحہ ۱۵۰)

⑯ **ونية المامومر وامامه فى جهته ...... الخ:**

اور مقتدی اپنے سلام میں امام کی نیت کرے گا اور امام بیچ میں ہو تو دونوں سلام میں اس کی نیت کرے گا اور مقتدی کی محافظ فرشتوں کی اور نیک جنوں کی۔

مطلب یہ ہے کہ مقتدی اپنے سلام میں اپنے امام کی نیت کرے گا جس رخ میں بھی امام ہو۔

اگر مقتدی امام کے بالکل پیچھے ہو تو پھر دونوں سلام میں نیت کرے گا اسی طرح مقتدی سلام میں تمام شرکاء جماعت کی محافظ فرشتوں کی اور صالح جنات کی جو نماز میں شریک ہوں یا مسجد میں ہوں، نیت اور خیال کرے گا۔

خیال رہے کہ سلام کے وقت ان امور کا خیال اور اس کی نیت عموماً ذہن میں نہیں رہتی ہے پس سلام کا وقت آیا جلدی سے سلام پھیر لیا اور فارغ ہو گئے اگر چند مرتبہ بالقصد ذرا اہتمام کر کے اور دھیان دے کر اس طریقہ کو اختیار کیا جائے اور اس سنت کا اہتمام کیا جائے تو پھر مشق ہو جائے گا اور سلام کے وقت اس کا خیال آ جائے گا اور اس متروک سنت کے ثواب عظیم کو پانے والا ہو جائے گا، "اللهم وفقنا."

⑰ **ونية المنفرد الملائكة فقط:**

اور تنہا نماز پڑھنے والا صرف فرشتوں کی نیت کرے گا۔

مطلب یہ ہے تنہا نماز پڑھنے والا محافظ فرشتوں کی نیت کرے گا چونکہ یہ تو ہر وقت رہتے ہیں جس میں کراماً

کاتبین بھی شامل ہیں۔

۴۸ وخفض الثانية عن الاولی:

اور دوسرے سلام کا اول کے مقابلہ میں پست ہونا یعنی امام جو جماعت میں سلام کرے گا اس کے لئے سنت یہ ہے کہ اول سلام کے مقابلہ میں دوسرے سلام کو ذرا پست اور ہلکا کرے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۵۰)

اتنا ہلکا نہ کرے کہ مقتدی کو آواز نہ آئے "**والسنة ان تكون الثانية اخفض من الاولی**"

(بحر الرائق صفحہ ۳۵۲، کبیری صفحہ ۳۴۰)

۴۹ ومقارنته لسلام الامام:

اور مقتدی کے سلام کا امام کے سلام کے ساتھ ہونا، یعنی جیسے ہی امام سے السلام کی آواز سنے فوراً مقتدی بھی السلام شروع کردے تاکہ امام کے ساتھ سلام میں شریک اور مقارنت ہوجائے، تاخیر نہ کرے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۸)

- اگر مقتدی کا درود یا اس کی دعا پوری نہ ہوئی ہو اور ابھی درمیان ہی میں ہو اور امام نے سلام پھیر دیا تو دعا درود چھوڑ کر امام کے ساتھ سلام پھیرنے میں شریک ہوجائے اس کے پورا کرنے میں تاخیر نہ کرے۔ "**ولو سلم والموتم فی ادعية التشهد تابعه لانها سنة**" (شامی صفحہ ۴۹۶)
- اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اگر مقتدی کی دعا جو تشہد کے بعد پڑھی جاتی ہے پوری نہیں ہوتی ہے اور امام سلام پھیر دیتا ہے تو یہ جلدی جلدی دعا پوری کرنے لگ جاتے ہیں اور امام کے سلام کے بعد سلام پھیرتے ہیں گو تھوڑی ہی تاخیر سہی یہ خلافِ سنت ہے۔ "**والناس عنها غافلون**" ہاں اگر تشہد پورا نہیں ہوا اور امام کھڑا ہو گیا تو جلدی جلدی تشہد پورا کر کے پھر کھڑا ہو جائے۔ "**اوقيامه لثالثة قبل تمام الموتم التشهد فانه لا يتابعه بل يتمه لو جوبه**" (الشامی صفحہ ۴۹۶، طحطاوی علی الدرر)
- اسی طرح مقتدی اگر درود بھی پورا نہیں پڑھ پایا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی درود پورا کرنے کے بجائے امام کے ساتھ سلام میں شریک ہوگا۔ "**يشتمل الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم وبه شرح المنية**" (الشامی صفحہ ۴۹۶)

۵۰ والبداءة باليمين:

اور پہلے دائیں جانب کرنا ہے، یعنی سلام کی یہ ترتیب سنت ہے کہ پہلے دائیں جانب سلام کرے اس کے بعد بائیں جانب سلام کرے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۸، الشامی صفحہ ۵۲۴)

- اگر کسی نے بھولے سے بائیں جانب سلام کر لیا پھر دائیں جانب کیا، تو اب پورا سلام دوبارہ لوٹائے نہیں صرف دائیں جانب سلام کرے کافی ہے، "**ولو عكس مسلم عن يمينه فقط فلا يعيد التسليم**

عن یسارہ" (الشامی صفحہ ۵۲۴)

- اگر دایاں سلام تو پھیر لیا مگر بایاں بھول گیا، تو ایسی صورت میں اگر گفتگو نہیں کی قبلہ رخ سے منہ نہیں پھیرا تو دوسرا سلام کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۹)

۵۱ انتظار المسبوق فراغ الامام:

سنت ہے کہ مسبوق اپنے امام کے سلام پھیرنے کا انتظار کرے یعنی مسبوق جس کی ایک دو رکعت چھوٹ گئی ہوں اس کے لئے سنت یہ ہے کہ امام کے سلام کی آواز سنتے ہی فوراً کھڑا نہ ہو جائے بلکہ دونوں سلام سے فارغ ہونے کے بعد اپنی رکعت پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوا سے دوسرے سلام کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا سنت ہے، "ویسن ...... انتظار المسبوق سلام الامام" (الشامی صفحہ ۳۷۷)

- دوسرے سلام کا مسبوق اس لئے انتظار کرے تا کہ ایسا نہ ہو کہ پہلا سلام سہو کا ہو اور یہ مقتدی نماز کا سلام سمجھ کر کھڑا ہو جائے اور پھر اسے لوٹ کر سجدہ سہو میں شریک ہونا پڑے، "حتی یعلم ان لا سهو علیه" (طحطاوی صفحہ ۱۵۰)
- بیشتر مسبوق امام کے پہلے سلام ہی کے بعد کھڑے ہو جاتے ہیں دوسرے سلام کا انتظار نہیں کرتے بلکہ جیسے امام کے سلام کی آواز سنتے ہیں جلدی سے رکعت پوری کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ خلافِ سنت مکروہ تحریمی ہے۔ "فان قام قبله کره تحریما" (طحطاوی صفحہ ۱۵۰)
- ہاں اگر فجر میں اس قدر وقت تنگ ہے کہ وقت کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے، یا نمازیوں کی کثرت اور ازدحام و بھیڑ سے گزرنے والوں سے اذیت اور نماز کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو جلدی سے سلام پھیر کر فارغ ہو سکتا ہے۔ "وقد یباح له القیام لضرورة کما لو خشی ان انتظرہ یخرج وقت الفجر اوالجمعه او العید ..... وکذا لو خشی مرور الناس بین یدیه" (طحطاوی صفحہ ۱۵۰)

سلام کے بعد دعا کے متعلق

- امام کا ظہر، مغرب، عشاء کی نماز کے بعد "اللھم انت السلام الخ" کی مقدار مختصر دعاؤں کا مانگنا، اس سے زائد مانگنا اور طویل کرنا خلاف سنت مکروہ ہے، "ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یقعد مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ فلا یزید علیه اوعلی قدرہ فتحمل الکراهة علی الاتیان بما ھو ازید من ذلك" (مراقی صفحہ، طحطاوی صفحہ ۱۷۱)
- بعض امام حضرات ذرا طویل کرتے ہیں اور زور سے مانگتے ہیں دراصل وہ مقتدی کی جاہلانہ اور رسومانہ رواج کی رعایت اور ان کی خوشی میں ایسا کرتے ہیں سنت کے خلاف امور میں کسی کی رعایت ممنوع ہے،

ان کو سمجھا دے کہ ان نمازوں کے بعد کی دعا اسی مقدار آپ ﷺ سے ثابت ہے اور اسی کو فقہاء نے کتابوں میں ذکر کیا ہے ہاں عصر اور فجر کے بعد کچھ طویل مانگنے کی اجازت ہے۔

- جن نمازوں کے بعد سنت نہیں جیسے عصر اور فجر میں مقتدی کے رخ دائیں بائیں ہو کر اوراد وظائف ادا کرنا اور دعا کرنا۔

"ویستحب ان یستقبل بعده ...... ان لم یکن بعدهٗ نافلة یستقبل الناس" (مراقی الفلاح صفحہ ۱۷۱)

"ان الامام یحرف بعد الفراغ من التطوع اوالمکتوبة اذا لم یکن بعد ھا تطوع ان شاء انحرف عن یمینه وان شاء عن یساره" (طحطاوی صفحہ ۱۷۱)

جن نمازوں کے بعد سنت ہے ان نمازوں کے بعد قبلہ رخ ہی مختصر دعا کرنا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر امام اور مقتدی کا سنت اور نوافل میں مشغول ہونا ہے اور جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے جیسے عصر اور فجر یہاں مقتدی کی جانب رخ کر کے وظائف و اوراد مثلاً آیۃ الکرسی، تسبیح فاطمی وغیرہ پڑھ کر دعا مانگنی سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ہر نماز کے بعد ظہر مغرب عشا کے بعد بھی مقتدی کی طرف رخ کر کے دعا مانگتے ہیں ثابت نہیں۔

"یکره مکثه قاعدا فی مکانه مستقبل القبلة فی صلوة لا تطوع بعدها .... والکراھة تنزیھیه" (الشامی جلد ا صفحہ ۵۳۱)

- فرائض کے بعد کی سنتوں میں بلا کلام و گفتگو کے سنت کا ادا کرنا مسنون ہے، اس کے خلاف ثواب کی کمی کا باعث ہے، "اذا تکلم بکلام کثیر او اکل اوشرب بین الفرض والسنة لا تبطل وھو الاصح بل نقص ثوابھا والافضل الوصل فیھما" (مراقی صفحہ، طحطاوی صفحہ ۱۷۱)

"لو تکلم بعد الفرض لا تسقط لکن ثوابھا اقل" (الشامی صفحہ ۵۳۰)

- فرض کے بعد سنت و نوافل کے لئے امام و مقتدی کا دائیں بائیں ہونا جگہ بدلنا مستحب ہے۔
- اگر مسجد میں ازدحام ہے یا مسبوق جو اپنی نماز پوری کر رہے ہیں ان کے سامنے سے گزرنے کی نوبت آتی ہو یا بھیڑ کی وجہ لوگوں کو اذیت و پریشانی ہوتی ہو تو ایسی صورت میں فرض کی جگہ سنت ادا کرے، ایک مستحب امر کو ادا کرنے کے لئے اذیت کا اختیار کرنا اور نمازی کے سامنے گزرنے کے گناہ کا مرتکب ہونا درست نہیں۔

"اذا لم یکن بحذاءه رجل یصلی" (الشامی صفحہ ۵۳۲)

"لان المار مامور بالوقوف وان لم یجد طریقا اخر ومفاده انه لا یجوز لھم المرور . ان یکون المار بین یدی المصلی ولم یتعرض المصلی لذلك فیختص المار بالاثم ان مر." (الشامی جلد ا صفحہ ۶۳۵)

نماز کے سنن ومستحبات کا اجمالی اور مختصر خاکہ

تکبیر تحریمہ کے موقع کے سنن ومستحبات

- قبلہ کے رخ بالکل سیدھا کھڑا ہونا، سر یا کمر کو ذرا بھی نہ جھکانا۔
- دونوں قدموں کا رخ بالکل سیدھا قبلہ کی جانب ہونا، دائیں بائیں کج اور ٹیڑھا نہ ہونا، پیروں کا ترچھا نہ ہونا۔
- دونوں قدموں کے درمیان ہاتھ کی انگلیوں سے چار انگل کا فاصلہ ہونا۔
- تکبیر تحریمہ سے قبل دونوں ہاتھوں کا کھلا اور سیدھا رکھنا نیت باندھنے کی طرح یا اس کے مثل نہ رکھنا۔
- دونوں ہاتھوں کو کان کی لو کے مقابل اٹھانا۔
- دونوں ہاتھوں کو بلا نیچے گرائے ہوئے باندھنا۔
- دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا سیدھا کھلا اپنی اصلی طبعی حالت پر ہونا نہ بالکل کھلا کشادہ ہونا نہ بالکل ملا چپکا ہوا ہونا، ہتھیلیوں کا اندرونی حصہ قبلہ کی جانب اور پشت پورب کی جانب ہونا، ہتھیلیوں کا رخ کان کی طرف نہ ہونا، ہاتھ اٹھانے کے بعد "اللہ اکبر" متصلاً کہنا، یا "اللہ اکبر" کہتے ہوئے فوراً ہاتھوں کا اٹھانا۔
- اگر جماعت بنی ہے اور شروع تکبیر میں امام کے ساتھ شریک ہے تو امام کے بعد تکبیر متصلاً کہنا کہ امام کی تکبیر کے ساتھ اس کی تکبیر بھی ہو جائے مگر امام کی تکبیر کے بعد مقتدی کی تکبیر ختم ہو پہلے نہ ہو۔

ہاتھ باندھنے کے امور مسنونہ

- دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے گٹے پر رکھنا۔
- چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنانا اور بائیں گٹے کو پکڑنا۔
- باقی ۳/ انگلیوں کو بائیں کلائی پر سیدھے لمبائی میں پھیلا دینا۔
- ہاتھوں کو ناف کے ذرا نیچے باندھنا (پیٹ پر نہیں کہ ناف کے اوپر پیٹ کہلاتا ہے)۔
- بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا نیچے نہ لٹکانا بلکہ دونوں کا ایک دوسرے پر مقابل میں رہنا۔
- قیام کی حالت میں نظر کا سجدہ گاہ کی جانب ہونا۔

تکبیر تحریمہ کے بعد امور مسنونہ

- ثناء پڑھنا: امام مقتدی اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے اور مسبوق کے لئے۔
- ''تعوذ'' اور ''بسم اللہ'' پڑھنا امام منفرد اور مسبوق کے لئے۔
- مسنون قرأت کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھنا۔
- قرأت کی رفتار میں نہ جلدی کرنا نہ آہستہ کرنا بلکہ درمیانی رفتار سے پڑھنا۔
- سورہ فاتحہ کے ختم پر آہستہ سے آمین کہنا خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔
- فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا۔
- دوسری رکعت کے مقابل میں پہلی رکعت کا ذرا طویل کرنا خصوصاً فجر میں۔
- دونوں پیروں پر برابر زور دے کر کھڑا ہونا کسی ایک پیر پر زور دے کر دوسرے کو ہلکا کر کے کھڑا نہ ہونا۔

رکوع کے سنن و مستحبات

- رکوع میں جاتے اور جھکتے ہوئے تکبیر ''اللہ اکبر'' کہنا۔
- ختم سورہ کے بعد تکبیر شروع کرنا اور رکوع پیٹھ کے برابر ہو جانے پر ختم کرنا۔
- دونوں ہاتھوں سے گھٹنے کو پکڑنا۔
- گھٹنوں کو پکڑتے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کا کشادہ پھیلا ہوا ہونا اور انگلیوں کا رخ پنڈلی کی جانب ہونا، یمیناً شمالاً نہ ہونا۔
- سر اور سرین دونوں کا بالکل برابر اور مقابل میں ہونا کسی ایک کا دوسرے کے مقابل میں جھکا ہوا یا اٹھا ہوا نہ ہونا۔
- پیٹھ کا بالکل برابر ہونا ٹیڑھا اور کج نہ ہونا۔
- پنڈلیوں کا سیدھا کھڑا رکھنا، ٹیڑھا یا جھکا نہ رکھنا۔
- دونوں ہاتھوں کو پہلو اور سینے سے علیحدہ جدا رکھنا۔
- دونوں پیروں کا ایک دوسرے کے مقابل میں رکھنا کہ ایک ٹخنہ دوسرے کے سامنے ہو جائے آگے پیچھے نہ ہو۔
- پیروں کا بالکل سیدھا قبلہ رخ ہونا کہ انگلیوں کا رخ جانب قبلہ رہے۔
- کم از کم رکوع میں ۳/ مرتبہ تسبیح ''سبحان ربی العظیم'' کا کہنا۔

- رکوع کی حالت میں نگاہ کا قدمین پر ہونا۔
- دونوں پاؤں پر برابر زور دینا۔

رکوع سے اٹھنے کی سنتوں کا بیان

- "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے اٹھنا۔
- سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے "سمع اللہ" کا شروع کرنا اور سیدھا ہونے کے بعد ختم کر دینا۔
- قومہ میں تمام اعضاء کا ساکن اور مطمئن ہو جانا۔
- مقتدی کا "ربنا لك الحمد" اور منفرد کا پورا "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد" پڑھنا۔

قومہ سے سجدہ میں جانے کے سنن و مستحبات کا بیان

- اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جانا۔
- ابتداء قیام میں تکبیر شروع کرنا اور سجدہ میں پیشانی زمین پر رکھتے ہی اکبر کی راء کو ختم کر دینا۔
- سجدہ کیلئے گھٹنے کے سہارے جھکنا سر اور دھڑ کو پہلے نہ جھکانا۔ (شامی: ۱/۴۹۷)
- سر اور جسم کو سیدھا رکھتے ہوئے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے سہارے جھکنا۔ (جلد ا صفحہ ۴۹۷)
- سجدہ میں جاتے ہوئے اولاً دونوں گھٹنوں کو پھر دونوں ہاتھوں کو پھر چہرے کو زمین پر رکھنا۔ (شامی صفحہ)
- پہلے ناک پھر پیشانی کو رکھنا اور زمین پر اچھی طرح ٹیکنا۔

سجدے کے سنن و مستحبات کا بیان

- دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ میں سر کو اس طرح رکھنا ہتھیلیاں کانوں کے مقابل آ جائے۔
- سجدہ میں انگوٹھوں کا کان کے مقابل اور محاذاۃ میں آ جانا، کان یا گالوں سے ہتھیلیوں کا الگ رہنا ملنا نہیں دونوں ہتھیلیوں کا بالکل سیدھا قبلہ رخ رکھنا۔
- دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا بالکل سیدھا ملا ہوا ہونا خصوصاً انگوٹھوں کا انگشت شہادت سے ملا ہوا ہونا تا کہ تمام انگلیوں کا رخ بالکل سیدھا قبلہ کی جانب ہو جائے۔
- سجدہ کی حالت میں کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ الگ رہنا۔
- دونوں ہاتھوں کا زمین سے بالکل الگ رہنا۔
- دونوں رانوں کا پیٹ سے الگ رہنا۔
- سرین (چوتڑ) کا ایڑیوں سے الگ اٹھا ہوا رہنا۔

- دونوں پیروں کی انگلیوں کا سرا مڑ کر قبلہ رخ ہو جانا۔ دونوں قدم پورے سجدہ کی حالت میں زمین پر ٹکا رہنا نہ ہلنا اور کسی پیر کا اٹھنا۔
- دونوں قدموں کا بالکل برابر محاذاۃ میں ہونا کہ ایک ٹخنہ دوسرے کے مقابل ہو جائے۔
- سجدہ میں ۳ر مرتبہ تسبیح کا ادا کرنا۔
- ناک کی سخت ہڈی کو زمین پر ٹیکنا۔
- سجدہ کی حالت میں نظر ناک کی جانب ہونا۔

سجدہ سے اٹھنے کی سنتوں کا بیان

- اللہ اکبر کہنا۔
- سر اٹھانے سے پہلے تکبیر کا شروع کرنا اور جلسہ میں اطمینان سے بیٹھنے میں ختم کر دینا۔ سجدہ سے اٹھنے میں پہلے پیشانی، پھر ناک پھر دونوں ہاتھوں کو پھر گھٹنوں کو اٹھانا۔
- اگر دوسری رکعت کے لئے دوسرے سجدہ سے کھڑا ہونا ہے تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اس کے سہارے کھڑا ہونا، ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر اس کے سہارے کھڑا نہیں ہونا۔
- دونوں پیروں کے سہارے سیدھا اٹھ جانا۔

دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کے امور مسنونہ و مستحبہ کا بیان

- دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان وسکون سے بیٹھنا کہ تمام اعضاء اپنی جگہ پر آ جائیں۔
- دونوں سجدوں کے درمیان ایک تسبیح کی مقدار بیٹھنا۔
- دونوں ہاتھوں کا ران اور گھٹنے کے قریب رکھنا کہ ہتھیلی ران پر اور انگلیاں گھٹنے کے سر پر رہیں۔
- ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا ہوا بالکل سیدھا ہونا۔
- ہاتھوں کی انگلیوں کا نہ بالکل ملا ہوا اور نہ بالکل الگ ہونا۔
- انگلیوں کے سرے کا سیدھے قبلہ کی جانب ہونا، زمین کی جانب مڑا ہوا نہ ہونا خصوصاً انگوٹھوں کا گود کی جانب گرا ہوا نہ ہونا بلکہ رخ قبلہ ہونا۔
- بیٹھنے میں دائیں پیر کو کھڑا رکھنا اور بائیں پیر کو بچھا دینا۔
- دونوں پیروں کی انگلیوں کو جانب قبلہ رکھنا۔
- دائیں پیر کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ انگلیوں کے سرے مڑ کر قبلہ کی جانب ہو جائیں اور تلوے کا رخ پیچھے

جانب مشرق کو ہو جائے۔

- بائیں پیر کو اس طرح زمین پر بچھانا اور اس کی انگلیوں کو (انگوٹھا اور بیچ والی انگلی) دائیں پیر سے اس طرح لگانا کہ اس کے سہارے حتی الوسعۃ انگلیوں کے پوروں اور سروں کا رخ قبلہ کی جانب ہو جائے۔
- دونوں ہاتھوں کی کلائیوں اور کہنیوں کا ران سے ملا ہوا ہونا۔ (السعایہ صفحہ ۲۱)
- بیٹھنے کی حالت میں نگاہ کا گود اور دونوں ہاتھوں کے مابین ہونا۔ (مراقی الفلاح)

تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ

- جس طرح دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں بیٹھنے کا طریقہ ہے اسی طرح قعدہ اولیٰ اور قعدہ ثانیہ میں بیٹھنے کا بھی وہی طریقہ مسنون ہے۔
- تشہد میں تشہد ابن مسعود جو ہمارے درمیان رائج ہے اسی کا پڑھنا مستحب ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۵۵)

تشہد میں اشارے کے مسنون و مستحب امور کا بیان

- کلمہ شہادت میں لا الہ کے وقت اشارہ کرنا سنت ہے۔
- حلقہ بنا کر اشارہ کرنا مسنون ہے بلا حلقہ بنائے انگلی کو پھیلائے ہوئے کی صورت میں اٹھانا اشارہ کرنا خلاف سنت ہے۔
- حلقہ کے مسنون طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ خنصر بنصر کو مٹھی باندھنے کی طرح موڑے اور بیچ کی انگلی کے سرے کو انگوٹھے کے سرے سے ملا کر حلقہ بنا لے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

(شامی صفحہ ۵۰۸)

- انگشت شہادت کو قبلہ کی طرف اٹھاتے ہوئے اشارہ کرنا، آسمان کی طرف نہ اٹھانا۔
- لا الہ کے وقت انگشت شہادت کو اٹھانا اور الا اللہ کے وقت گرا دینا۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۷)
- شروع تشہد سے حلقہ نہ بنانا بلکہ کلمہ شہادت کے وقت حلقہ بنانا۔
- حلقہ کو اخیر تشہد سلام تک باقی رکھنا۔ (السعایہ صفحہ ۱۲۱)

تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کا مسنون طریقہ

- اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھنا۔
- آخر سجدہ سے تکبیر شروع کرنا اور سیدھے کھڑے ہونے تک تکبیر کو ختم کرنا۔
- دونوں قدم کی انگلیوں کے سہارے سیدھے اٹھنا۔

- دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے ہوئے اس کے سہارے اٹھنا، ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر اس کے سہارے نہ اٹھنا۔
- بلا بیٹھے سیدھے کھڑے ہو جانا۔

تیسری اور چوتھی رکعت کے امور مسنونہ کا بیان

- سورہ فاتحہ کا پڑھنا۔
- سورہ فاتحہ پڑھنے کی صورت میں بسم اللہ کا پڑھنا۔
- فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں خواہ امام ہو یا منفرد سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کا نہ ملانا۔ (البتہ سنت ونفل کی ہر رکعت میں سورہ کا ملانا ضروری ہے)

آخری قعدہ کے امور مسنونہ کا بیان

- تشہد اور شہادت سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف کا پڑھنا۔
- درود شریف کے بعد قرآنی دعاؤں کا یا احادیث میں وارد شدہ دعاؤں کا پڑھنا۔

سلام کے سنن و مستحبات کا بیان

- السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا ادا کرنا۔
- اول دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام کرنا۔
- دائیں اور بائیں رخ اس طرح سلام کرنا کہ اگر پیچھے کوئی ہو تو اسے سلام کرنے والے کا دایاں اور بایاں رخسار نظر آجائے۔
- سلام میں دائیں بائیں رخ اس طرح کرنا کہ دائیں سلام میں دایاں کندھا بائیں سلام میں بایاں کندھا نظر آجائے۔
- دائیں طرف سلام پھیرنے میں دائیں طرف کے انسان اور فرشتے اور صالح جنات کی نیت کرنا اسی طرح بائیں طرف بھی۔
- امام کا مقتدیوں، فرشتوں، صالح جنات کی نیت کرنا۔
- تنہا نماز پڑھنے والے کو سلام میں ملائکہ کی نیت کرنا اگر مقتدی امام کے بالکل پیچھے ہے تو دونوں سلام میں امام کی نیت کرنا۔
- دوسرے سلام کا پہلے سلام سے کچھ پست کرنا۔

- اگر جماعت میں شریک ہے تو امام کے سلام کے ساتھ سلام کرنا، دعا وغیرہ کے پورا کرنے میں تاخیر نہ کرنا۔
- مسبوق کو رکعت پورا کرنے کے لئے اٹھنے میں امام کے دوسرے سلام کا انتظار کرنا پھر اٹھنا۔

سلام کے بعد مسنون امور

- دعا کرنا۔
- جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں (مثلاً ظہر، مغرب وعشاء) ان میں سلام کے بعد امام کا مختصر دعا مانگنا، مثلاً "اللهم انت السلام الخ" یا "ربنا آتنا الخ" کی مقدار۔ طویل دعا اور زور سے مانگنا خلافِ سنت ہے (البتہ عصر اور فجر کے بعد کچھ طویل مانگنے کی اجازت ہے) دعا وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد متصلاً سنتوں میں مشغول ہونا باتوں وغیرہ میں نہ لگنا۔
- فرض کی جگہ کو بدل کر سنتوں میں مشغول ہونا۔

نوٹ: ان سب کے حوالے اور مراجع ماقبل میں آ چکے ہیں لہذا حوالوں کے لئے ماقبل کے عنوانات اور مضامین کی جانب رجوع کیجئے۔

عورتوں کی نماز اس طرح ہوگی

1. عورتوں کو نماز شروع کرنے سے پہلے پورے بدن کا ڈھانکنا ضروری ہے، صرف چہرہ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم کھلے رہ سکتے ہیں، بعض عورتوں کی کلائیاں، سر کے بال کھلے رہ جاتے ہیں اس سے نماز نہیں ہوتی۔
2. عورتوں کو ہاتھ کندھے ہی تک اٹھانا سنت ہے۔
3. دونوں ہاتھوں کو دوپٹے یا چادر کے اندر ہی اندر کندھوں تک اٹھائیں گی، دوپٹے یا چادر سے باہر ہاتھ نہ نکالیں گی۔
4. عورتیں ہاتھ سینے پر باندھیں گی، دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دیں گی۔
5. رکوع میں عورتیں پیٹھ اور کمر برابر نہ کریں گی، تھوڑا کم جھکیں گی۔
6. عورتیں رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر انگلیاں ملی رکھیں گی، کھلی اور کشادہ نہ رکھیں گی۔
7. رکوع میں پاؤں کو بالکل سیدھا نہ رکھیں گی، بلکہ گھٹنوں کو آگے کی طرف کر کے جھکی رکھیں گی۔
8. رکوع میں عورتوں کے بازو پہلو (بغل) سے ملے اور لگے رہیں گے، الگ اور علیحدہ نہ رہیں گے۔
9. دونوں پیر بھی قریب ملے رہیں گے، قدم کے درمیان فاصلہ اور فرق نہ رہے۔
10. رکوع میں دونوں گھٹنے بھی قریب قریب ملے رہیں گے۔
11. عورتیں سجدے میں جاتے ہوئے سینہ جھکاتی ہوئی جائیں گی۔
12. عورتیں سجدے کی حالت میں تمام اعضاء کو ایک دوسرے سے ملا کر اور لگا کر رکھیں گی، یعنی پیٹ ران سے، بازو پہلو سے مل جائے، اسی طرح ہر عضو ایک دوسرے سے ملا رہے گا۔
13. کہنی بازو سمیت زمین پر بچھا دیں گی۔
14. بیٹھنے کی حالت میں اپنے پیروں کو داہنے جانب نکال کر سرین پر بیٹھیں گی، یعنی سرین زمین پر رکھ دیں گی اور دائیں پیر کی پنڈلی کو بائیں پیر پر رکھیں گی اور بائیں کولہے پر بیٹھیں گی۔
15. دو سجدوں کے درمیان اور تشہد میں خواہ اول ہو یا آخر اسی طرح بیٹھیں گی۔
16. سجدے میں اور بیٹھنے کی حالت میں انگلیاں ایک دوسرے سے ملی رہیں گی، ان کے درمیان کشادگی نہ رہے گی۔

۱۷ فجر کی نماز عورتوں کو صبح صادق کے بعد جلد اندھیرے میں پڑھنا مسنون ہے۔

۱۸ عورتوں کو نماز میں زور سے قرأت وغیرہ ممنوع ہے۔

۱۹ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے خواہ فرائض کی ہو یا نوافل کی ہو۔

۲۰ عورتوں کو مسجد میں تنہا یا شریک جماعت ہو کر نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ (شامی جلد ا صفحہ ۵۰۴، بحر الرائق)

۲۱ عورتیں تراویح کی نماز گھروں میں جماعت کے ساتھ مرد کے پیچھے پڑھ سکتی ہیں۔

سجدہ سہو کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ طریقے اور تعلیم کا بیان

آپ ﷺ سے سہو بھی ہو جاتا

حضرت سلیمان ابن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو نماز میں سہو بھی ہو جاتا۔
(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۱۲۶)

حضرت ابن سعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ (پانچ رکعت پڑھانے پر) لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا آپ نے پانچ رکعت پڑھا دیں تو آپ ﷺ نے دو سجدے ادا کئے پھر سلام پھیرا، اور فرمایا: میں بھی ایک انسان ہوں۔ بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۲۳)

بھول ہو جاتی تو آپ ﷺ سجدہ سہو ادا فرماتے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عصر کی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا پھر آپ ﷺ نے اس رکعت کو پورا کیا جو چھوٹا تھا۔ سلام کیا پھر دو سجدہ سہو ادا کئے پھر نماز کا سلام پھیرا۔ (مختصراً، مسلم صفحہ ۲۱۴، ترمذی صفحہ ۹۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سلام کے بعد سہو کا سجدہ کیا۔
(مسلم جلد ا صفحہ ۲۱۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی آپ ﷺ سے سہو ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے دو سجدہ سہو ادا کئے، پھر سلام پھیرا۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۱۸۳)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پانچ رکعت نماز پڑھا دیں کہا گیا کہ نماز میں زیادتی ہو گئی کیا۔ آپ نے فرمایا نہیں اور دو سجدے ادا کئے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۱)

اگر بھول جائے کہ کتنی رکعت ہوئی ہے تو کیا کرے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں

شک ہو جائے تو خوب اچھی طرح سوچ لے پھر اسی کے اعتبار سے نماز پوری کرے اور سلام کرے اور سجدہ سہو کرے۔ (دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۲۷۵، ابن ماجہ نسائی صفحہ ۱۸۴، طحاوی صفحہ ۲۵۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی انسان ہوں۔ جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دو اور جسے نماز میں شک ہو جائے تو تحری غور فکر کرے۔ یہ درستی کے قریب لانے والا ہے پھر (اسی اعتبار سے) نماز مکمل کرے اور دو سجدہ سہو کرے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۵)

فائدہ: خیال رہے کہ نماز میں اگر رکعتوں کے بارے میں شبہ ہو جائے تو پریشان نہ ہو بلکہ دھیان دے اور غور کرے کہ کتنی رکعت ہوئی ہے۔ اس کے بعد جو ظن غالب ہو اسی پر عمل کرے اور اتنی ہی رکعت سمجھے اور سجدہ سہو کرے۔ ویسے دھیان اور توجہ سے پڑھے تو سہو کا واقعہ کم ہوگا۔

کمی یا زیادتی میں شک ہو جائے تو کیا کرے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے نماز میں کسی کو شک ہو جائے تو شک کو دور کرے اور یقین حاصل کر کے اس کے مطابق نماز پوری کرے اور جب یقین ہو جائے تو سجدہ سہو کرے۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۸۳، ابن ماجہ صفحہ ۸۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نماز میں بھول ہو جائے نہیں معلوم کہ ایک پڑھی ہے یا دو پڑھی ہیں، تو ایک سمجھ کر پوری کرے اور اگر شبہ ہو جائے کہ دو ہیں یا تین تو دو سمجھ کر پوری کرے، تین اور چار میں شک ہو جائے تو تین پر بنا کرے، اور سلام سے قبل دو سجدہ سہو کرے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۵۱)

فائدہ: خیال رہے کہ نماز کی رکعتوں کے متعلق اگر شبہ ہو جائے اگر یہ پہلی مرتبہ ہے تو نماز کا اعادہ کرے، اگر اکثر پیش آتا رہتا ہے تو تحری اور غور و فکر کے بعد اسے جس طرف ظن غالب ہو جائے اس پر عمل کرے، اگر تحری کے ذریعہ وہ ظن غالب حاصل کر سکتا ہے تو پھر کمی زیادتی میں کمی کا اعتبار کر کے نماز کو پوری کرے جیسا کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔

دو رکعت پر کھڑا ہونے لگے تو کیا کرے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام (یا مقتدی بھی) دو رکعت پر کھڑا ہونے لگے اگر یاد آ جائے پوری طرح کھڑا ہونے سے پہلے تو بیٹھ جائے اگر پورا کھڑا ہو جائے تو نہ

بیٹھے اور دو سجدہ سہو کرے۔ (سنن داری صفحہ ۳۷۸، ابن ماجہ، سنن کبریٰ صفحہ ۳۴۴)

حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر کے پیچھے نماز پڑھی وہ دو رکعت پر کھڑے ہو گئے، لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو بیٹھ گئے، جب فارغ ہوئے تو سجدہ سہو کیا اور ہم نے بھی سجدہ سہو کیا، یہ اس وقت ہوا تھا جب کہ وہ پورے طور پر کھڑے نہ ہوئے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۴۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ دو رکعت ہونے پر تشہد کے لئے بیٹھنا چاہئے اگر بھول سے نہ بیٹھے اٹھنے لگے تو اس وقت اپنی حالت یاد آنے کے وقت دیکھنی چاہئے کہ اگر وہ بیٹھنے کے قریب ہے تو تب تو بہر صورت بیٹھ جائے۔ اور اگر یہ کھڑے ہونے کے قریب ہے تو پھر اب نہ بیٹھے بلکہ کھڑا ہی ہو جائے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

اگر بھولے سے دو رکعت پر کھڑا ہو جائے تو اب نہ بیٹھے

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے نماز پڑھائی اور دو رکعت پر کھڑے ہو گئے لوگوں نے سبحان اللہ کہا تب بھی نہ بیٹھے، پھر سلام پھیرا سجدہ سہو کیا اور کہا کہ میں نے اسی طرح آپ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا۔ (سنن کبریٰ)

قیس کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے نماز پڑھائی دو رکعت پر کھڑے ہو گئے، لوگوں نے سبحان اللہ کہا چنانچہ وہ اسی طرح کھڑے رہے، پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو کہا میں نے اسی طرح کیا جس طرح آپ ﷺ نے کیا یعنی کھڑے ہو جانے پر لوٹ کر بیٹھے نہیں۔ (سنن کبریٰ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر دو رکعت پر بیٹھنے کے بجائے سیدھا کھڑا ہو گیا، تو اب یاد آ جانے پر یا کسی کے لقمہ دینے پر نہ بیٹھے کھڑا ہی رہے اور سجدہ سہو کرے۔

مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو خود سجدہ نہ کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا امام اپنے مقتدی کے لئے کافی ہے، پس اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو ہے، اور مقتدی پر بھی کہ وہ امام کے ساتھ سجدہ کرے، اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے بلکہ امام اس کے لئے کافی ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۵۲، تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۶)

فائدہ: مقتدی کو اقتداء کی حالت میں امام کے پیچھے سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے ہاں چھوٹی نماز میں جو پورا کر رہا تھا سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو ہے۔

اگر سمع اللہ کے بجائے اللہ اکبر کہہ دیا تو سجدہ سہو نہیں ہے

حضرت امام شعبی سے پوچھا گیا کہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کی جگہ اگر "اللہ اکبر" کہہ دیا تو کیا سجدہ سہو کرے گا،

جواب دیا کہ اس پر سجدہ سہو نہیں ہے۔ (مسند عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۳۲۸)

فائدہ: چونکہ یہ کہنا سنت ہے اور سنت کے سہو پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

اگر فرض کی رکعت زائد ہوجائے تو آپ ﷺ سجدہ سہو کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عصر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی تو آپ ﷺ نے بیٹھنے میں (آخری تشہد میں) سجدہ سہو ادا کیا۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی تو سجدہ سہو کیا۔ (بخاری و مسلم صفحہ ۱۶۳، تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ زائد ہوجانے پر تو سجدہ سہو کرے۔ فقہاء نے بیان کیا کہ ایک رکعت ملا دے تاکہ چار فرض اور دو رکعت نفل ہوجائے، بشرطیکہ چوتھی کے تشہد کے بعد بھولے سے اٹھا ہو، مزید تفصیل کتب فقہ میں دیکھیے۔

سجدہ سہو سلام کے بعد فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالیدین کے واقعہ میں (کہ سہو ہوجانے پر آپ ﷺ کو یاد دلایا تھا) آپ ﷺ نے سلام کے بعد سجدہ سہو ادا کیا۔ (نسائی صفحہ ۱۸۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی تو کہا گیا نماز میں زیادتی ہوگئی یا بھول ہوگئی، تو اس پر آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدہ سہو ادا کیے۔
(دار قطنی صفحہ ۲۷۷، ترمذی صفحہ ۹۰، ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۱، طیالسی صفحہ ۱۱۱)

علقمہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سہو پیش آ گیا تو سلام کے بعد سجدہ سہو ادا کیا اور فرمایا کہ آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا، لوگوں نے کہا کیا نماز کم ہوگئی، تو آپ ﷺ نے دو رکعت پوری کی پھر سلام کیا اور سجدہ سہو ادا کیا۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۲)

فائدہ: آپ ﷺ سے سجدہ سہو سلام کے بعد بھی منقول ہے اور سلام سے قبل بھی منقول ہے، ان روایات مذکورہ میں آپ سے اولاً سلام پھر سجدہ سہو منقول ہے۔ چنانچہ احناف اور بیشتر علماء نے اسی مسنون طریقے کو اختیار کیا ہے، اور آپ ﷺ سے اسی طرح حکم بھی منقول ہے کہ سلام کے بعد دو سجدے سہو کرو۔

حضرت ثوبان نبی پاک ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ہر سہو پر سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۳۷، سنن ابن ماجہ، مسند عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۲۲)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پیچھے نماز پڑھی، ان کو نماز میں سہو ہوگیا، انہوں نے سلام کیا سجدہ سہوادا کیا پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اسی طرح کیا جس طرح آپ ﷺ کو کرتے دیکھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۵۴)

فَائِدَہ: یعنی آپ ﷺ کو سلام کے بعد سجدہ سہو کرتے دیکھا، چنانچہ محدث ابن خزیمہ نے اسی طریقہ کو مسنون اور رائج قرار دیتے ہوئے باب قائم کیا ہے اور کہا: **والدلیل ان ھاتین السجد تین انما یسجد ھما المصلی بعد السلام لا قبل۔** (جلد ۲ صفحہ ۱۱۷)

سہو کے سجدے میں تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرتے

حضرت عبداللہ بن بحینہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ظہر کی دو رکعت پر کھڑے ہوگئے تھے، تشہد میں بیٹھے نہیں تھے، جب نماز پوری ہوگئی تو آپ ﷺ نے دو سجدہ سہوادا کئے، اور ہر سجدہ تکبیر کے ساتھ کرتے یعنی تکبیر کے ساتھ سجدے میں گئے۔ (نسائی صفحہ ۱۸۶)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالیدین کے واقعہ میں (سجدہ سہو میں) تکبیر کہی پھر سجدہ سہوادا کیا۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۵۴)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو جب ادا کرے تو سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر ''اللہ اکبر'' کہتا ہوا جائے، دونوں مرتبہ تکبیر کہتا ہوا سجدے میں جائے، اور اٹھے۔

سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھتے پھر نماز کا سلام پھیرتے

حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی تو آپ ﷺ کو سہو ہوگیا، تو آپ نے دو سجدہ سہوادا کئے، پھر تشہد میں بیٹھے، پھر سلام پھیرا۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۵۵، ترمذی صفحہ ۹۰، ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۴)

حضرت عبداللہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تشہد پڑھو، پھر سلام پھیرو۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۷۸)

حضرت سعید بن محمد کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، سجدہ سہو کیا پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرا۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۴)

حضرت شعبی نے بیان کیا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے سجدہ سہو سے سر اٹھانے کے بعد تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۵۵)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً مروی ہے کہ شک ہو جائے تین یا چار میں اور زیادہ گمان ہو کہ

چار رکعت ہوگئی ہیں تو تشہد پڑھ کر بیٹھنے کی حالت میں سجدہ سہو کرو سلام سے پہلے پھر تشہد پڑھو پھر سلام پھیرلو۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۳۵۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بعد پھر تشہد، درود اور دعائے ماثورہ پڑھے، پھر نماز کا سلام پھیرے۔

دعائے قنوت چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرے

حضرت حسن بصری رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ سے مروی ہے کہ جو وتر میں قنوت بھول جائے، وہ سجدہ سہو کرے، یہی سفیان بھی کہتے ہیں۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۳۵۰)

وتر میں قنوت کا پڑھنا واجب ہے، اور واجب چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنا لازم ہوجاتا ہے، اس لئے وتر میں قنوت کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کرے۔

نماز میں اِدھر اُدھر کی بات آجائے ذہن منتشر ہوجائے تو سجدہ سہو نہیں

حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میری امت سے وساوس جو ان کے ذہن میں بات آئے سب معاف ہیں تاوقتیکہ زبان سے کلام نہ کرے یا اس پر عمل نہ کرے۔
(بخاری صفحہ ۷۹۴، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ محض سوچ فکر و ذہنی انتشار سے گو خشوع میں فرق ہوجائے مگر اس سے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا کہ یہ معاف ہیں۔

نگاہ کے اِدھر اُدھر ہونے اور ذہن کے انتشار پر سجدہ سہو نہیں

حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهَا فرماتی ہیں کہ حضرت نبی پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو ابوجہم نے ایک خوبصورت شال چادر دی، آپ نے اس میں نماز پڑھی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ابوجہم کی اس چادر کو واپس کرو اس کی خوبصورت ڈیزائنوں کی جانب نماز میں نگاہ پڑگئی، قریب تھا کہ میں فتنہ میں پڑجاتا (نماز فاسد یا خراب ہوجاتی)

اس پر حضرت امام شافعی فرماتے ہیں ہمیں یہ علم نہیں پہنچا کہ آپ نے اس پر سجدہ سہو کیا اسی طرح حضرت ابوطلحہ کے باغ پر نگاہ پڑنے میں (اور ذہن کے منتشر ہونے میں) جس کی اطلاع آپ کو ہوئی آپ نے سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا ہو ہمیں اس کا علم نہیں ہوا۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۴۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کسی کو دیکھ کر یا بلا دیکھے خیالات منتشر ہوں اور ذہن ہٹ جائے تو یہ خشوع کے تو خلاف ہے مگر سجدہ سہو واجب نہیں اگر ایسا ہوتا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خود کرتے اور حضرت ابوطلحہ کو سجدہ سہو کا حکم دیتے۔

اگر سجدہ سہو بھول جائے نہیں کیا اور سلام پھیر دیا تو

مغیرہ نے حضرت ابراہیم نخعی سے پوچھا کہ نماز سے کچھ چھوٹ جائے اور اسے یاد نہ رہے اور بھول کر سلام بھی کرلیا، تو اب کیا کرے، ابراہیم نخعی نے جواب دیا کہ وہ نماز میں داخل ہوجائے اور چھوٹی ہوئی کو پورا کرے اور سجدہ سہو ادا کرے۔ (مسند عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۳۱۶)

حضرت جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے معلوم کیا کہ سجدہ سہو کرنا بھول گیا اور بات بھی کرلی یا یاد آگیا مگر کھڑا نہ ہوا (یعنی نماز سے الگ نہ ہوا) تو کیا ہوگا! آپ نے فرمایا اگر نماز پوری کرلی (اور سجدہ یاد نہ آیا اور پوری کرنے کے بعد یاد آیا) تب بھی سجدہ سہو کرلو، بشرطیکہ گفتگو اور کلام نہ کیا ہو۔ (عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۳۲۴)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کسی بھول وغیرہ کی وجہ سے سجدہ سہو واجب تھا۔ جب تشہد کے بعد سجدہ سہو کے کرنے کا وقت آیا تو سجدہ بھول گیا اور سلام پھیرلیا اور اٹھ بھی گیا تو ایسی صورت میں اگر اس نے کسی سے کلام وگفتگو نہ کی ہو اور نہ وضو وغیرہ ٹوٹا ہو تو فوراً بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کرے تو یہ صحیح ہوجائے گا ورنہ تو پھر وقت نماز کا ہو تو دوبارہ پڑھنا ہوگی۔

اٹھنے کے بجائے بیٹھ جائے یا بیٹھنے کے بجائے اٹھ جائے تو سجدہ سہو کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ سہو نہیں ہے مگر یہ کہ بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہوجائے، یا کھڑا ہونے کے بجائے بیٹھ جائے۔ (تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ۳، دار قطنی)

فَائِدَہ: چونکہ یہ واجبات کا ترک ہے، اور ترک واجب پر سجدہ ہے، مگر خیال رہے کہ تھوڑا ہی اٹھا تھا بیٹھنے ہی کے قریب تھا پھر بیٹھ گیا تو سجدہ سہو واجب نہیں، اور کھڑے ہونے کے قریب ہوگیا تو پھر کھڑا ہی ہوجائے اس صورت میں جب کہ چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر یہ واقعہ پیش آیا ہو، مزید مسائل کتب فقہ میں دیکھئے۔

مکروہات اور ممنوعات نماز کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان

نماز میں انگلیوں کے چٹخانے سے منع فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں انگلیاں چٹخانے سے منع فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۱۵)

فائدہ: حدیث پاک میں نفع کا لفظ ہے جس کے معنی انگلیوں کا ایسی طرح دبانا کہ اس سے آواز نکلے۔ جسے اردو زبان میں انگلیوں کا بجانا اور چٹخانا کہتے ہیں، یہ فعل اور حرکت نماز میں ممنوع ہے۔

(نیل الاوطار صفحہ ۳۳۶، سعایہ صفحہ ۳۴۹)

شرح منیہ میں ہے کہ انگلیوں کو خواہ کھینچے یا دبائے جس سے آواز نکلے مکروہ ہے، شامی میں ہے مکروہ تحریمی ہے۔ (صفحہ ۶۴۲)

مستصفی کے حوالے سے ہے کہ انگلیوں کا چٹخانا لوطیوں کی عادت ہے اور لوطیوں کی مشابہت مکروہ ہے۔

(کبیری صفحہ ۳۴۹)

مسجد میں بیٹھے ہوئے بھی چٹخانا مکروہ ہے۔ (شامی صفحہ ۶۴۲)

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد انگلیاں یا اور جسم کے جوڑ کو چٹخاتے ہیں یہ نہایت قبیح حرکت ہے مکروہ تحریمی ہے بعض جگہ تو اللہ کی پناہ ہر طرف سے انگلیوں کے چٹخانے کی آواز سے مسجد بھر جاتی ہے، بڑی لعنت والی بات ہے ہر شخص کو اس سے احتیاط کرنی چاہئے، اس منکر پر اہل صلاح کو نکیر کرنی چاہئے خصوصاً مدارس کی مساجد میں تو اور بری بات ہے۔

کمر پر ہاتھ رکھنا ممنوع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے کے متعلق فرمایا کہ یہ اہل جہنم کے راحت کی صورت ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۶، مجمع صفحہ ۸۵، ترمذی صفحہ ۸۷، سنن کبریٰ)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ طریقہ چونکہ مسنون ہیئت "ہاتھ پر ہاتھ رکھنا" کے خلاف ہے، مزید اظہار

مصیبت کی علامت ہے اور نماز مناجات خدا کی حالت ہے اس لئے یہ مکروہ ہے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۴۴۷، کبری صفحہ ۳۵۰)

بالوں کی چٹیا باندھ کر مردوں کا نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو منع فرمایا کہ بالوں کی چوٹیاں باندھ کر نماز پڑھیں۔ (مجمع صفحہ ۸۶، کنز العمال عن ابی رافع جلد ۷ صفحہ ۵۱۶)

فائدہ: حدیث پاک میں ''عقص'' کا لفظ ہے، جس کا مطلب بالوں کو بیچ سر میں جمع کر کے باندھ دینا، (جیسا کہ عموماً سکھوں کے بچے کرتے ہیں) بعضوں نے کہا کہ عورتوں کی طرح چوٹی باندھ کر گردن پر ڈال دینا، بحر میں ہے کہ مردوں کو نماز کے باہر بھی ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (اعلاء صفحہ ۹۲)

منہ بند کر کے نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل سے اور منہ بند کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۴)

فائدہ: چادر یا کسی رومال کو اس طرح لپیٹ اور باندھ کر نماز پڑھنا کہ منہ بند ہو جائے مکروہ ہے۔ (کبری صفحہ ۳۴۵)

مسجد کے محراب میں نماز مکروہ ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ محراب میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۴۸)

فائدہ: محراب کی حد میں خواہ امام ہو یا مقتدی نماز مکروہ ہے، شرح کبیری میں ہے کہ اگر امام کا پیر محراب سے باہر مسجد میں ہے تو کوئی کراہت نہیں، اگر امام کا پیر محراب کی دیوار کے اندر ہے تو نماز مکروہ ہو جائے گی۔ (صفحہ ۳۶۰)

درمختار میں ہے کہ اعتبار امام کے پیر کا ہے۔ (شامی صفحہ ۶۴۵)

امام کا اونچائی پر اور مقتدی کا نیچے کھڑا ہونا مکروہ ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ امام اونچائی پر اور مقتدی نیچے ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۸، ترمذی، شامی جلد ۱ صفحہ ۶۴۶)

فائدہ: امام کا تنہا ایک ہاتھ اونچائی کی مقدار پر کھڑا ہونا مکروہ ہے، ہاں اس سے کم کی اجازت درمختار میں ہے۔ (شامی صفحہ ۶۴۶)

ہاں نماز کے علاوہ میں اونچائی پر کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے، جس طرح امام کا تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے اسی طرح

مقتدی کا بھی تنہا اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (شامی صفحہ ۶۴۷)

ناک اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو اپنی آنکھوں کو بند مت کرو۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۸۲، کنز العمال جلد۷ صفحہ۵۱۵، طبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور اس کی ناک پر کوئی کپڑا ہو (یعنی ناک ڈھکی ہو)۔ (مجمع الزوائد، کنز العمال جلد۷ صفحہ۵۱۹)

فَائِدَہ: کبیری شرح منیہ میں ہے کہ آنکھیں بند کر کے نماز مکروہ ہے۔ (صفحہ۳۵۱)

شدید بھوک کی حالت میں نماز مکروہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے سامنے رات کا کھانا آجائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا کھالو۔ (بخاری صفحہ۹۲، ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا سامنے ہو تو نماز نہیں۔

(فتح الباری جلد۳ صفحہ۱۶۰)

فَائِدَہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اگر دل کھانے کی طرف نہ لگا ہو (بھوک بھی شدید نہ ہو تو) جماعت میں شریک ہو جائے۔ اگر بھوک ہو اور کھانے کی ضرورت ہو رہی ہو تو کھانا کھالے، امام غزالی نے بیان کیا کہ اگر کھانا خراب (مثلاً جو گرم کھایا جاتا ہو ٹھنڈا ہونے سے بدمزہ ہو جاتا ہے) ہونے کی شکل میں پہلے کھانا کھالئے، پھر نماز پڑھے۔ (فتح الباری جلد۳ صفحہ۱۶۰)

شوہر سے لڑائی اختیار کرنے والی عورت کی نماز مکروہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگوں کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ان کی کوئی نیکی اوپر چڑھتی ہے:

1. بھاگا ہوا غلام جب تک کہ آقا کے پاس نہ آجائے، اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھ دے۔
2. شوہر سے ناراض جھگڑنے والی عورت تاوقتیکہ وہ اسے خوش نہ کر دے۔
3. شراب مست تاوقتیکہ ہوش میں نہ آجائے۔ (ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ۶۹)

فَائِدَہ: ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگوں کی نماز کان سے اوپر نہیں اٹھتی:

1. بھاگے ہوئے غلام کی جب تک کہ وہ واپس نہ آجائے۔
2. اس عورت کی جس سے اس کا شوہر ناراض ہو۔

۳ جو قوم کی امامت کرے اور قوم اس سے ناراض ہو۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۳۴)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ شوہر سے کسی معمولی بات پر ناراض ہو کر بیٹھ جانا، منہ پھلا لینا سلسلہ کلام منقطع کر دینے سے نماز جو پڑھی جائے گی قبول نہ ہوگی، اور اس میں کراہت پیدا ہوگی، دراصل تنبیہ ہے کہ ایسی بری باتوں پر قائم نہ رہے فوراً اس کا ازالہ کر دے کہ یہ چیزیں جس طرح معاشرتی امور پر موثر ہوتی ہیں اس طرح عبادت کو بھی خراب کرتی ہیں۔

نماز میں ہر قسم کے کلام وگفتگو سے منع فرماتے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا گفتگو نماز کو توڑ دیتی ہے۔
(تلخیص الخبیر صفحہ ۱۰۳، دار قطنی)

حضرت معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہماری نماز میں انسانی کلام کی گنجائش نہیں۔ (تلخیص صفحہ ۲۹۹)

حضرت زید بن ارقم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ (پہلے) نماز کی حالت میں ہم لوگ اپنے بغل والے سے گفتگو کر لیتے تھے، یہ آیت نازل ہوئی: "قوموا للّٰه قانتين" اللہ کے لئے خاموشی کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، تو خاموش ہونے کا حکم دے دیا گیا اور کلام سے روک دیا گیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۷)

فَائِدَۃ: نماز میں کلام اور گفتگو خواہ کسی قسم کا ہو، بھول کر ہو یا ضرورت سے ہو نماز سے متعلق ہو یا نہ ہو نماز کو فاسد کر دیتا ہے، چونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نماز میں کلام کی گنجائش نہیں اس طرح کھانسنے سے اگر حروف نکل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۹۵)

سامنے یا بغل میں جاندار کی تصویر ہو تو نماز مکروہ ہے

حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اس گھر میں فرشتے نہیں داخل ہوتے، جس گھر میں کتے ہوں یا کوئی جاندار کی تصویر ہو۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸، طحاوی)

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں جاندار کی تصویر ہو، فتح القدیر میں ہے کہ تصویر سامنے مثلاً دیوار وغیرہ پر ہو تو سخت کراہت ہے۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۰۸)

فَائِدَۃ: شرح منیہ میں ہے کہ نمازی کے سامنے یا دائیں بائیں جانب تصویر ہو تو مکروہ ہے۔ (کبریٰ صفحہ ۳۵۹)

اسی طرح اگر نمازی کے سامنے دیوار پر کوئی تصویر لٹکی یا لگی ہو تو مکروہ ہے۔ (کبیری صفحہ ۳۵۸)

اگر کوئی آدمی کھڑا ہو تو اس کے چہرے کے رخ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر پڑھ لی تو لوٹانا واجب ہوگا۔
(کبیری صفحہ ۳۵۸)

شامی میں ہے تصویر سر کے اوپر ہو یا سامنے ہو مکروہ ہے۔ (صفحہ ۶۴۹)

عنایہ میں ہے کہ نماز کی جگہ کا ان چیزوں سے خالی رکھنا ضروری ہے جو فرشتوں کے نہ آنے کا سبب ہو یعنی تصویر اور کتے۔ (عنایہ فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۱۹)

لہٰذا گھروں میں جاندار کی تصویروں کا ہونا درست نہیں اور ایسے گھر میں نماز مکروہ ہوتی ہے، ہاں غیر جاندار کی تصویر جائز ہے۔

خوشنما رنگین اور چٹکیلے لباس پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ابوجہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خوبصورت نقش والی چادر ہدیۃً دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہن کر نماز کے لئے تشریف لے گئے واپس ہوئے تو فرمایا یہ چادر ابوجہم کو واپس کردو، اس کے نقش ونگار نے مجھے نماز میں خشوع سے باز رکھا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایسا چٹکیلا خوشنما لباس پہن کر نماز پڑھنا جس سے ذہن نماز میں کپڑے کی خوشنمائی کی طرف متوجہ ہوجائے اور خشوع جاتا رہے، ممنوع اور مکروہ ہے۔

چلا کر خوب زور سے قرأت مکروہ ہے

جابر بن عبداللہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ شب رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے اور لوگ نماز (نفل یا تراویح) پڑھ رہے تھے، آپ نے فرمایا ایک دوسرے پر زور زور سے مت پڑھو۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۷)

فائدہ: خواہ مسجد میں خواہ گھر میں چلا کر قرآن یا نماز میں قرآن پڑھنا منع ہے چونکہ اس سے دوسروں کو ضرر ہوتا ہے۔

کرتے یا کپڑے کو نماز میں سمیٹنا ممنوع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا لٹکا کر نماز پڑھنے سے اور کپڑے اور بال کے سمیٹنے سے منع فرمایا ہے۔ (بنایہ صفحہ ۴۵۵)

فائدہ: نماز کی حالت میں کپڑے یا دامن کو سمیٹنا مکروہ ہے، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ سجدے میں جاتے ہوئے کپڑے کو سیدھا کرتے ہیں یہ بھی مکروہ ہے، اسی طرح آستین کا موڑنا یا سمیٹنا خواہ نہ کھلے اسے بھی مکروہ لکھا ہے۔ (شامی صفحہ ۶۴۰)

کسی کپڑے کو بلا باندھے لٹکا کر نماز ممنوع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سدل سے منع فرمایا۔

(ابوداؤد صفحہ ۹۴، ترمذی صفحہ ۸۷، حاکم)

فَائِدَہ: حدیث پاک میں سدل سے منع فرمایا گیا ہے، سدل کا مفہوم کبیری میں یہ ہے کہ کسی کپڑے (چادر یا رومال وغیرہ) کو سر پر یا کندھے پر رکھے اور اس کے دونوں اطراف کو لٹکتا چھوڑ دے مطلب یہ ہے کہ لٹکانا بغیر باندھے ہو۔ (صفحہ۲۴۷)

سدل مکروہ میں یہ بھی داخل ہے کہ لمبے کوٹ یا قبا اور اچکن وغیرہ پہنے اور بٹن یا بندھن ڈوری وغیرہ نہ لگائے چنانچہ گن جو لمبا کوٹ ہوتا ہے، اس کی ڈوری گم ہو جانے پر بلا باندھے پڑھ لیتے ہیں یہ بھی مکروہ ہے اور اس پر سدل کی تعریف صادق آتی ہے۔ کبیری میں ہے قباء بلا باندھے مکروہ ہے۔ (صفحہ۳۴۸)

اسی طرح رومال لٹکانا مکروہ ہے۔ (شامی جلد۱صفحہ۶۳۹)

اونگھ کی حالت میں نماز پڑھنا منع ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو وہ بستر پر سو جائے، چونکہ اسے ایسی حالت میں نہیں معلوم کہ وہ اپنے لئے دعا کر رہا ہے یا بددعا۔

(کنزالعمال جلد۷ صفحہ۵۲۹، ترمذی صفحہ۸۱، نسائی، ترغیب صفحہ۴۲۴)

رکوع اور سجدہ میں قرآن کی کسی آیت کا پڑھنا منع ہے

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جنابت کی حالت میں اور رکوع وسجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

فَائِدَہ: جس مقام پر جو ذکر اور اذکار شارع نے متعین کر دیا ہے اس کے خلاف دوسرے اذکار مکروہ ہیں، رکوع وسجدہ میں تسبیح متعین ہے، لہٰذا تسبیح کے خلاف قرآن کا پڑھنا ممنوع ہوگا۔ (مجمع صفحہ۸۵)

نماز میں جمائی لینا مکروہ ہے

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز میں جمائی کو مکروہ سمجھتے تھے۔

(مجمع صفحہ۸۶)

فَائِدَہ: جمائی آئے تو اسے حتی الوسع دور کرے سستی کی وجہ سے بالقصد جمائی کا لانا مکروہ تحریمی ہے، جمائی آنے کے وقت منہ کو بند رکھنا بہتر ہے۔ (شامی صفحہ۶۴۵)

نماز میں دائیں ہاتھ کے اندرونی سے یا پشت کی طرف سے روکے۔ (شامی)

نماز میں کپڑے یا جسم کو ہاتھ لگائے رہنا، کھیلنا مکروہ ہے

یحییٰ بن بشیر سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ نے تین چیزوں کو مکروہ قرار دیا ہے، نماز میں کھیلنا، روزے میں رفث (بے پرواہی اختیار کرنا)، قبرستان میں ہنسنا۔ (بنایہ صفحہ۴۴۳)

نماز میں ہنسنا مکروہ ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اعضاء کو سکون سے رکھے اور ہلے نہیں یہود کی طرح اعضاء کا سکون سے رکھنا نماز کے اتمام میں سے ہے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: نماز میں حرکت کرنا ہلنا گویا مستی کی شکل اختیار کرنا ممنوع ہے اور بے ادبی ہے۔

پاخانہ پیشاب کے تقاضہ کے وقت نماز مکروہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز نہ پڑھی جائے اس حال میں کہ پاخانہ پیشاب کے تقاضے کو دبا رہا ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی نماز نہ پڑھے جب اسے پاخانہ پیشاب کی ضرورت ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۸، مجمع صفحہ ۷۹)

عبداللہ بن ارقم کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کا وقت آجائے اور تم میں سے کسی کو پاخانہ پیشاب لگے تو پہلے اس سے فارغ ہو جائے، اس کے بعد نماز پڑھے اس حالت میں نماز مت پڑھو کہ اس کو دبا رہے ہو۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ تم ایسی حالت میں نماز پڑھو کہ پاخانہ یا پیشاب کے تقاضے کو دبا رہے ہو۔ (کنز العمال صفحہ ۵۲۳، ابوداؤد صفحہ ۱۲)

حضرت عبداللہ ارقم کا واقعہ ہے کہ وہ حج یا عمرے کے ارادے سے نکلے ان کے ساتھ لوگ بھی تھے اور یہ امامت کرتے تھے، ایک دن صبح کی جماعت کھڑی ہوگئی تو انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آگے بڑھ جائے اور وہ پاخانہ چلے گئے۔ فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب کوئی پاخانہ جانے کا ارادہ رکھتا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو اولاً پاخانہ چلا جائے۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲)

فائدہ: اگر پاخانہ یا پیشاب اس طرح لگ رہا ہو کہ نماز میں پریشانی اور خشوع کے غائب ہو کر انتشار کا سبب ہو جائے تو نماز کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اگر نماز شروع کردی پھر پاخانہ یا پیشاب کی حاجت کا احساس ہوا تو بھی نماز توڑ کر فارغ ہو کر پھر سے نماز پڑھے، اگر پڑھ لیا تو کراہت کے ساتھ نماز ہوگئی۔ (کبیری صفحہ ۳۶۶)

اگر خطرہ ہے کہ پاخانہ و پیشاب کرنے کی وجہ سے جماعت چھوٹ جائے گی تو جماعت چھوٹ جانے دے اور پاخانہ پیشاب کی حاجت سے فارغ ہو جائے۔ شامی میں ہے اگر پاخانہ پیشاب لگ رہا ہو اور وقت ختم ہونے کا خوف نہ ہو تو نماز توڑ دے، نماز میں بالوں کو سمیٹنا مکروہ ہے۔ (صفحہ ۶۴۱)

دونوں ہاتھوں کی انگلیاں جوڑنا منع ہے

کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو جوڑ کر ملا رکھا تھا، آپ نے ان کی انگلیاں کھول دیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۸، کنز العمال)

فَائِدَہ: حدیث پاک میں تشبیک کا لفظ آیا ہے، جس کا مفہوم ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا ہے۔

انتہائی میلے کچیلے کپڑوں میں نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو دو کپڑوں (کرتا پاجامہ یا لنگی) میں نماز پڑھو، بس اللہ پاک زیادہ اس کا مستحق ہے کہ تم اس کے سامنے زینت اختیار کرو۔
(مجمع صفحہ ۵۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ انتہائی میلے کپڑوں میں نماز پڑھ رہا ہے تو آپ نے (زجراً) اس سے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ، اگر تم کو کسی کے پاس بھیجا جائے تو تم اس کپڑے میں جانا چاہو گے، کہا نہیں، اس پر فرمایا اللہ زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کے لئے خوشنمائی اور زینت اختیار کرو۔ (اعلاء السنن جلد ۵ صفحہ ۱۰۵)

عورتوں کے کپڑوں میں نماز منع ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے کپڑے میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔
(ترمذی صفحہ ۱۶۱)

فَائِدَہ: کپڑے سے مراد بستر نہیں بلکہ پہننے اور اوڑھنے والے کپڑے مراد ہیں، چونکہ عموماً عورتوں کے کپڑے خوشنما، رنگین اور چمکیلے ہوتے ہیں، اس لئے منع ہے مزید مردوں کے وقار اور شرافت کے خلاف ہے کہ وہ عورتوں کے کپڑوں کو پہنیں، بلکہ ذلت کی بات ہے، چنانچہ ذلت آمیز اور مضحکہ خیز کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز میں انگڑائی لینا منع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں انگڑائی لینے سے منع فرمایا ہے۔
(دار قطنی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۱۵)

بلا عذر چہار زانو نماز میں بیٹھنا منع ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقعاء اور چہار زانو بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔
(مجمع جلد ۲ صفحہ ۸۶)

فَائِدَہ: چہار زانو بیٹھنا تواضع اور انکساری کے خلاف ہے، اور نماز میں تواضع و انکساری مطلوب ہے، اس لئے

مکروہ ہے ہاں اگر پیر میں کوئی عذر ہو تو گنجائش ہے۔

نماز میں ڈاڑھی کے بالوں کو چھونا اور خلال کرنا منع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز میں ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے دل کو خشوع ہوتا تو اس کے جوارح میں بھی خشوع ہوتا۔

(اعلاء صفحہ ۱۴۰)

قبلہ رخ نہ تھوکے

طارق محاربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو سامنے نہ تھوکے اور نہ دائیں جانب بلکہ بائیں جانب اگر خالی ہو (کوئی نہ ہو) یا بائیں پیر کے نیچے تھوکے اور رگڑ دے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۸)

آج کل چونکہ مسجد کی زمین پختہ ہوتی ہے اس لئے نیچے بھی تھوکنا منع ہے، ضرورت ہو جائے تو اپنے کپڑے میں تھوک کر مل لے بہتر ہے کہ برداشت کرے، نماز کے بعد مسجد کے باہر تھوکے۔

مسجد کے کسی خاص حصہ کو نماز کے لئے متعین کرنا مکروہ ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی کسی جگہ کو متعین کرنے کے لئے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ اونٹ بیٹھنے کے لئے جگہ متعین کر لیتا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۵، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مسجد کے کسی حصہ اور جگہ کو خاص کر لینا کہ وہیں پر نماز پڑھے اور عادت بنالے یہ مکروہ ہے، مسجد کے تمام حصے برابر ہیں، چنانچہ بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ مسجد کے کنارے کو منتخب کر لیتے ہیں، اور بلا اوقات وہاں کپڑا وغیرہ رکھ دیا کرتے ہیں یا کوئی مصلیٰ پڑا رہتا ہے تا کہ کوئی دوسرا اس جگہ نہ آئے، یہ کپڑا رکھنا اور جگہ کو مقید کر لینا یہ بھی درست نہیں، اس سے آپ نے منع فرمایا ہے، ہاں صف اول کا اہتمام امام کے قریب کا اہتمام یہ مکروہ نہیں ہے یہ جگہ کی تعیین نہیں بلکہ فضیلت کے حصول کا اہتمام ہے۔

ریاض الجنۃ میں اور اس کے ستونوں کے قریب کی اجازت

یزید بن حبیب کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمہ ابن اکوع کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ ریاض الجنۃ کے ستونوں کے پاس (خاص کر کے اہتمام سے) نماز پڑھ رہے ہیں، تو میں نے کہا اے ابومسلم میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ ستون کے پاس اہتمام کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ستون (ریاض الجنۃ) کے پاس نماز پڑھنے کے لئے خاص اہتمام کرتے تھے۔ (اعلاء السنن جلد ۵ صفحہ ۱۰۹)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ ریاض الجنۃ کے ستون کے پاس نماز خاص طور پر پڑھنا مستحب ہے چونکہ اسے دوسری جگہ پر فوقیت حاصل ہے اسی وجہ سے حجاج کرام اور زائرین کے لئے مستحب ہے کہ ان ستونوں کے پاس خاص طور سے نفل کا اہتمام کریں۔ جو لوگ منع کرتے ہیں وہ یا تو ان کی فوقیت وفضیلت سے واقف نہیں، یا ایسا اہتمام جو لازم اور ضروری معلوم ہونے لگا ہو اس وجہ سے منع کرتے ہوں گے، چونکہ زیادہ سے زیادہ یہاں نماز پڑھنا، دعا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے، ہاں اس کے مقابلہ میں صف اول کا اہتمام یہ باعث فضیلت ہے، اسی طرح ریاض الجنۃ میں نفل کا اہتمام کہ اسے حدیث پاک میں جنت کی کیاری کہا گیا ہے، درست ہے۔

ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا ہونا مکروہ تحریمی ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو جو نماز پڑھ رہا تھا اور اس کا ازار، پاجامہ یا لنگی، ٹخنے سے نیچے لٹک رہا تھا، فرمایا جاؤ وضو کر کے نماز (دوبارہ) پڑھو، وہ گیا، وضو کیا پھر آیا، تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ وضو کرو (یعنی پھر سے) نماز پڑھو، وہ گیا وضو کیا اور آیا، تو کسی نے کہا اللہ کے رسول آپ ﷺ کس وجہ سے وضو کر کے نماز کا حکم (بار بار) دے رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا وہ ٹخنے سے نیچے لٹکائے کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا، اور اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتے جو ٹخنے سے نیچے کپڑے لٹکائے نماز پڑھ رہا ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۳)

فَائِدَۃ: ٹخنے کے نیچے کپڑے کا لٹکانا اور پہننا مکروہ ہے، اور نماز اس حالت میں پڑھنا اور بھی مکروہ ہے اس لئے چونکہ اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوئی تھی، آپ نے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا، اور وضو کا حکم زجراً وتوبیخاً دیا ہوگا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا ہوئی ہو، وقت ہو تو اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے۔ یہی فقہاء کرام کا قول ہے۔

مکروہات نماز کی تفصیل فقہاء کے کلام میں

احادیث وآثار سے فقہاء کرام نے نماز کے مکروہات کو بیان کیا ہے، صاحب نورالایضاح نے مکروہات نماز کو ذکر کیا ہے، مزید اور بھی ہیں جسے اہل فتاوی نے ذکر کیا ہے، احوال مصلی کے اعتبار سے اور زائد بھی ہو سکتے ہیں، چنانچہ طحطاوی علی المراقی علی نورالایضاح سے ان کو نقل کیا جاتا ہے۔

۱ کسی واجب یا سنت کا قصداً یعنی "غفلۃً" چھوڑ دینا، مثلاً امام سے پہلے کسی رکن کا ادا کرنا یا اطمینان سے ادا کرنے کے بجائے جلدی کرنا، کانوں سے اوپر ہاتھ اٹھانا۔

۲ نمازی کا اپنے بدن سے کھیلنا یعنی ہاتھ کو بدن پر اِدھر اُدھر لے جانا، داڑھی یا سر پر ہاتھ پھیرنا۔

۳ نمازی کا اپنے کپڑے سے کھیلنا یعنی اسے چھونا سیدھا، سیٹ کرنا، اس کے موڑ وغیرہ کو سیدھا کرنا۔

۴ زمین پر سجدہ کرنے کی صورت میں ایک مرتبہ سے زائد کنکری وغیرہ کو ہٹانا، اسی طرح نماز کی حالت میں پیشانی سے مٹی غبار کا جھاڑنا اور پونچھنا، اور نماز سے فارغ ہونے پر کوئی کراہت نہیں بلکہ آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

۵ نماز کی حالت میں کسی بھی وقت انگلیوں کا چٹخانا مکروہ تحریمی ہے، اور بیشتر حضرات کے نزدیک تو نماز کے باہر بھی ممنوع ہے کہ یہ لوطیوں کی عادات قبیحہ میں سے ہے، "**كذا في الطحطاوي وتكره خارج الصلوة عند كثيرين صفحه ۱۹۰**"

۶ ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا، جسے تشبیک کہتے ہیں۔

۷ کمر اور کولہے پہ ہاتھ کا رکھنا یعنی اس طرح سہارا لینا، اسی طرح فرض نماز میں کسی عصا وغیرہ کا سہارا لینا اور ٹیک لگانا۔

۸ گردن کا ادھر اُدھر پھیرنا، اگر اِدھر اُدھر دیکھنے سے سینہ پھر جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۹ نماز کی حالت میں تھکتھکانا، تھوک پھینکنا، اگر مجبوراً ضرورت پڑ جائے تو کپڑے میں مل لے۔

۱۰ کتے کی طرح یعنی چوتڑ سرین زمین پر رکھ کر دونوں گھٹنوں کو اٹھا دینا یعنی کھڑا کر دینا۔

۱۱ سجدہ کی حالت میں دونوں بازوؤں کو زمین پر بچھا دینا۔

۱۲ اور نماز کی حالت میں آستین کا چڑھانا۔

⑬ قمیص وغیرہ کے رہتے ہوئے محض لنگی یا پاجامے پر اکتفا کرنا، مردوں کے لئے مسنون ہے کہ کرتا پاجامہ رہے۔

⑭ ٹوپی میں نماز پڑھنا سنت ہے اور عورتوں کو اچھی طرح کرتا پاجامہ کے ساتھ دوپٹہ لپیٹ کر پڑھنا۔

⑮ نماز کی حالت میں سلام کے جواب میں ہاتھ یا سر کا اشارہ کرنا۔

⑯ چارزانو پالتی مار کر بلا عذر کے بیٹھنا۔

⑰ (سر کے بالوں کا مرد کے لئے) جوڑنا، یا باندھنا، خواہ سر پر باندھنا یا گردن کے اوپر باندھنا۔

⑱ عمامہ یا کوئی کپڑا سر پر ایسے طریقہ سے باندھنا کہ سر کے بیچ کا حصہ کھلا رہے۔

⑲ مغرور ومتکبرین جابرہ کی طرح سے نماز میں کپڑے کا استعمال کرنا اور اس کی ہیئت وشکل اختیار کرنا۔

⑳ کپڑے کا سمیٹنا، مثلاً رکوع سے اٹھتے وقت کرتے کے پیچھے کے دامن کو سیدھا کرنا سنوارنا، اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت پاجامہ یا لنگی کا سمیٹنا۔

㉑ سدل یعنی رومال یا کسی کپڑے کا سر یا کندھے پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں کنارے لٹکتے رہیں، اگر بٹن سے یا ڈوری سے بندھ جائے تو مکروہ نہیں، یا کسی ایک کنارے کو کندھے پر ڈال دیا جائے، جیسا کہ رومال کے ایک کنارے کو دوسرے کندھے پر ڈال دیا جاتا ہے، تو یہ صحیح ہے مکروہ نہیں ہے، اسی طرح اچکن جبہ، گون کے دونوں جانب کا کھلا لٹکتے رہنا یہ مکروہ ہے، وہ بھی سدل میں داخل ہے، البتہ نماز کے باہر مکروہ نہیں۔

㉒ چادر یا کپڑے کا پورے بدن پر اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ بھی چادر اور کپڑے کے اندر ہو جائے، عموماً لوگ سردی کے زمانہ میں اس طرح چادر پہنتے ہیں کہ دونوں ہاتھ اندر رہتے ہیں مکروہ ہے، اسی طرح چادر کا کوئی ایک کنارہ کندھے پر ڈال دے کہ ہاتھ کھل جائے۔

㉓ چادر کے ایک کنارے کا داہنے کندھے کے نیچے سے یعنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دینا۔ ہاں کندھے کے اوپر سے ڈالے جیسا کہ رائج ہے تو مکروہ نہیں۔

㉔ اسی طرح چادر کو اس طرح استعمال کرنا کہ ایک کندھا یا دونوں کندھے کھلے رہیں مکروہ ہے۔

㉕ قیام یعنی کھڑے ہونے کی حالت کے علاوہ میں قرآن پڑھنا۔

㉖ نفل کی دو رکعتوں میں پہلی رکعت کا زیادہ لمبی کرنا۔

㉗ تمام نمازوں میں دوسری رکعت کو پہلی رکعت کے مقابلہ میں ۳/ آیات سے زیادہ لمبا کرنا ایک دو آیت کا فرق ہو جائے تو کراہت نہیں آتی۔

۲۸ فرض میں ایک سورہ کا مکرر پڑھنا، البتہ تہجد وغیرہ میں گنجائش ہے۔

۲۹ دو سورتوں کے درمیان کی سورت کو چھوڑ کر پڑھنا، مثلاً "قل یا ایھا الکفرون" اور "تبت یدا" پڑھنا اور "اذا جاء" چھوڑ دینا، البتہ بڑی سورتوں میں کرے تو مکروہ نہیں۔

۳۰ نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا، مثلاً "لایلاف قریش" پڑھے پھر "الم تر کیف" پڑھے، البتہ نفل میں گنجائش ہے۔

۳۱ مقام سجدہ پر رکھی ہوئی خوشبو کا قصداً سونگھنا، اسی طرح کپڑے میں لگے عطر کا سونگھنا۔

۳۱ نماز کی حالت میں گرمی کی وجہ سے ایک دو مرتبہ پنکھا جھلنا، ۳ر مرتبہ جھلنے سے نماز فاسد ہو جائے گی گرمی کی وجہ سے آستین یا دامن سے ہوا لینا، بشرطیکہ عمل کثیر نہ ہو۔

۳۳ بلا ضرورت مکھی یا مچھر کا اڑانا۔

۳۴ سجدہ، تشہد رکوع وغیرہ کی حالت میں ہاتھ پیروں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب نہ ہونا۔

۳۵ دونوں ہاتھوں کو رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر نہ رکھنا۔

۳۶ بیٹھنے کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو ران پر نہ رکھنا۔

۳۷ قیام کی حالت میں بائیں ہتھیلی پر دائیں ہتھیلی کو نہ رکھنا۔

۳۸ جمائی لینا، یعنی جمائی کی حالت میں منہ کو کھولنا، بلکہ آ جائے تو منہ بند کرنے کی کوشش کرنا، اوپر کے دانتوں کو نیچے کے دانتوں سے چپکائے رکھنا کہ منہ نہ کھلے دائیں ہاتھ کے پشت کو منہ پر رکھنا یا آستین کو منہ پر رکھنا، اور قیام کے علاوہ کی حالت میں بایاں ہاتھ رکھنا چاہئے۔

۳۹ آنکھوں کو بند کر کے نماز پڑھنا، سر کا آسمان کی طرف اٹھانا۔

۴۰ انگڑائی لینا، ایک یا دو بالوں کا اکھاڑنا۔

۴ نماز میں ایک دو قدم چلنا یا تھوڑا آگے پیچھے ہونا۔

۴۲ جوں، کھٹل وغیرہ کا پکڑنا اور اس کا مار ڈالنا۔

۴۳ چادر یا رومال سے منہ اور ناک ڈھانک لینا۔ عموماً لوگ جاڑے میں چادر و رومال سے منہ ڈھانک لیتے ہیں یہ مکروہ ہے۔

۴۴ منہ میں کسی ایسی چیز کا ہونا جس سے قرأۃ مسنونہ رک جائے یا نہ ہو سکے، اگر مقدار فرض قرأت نہ ہو سکے تو نماز فاسد، یا پگھل جانے والی یا گلنے والی چیز کو منہ میں رکھا اور اس کو نگل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۴۵ عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔

۴۶ ایسے کپڑے یا مصلّٰی پر سجدہ کرنا جس میں کسی ذی روح کی تصویر ہو۔
۴۷ سجدہ میں صرف پیشانی کا رکھنا ناک کا نہ رکھنا، ہاں عذر ہو تو درست ہے۔
۴۸ راستہ اور گزرگاہ پر نماز پڑھنا، یا ایسے مقام پر نماز پڑھنا جہاں لوگوں کو گزرنے میں پریشانی ہوتی ہو۔
۴۹ حمام غسل خانے میں پاخانہ پیشاب کی جگہ میں اور نجاست کی جگہ میں پڑھنا مکروہ ہے۔
۵۰ قبرستان میں اور جہاں قبریں ہوں وہاں نماز کا پڑھنا۔
۵۱ کسی کی زمین پر بغیر اس کی اجازت کے نماز پڑھنا، ہاں اگر دلالت حال سے معلوم ہو جائے کہ وہ خوش ہی ہوگا اعتراض نہ ہوگا تو پھر کوئی حرج نہیں، اسی طرح دوست واحباب واہل قرابت کی زمین پر بلا اجازت کے درست ہے۔
۵۲ غصب اور چوری کردہ کپڑے میں نماز پڑھنا، بلا اجازت کے کسی کا کرتا یا پاجامہ لے کر نماز پڑھنا۔
۵۳ ریشمی کپڑے یا ریشمی چادر یا رومال اوڑھ کر نماز پڑھنا۔
۵۴ پاخانہ پیشاب کے تقاضے کے وقت نماز پڑھنا، محض احساس یا خیال ہو رہا ہو تو نہیں یعنی دبانے کی صورت میں مکروہ ہے۔
۵۵ نجاست کپڑے میں لگے رہنے کے ساتھ نماز پڑھنا، بایں طور کہ نجاست خفیفہ ہو تو چوتھائی سے کم ہو، اور نجاست غلیظہ ہو تو ایک روپیہ کی گولائی سے کم ہو، ہاں مگر یہ کہ وقت تنگ ہو دھونے کا موقعہ یا پانی نہ ہو۔
۵۶ یا دھونے سے جماعت چھوٹ جائے گی۔
۵۷ میلے کچیلے گندے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا، جسے پہن کر آدمی باہر، دفتر آفس یا مہمانی وغیرہ میں نہ جا سکے۔
۵۸ کھلے سر بلا ٹوپی کے نماز پڑھنا، ہاں اگر تذلل، تخشع اور مسکنت کے اظہار کی نیت سے پڑھنے کی اجازت ہے۔
۵۹ شدید بھوک کی حالت میں نماز پڑھنا جب کہ کھانا سامنے یا کھانا تیار ہو۔
۶۰ ہر ایسی چیز کا ہونا جو نمازی کے دل سے خشوع وخضوع اور سکون کو زائل اور دور کر دے، مثلاً سامنے کسی بھڑک دار چیز کا ہونا، یا خود اس کے کپڑے کا ایسا خوشنما اور بارونق ہونا کہ اس کی تزئین اور خوشنمائی کی طرف اس کا دل چلا جائے، خواہ چادر ہو، لباس ہو، گھڑی ہو یا مصلّٰی ہو، یا آمنے سامنے کوئی دل کو متوجہ کرنے والی چیز ہو، اسی لئے مسجد میں قبلہ کی جانب اشتہار وغیرہ کا رکھنا آویزاں کرنا منع ہے۔
۶۰ قرآن پاک کی آیتوں کا یا تسبیح وغیرہ کا انگلیوں سے شمار کرنا، ہاں ہلکا سا دبا کر شمار محفوظ کرے تو مکروہ نہیں۔

۶۲ امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا، اسی طرح بالکل دوستونوں کے بیچ میں کھڑا ہونا۔

۶۳ امام کا تنہا ایک ہاتھ اونچے مقام پر کھڑا ہونا۔

۶۴ اگلی صف میں جگہ رہتے ہوئے پچھلی صف میں کھڑا ہونا۔

۶۵ کسی ایسے کپڑے کا پہن کر نماز پڑھنا جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو، صرف سر کی تصویر ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

۶۶ اس جگہ پر نماز مکروہ ہے جہاں سر کے اوپر یا پیچھے یا سامنے یا بغل میں کسی جاندار کی تصویر ہو، ہاں مگر بہت چھوٹی تصویر ہو کہ اس کے آنکھ کان ناک سامنے سے نمایاں نظر نہ آتے ہوں یا اس کا سر نہ ہو صرف دھڑ ہی دھڑ ہو، یا جاندار کے علاوہ پہاڑ پیڑ پودے کی ہوں تو مکروہ نہیں۔

۶۷ مسجد میں کسی جگہ یا کونے کو اپنی نماز کے لئے خاص کر لینا کہ ہمیشہ اسی جگہ نماز پڑھے۔

۶۸ کسی چولہے یا انگیٹھی یا آگ کے سامنے نماز پڑھنا جس میں آگ جلی ہو اور دھواں نکل رہا ہو، البتہ اگر سامنے بلب ہو، یا موم بتی یا چراغ و قمقمے جل رہے ہوں تو اس میں کراہت نہیں۔

۶۹ سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنا، کہ اس کے اٹھنے سے یا جاگنے سے خلل کا اندیشہ ہو، یا اٹھنے پر اسے پریشانی ہو جائے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔

۷۰ کوئی آدمی منہ سامنے کر کے بیٹھا ہو ٹھیک اسی کے منہ کے یا رخ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے، ہاں اس کی پیٹھ سامنے ہو تو مکروہ نہیں۔

۷۱ نماز میں کسی خاص سورہ کو ایسے طور پر متعین کرنا کہ اسی کو پڑھے دوسری سورہ نہ پڑھے، ہاں اگر سنت سے ثابت ہو تو اکثر یا ہمیشہ سنت سمجھ کر پڑھنا مکروہ نہیں ہے، جیسے فجر کی سنت میں کافرون اور قل ھو اللہ احد کا پڑھنا، اور جمعہ کی فجر میں الم سجدہ، سورہ دہر کا پڑھنا۔

۷۲ پیشانی پر لگی مٹی یا غبار کو نماز میں جھاڑنا اور صاف کرنا۔

۷۳ بلا سترے کے اس مقام پر نماز پڑھنا جہاں لوگوں کے گزرنے اور آنے جانے کا احتمال ہو، چنانچہ مسجد میں بھی اس جگہ نماز پڑھنا جہاں لوگ گزرنے پر مجبور ہو جائیں مکروہ ہے، مثلاً بیچ صحن کے پچھلی صف میں نیت باندھ لی۔

فائدہ: یہ تمام مکروہات نماز نور الایضاح، مراقی الفلاح طحطاوی علی المراقی سے لئے گئے ہیں۔

(طحطاوی صفحہ ۱۸۸ تا ۲۰۰)

خشوع اور خضوع کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوہ کا بیان

نماز میں خشوع کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز میں (ابتدا میں) دائیں جانب دیکھ لیا کرتے تھے۔ اللہ پاک جل شانہ نے جب یہ آیت نازل فرمائی "قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون" یقیناً وہ ایمان والے کامیاب ہیں جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ تو آپ نے نماز میں خشوع اختیار کرلیا۔ پھر دائیں بائیں جانب نہ نگاہ فرماتے۔

(طبرانی اوسط، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۸۰، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ ۱۸۰)

حضرت عبیداللہ بن ابی رافع کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "الذین ھم فی صلاتھم خاشعون" کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا خشوع فی القلب دل کا خشوع ہے اور یہ بھی ہے کہ تم اپنے بازو کو مسلمان کے لئے نرم رکھو اور یہ بھی ہے کہ نماز میں (سکون اختیار کرو) ادھر اُدھر نگاہ کرنے سے بچو۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۲۷۹)

حضرت مجاہد نے آیت کریمہ "الذین ھم فی صلوتھم خاشعون" کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد نماز میں سکون واطمینان مراد ہے۔

قتادہ نے حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ نماز میں خشوع کا مطلب یہ ہے کہ خوف خشیت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں۔ اور حضرت قتادہ ہی سے منقول ہے کہ نماز میں خشوع کا مطلب دل سے خشوع اور یہ کہ نگاہ نماز میں ایک جگہ جمی رہے (ادھر اُدھر آنکھوں سے نہ دیکھے اور نہ ہاتھوں سے حرکت کرے)۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۸۱)

عون نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو اپنا سر آسمان کی جانب کئے رہتے تھے۔ (وحی کے انتظار میں) اور آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھ لیتے تھے تو اللہ نے "قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون" نازل فرمائی (تو آپ نے سر جھکالیا، اور نگاہ زمین کی جانب فرمالی) ابن

عون نے سر جھکا کر دکھایا۔ (سنن کبریٰ جلد۲صفحہ۲۸۳)

ابن سیرین کی ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ سجدہ کی جانب نگاہ رکھنے لگے۔ (تفسیر قرطبی جلد۱۲صفحہ۱۱۰)

فَائِدَة: قرآن پاک میں اہل ایمان کی شان خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا بیان کیا گیا ہے۔ خشوع خضوع کی تاکید کی گئی ہے۔ ایسی نماز کو کامل قبول بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی نماز نہایت خشوع کے ساتھ ہوتی تھی۔ خشوع کا مفہوم کیا ہے۔ خوف خشیت الٰہی سکون اطمینان کے ساتھ اللہ پاک کی طرف توجہ اور دھیان مرکوز کرتے ہوئے نماز پڑھی جائے۔ قلب میں خشیت اور رغبت الی اللہ ہو اعضاء جوارح پر اس کا اثر سکون اور طمانیت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ جب قلب میں خشوع ہوگا تو اس کا اثر یقیناً اعضاء جوارح پر پڑے گا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

"والخشوع محله القلب فاذا خشع خشعت الجوارح كلها" (جلد۱۲صفحہ۱۱۰)

حضرت ابن عباس خاشعون کا مفہوم ذلت انکساری حضرت حسن بصری اس کا مطلب خوف خشیت حضرت مقاتل تواضع وانکساری حضرت مجاہد نگاہ نیچی بیان کرتے ہیں حضرت عمر بن دینار خشوع کا مطلب سکون اور حسن ہیئت ذکر کرتے ہیں۔ حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ خشوع یہ ہے کہ نماز میں سجدہ گاہ کے علاوہ کی طرف نگاہ نہیں جانی چاہئے۔ بعضوں نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ دھیان کو جمائے رکھنا اور غیر اللہ سے دھیان ہٹائے رکھنا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۵صفحہ۲۸۰)

معارف القرآن میں ہے "خشوع یہ کہ قلب میں بھی سکون ہو یعنی غیر اللہ کے خیال کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے" اور اعضاء بدن میں بھی سکون ہو۔ (جلد۶صفحہ۲۹۵)

نماز میں ادھر اُدھر کرنے سے خدا کی توجہ ہٹ جاتی ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تک بندہ نماز میں ادھر اُدھر نہیں کرتا خدا کی توجہ رہتی ہے جب بندے کی توجہ ہٹ جاتی ہے تو خدا کی توجہ بھی ہٹ جاتی ہے۔

(ترغیب جلد۱صفحہ۳۶۹، نسائی ابوداؤد صفحہ۱۲۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم نماز پڑھو تو پورے طور پر اس کی طرف متوجہ رہو۔ تاوقتیکہ فارغ نہ ہو جاؤ۔ خبردار نماز میں بے توجہی سے بچو چونکہ جب تم نماز میں رہتے ہو خدا سے ہم کلام رہتے ہو۔ (ترغیب جلد۲صفحہ۳۷۲)

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ نماز میں دھیان ادھر اُدھر لے جانے اور سوچنے سے بچو۔ دھیان جما کر نماز پڑھنے کی کوشش کرو۔

بلا خشوع واطمینان کے نماز قبول نہیں

حضرت عثمان بن ابی دہرش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ پاک اس بندہ کے کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا۔ تاوقتیکہ وہ بدن کے ساتھ دل کو بھی حاضر نہ رکھے۔ (ترغیب جلد۱ صفحہ ۳۴۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب نماز پڑھتا ہے اور خشوع سے نماز نہیں پڑھتا۔ اور نہ رکوع (اچھی طرح) ادا کرتا ہے۔ اور زیادہ تر اس کی توجہ اِدھر اُدھر ہوتی ہے۔ (آنکھ اور اعضاء و جوارح سے سکون نہیں معلوم ہوتا) تو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو نماز خشوع وخضوع اور اطمینان اور دھیان سے نہیں پڑھی جائے گی۔ درجہ قبولیت میں نہ ہوگی۔ اسی وجہ سے ''امام غزالی اور قرطبی اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا نماز میں خشوع فرض ہے'' اگر پوری نماز بغیر خشوع کے گزر جائے تو نماز ادا ہی نہ ہوگی۔ دوسرے حضرات نے فرمایا اس میں شبہ نہیں کہ خشوع روح نماز ہے۔ اس کے بغیر نماز بے جان ہے مگر اس کو رکن نماز کی حیثیت سے نہیں کہا جا سکتا کہ خشوع نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی۔ (معارف القرآن جلد۶ صفحہ ۲۹۶)

مطلب یہ ہے کہ نماز کی روحانیت کے لئے تو خشوع لازم ہے مگر شرط صحت نہیں بغیر اس کے فریضہ ادا ہو جائے گا۔

سکون اور طمانیت کے خلاف نماز ادا کرنا خشوع کے خلاف ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ام رومان کہتی ہے کہ میں نماز میں ذرا اِدھر اُدھر جھک اور ہل رہی تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دیکھ لیا تو بہت سخت ڈانٹا۔ قریب تھا کہ نماز توڑ دوں پھر فرمایا۔ کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو اپنے اعضاء کو سکون سے رکھے یہود کی طرح اِدھر اُدھر نہ ہلے۔ اعضاء و جوارح کو خاموش سکون کے ساتھ رکھنا نماز کے مکملات میں سے ہے۔ (روح المعانی جلد۱۸ صفحہ۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز و سکون اطمینان سے ادا کرے۔ جلدی نہ کرے یہی تو اصل کام ہے یہی مؤمن کی حیات اور اس کی زندگی کا مقصد ہے اپنے خالق اور مالک کے سامنے حاضری میں سکون اور طمانیت کے ساتھ رہے۔ ذہن کو جما کر یکسوئی کر کے خیال اور خدا کی طرف متوجہ کر کے پڑھے۔ جہاں تک ہو سکے خدا کی طرف دھیان لگا کر پڑھے۔ کہ اپنی وسعت کے موافق خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے امام غزالی نے نماز میں خشوع اور طمانیت کو فرض قرار دیا ہے۔ (فیض الباری جلد۲ صفحہ ۲۶۹)

خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز نہ پڑھنے پر نماز کی بددعا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو نماز وقت کی رعایت کے ساتھ نہ پڑھی جائے۔ نہ اچھی طرح وضو کیا جائے اور نہ خشوع خضوع کے ساتھ پڑھی گئی ہو۔ اور نہ رکوع وسجود کو بہتر طور پر ادا کیا گیا ہو تو وہ سیاہ کالی ہو کر نمودار ہوتی ہے اور بددعا دیتے ہوئے کہتی ہے جس طرح تم نے مجھ کو ضائع اور برباد کیا اسی طرح خدا بھی تجھے برباد کرے۔ پھر وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ (ترغیب جلد۱صفحہ۳۳۹)

فائدہ: دیکھئے نماز بہتر طور سے اور خشوع خضوع سے ادا نہ کرنے کی بنیاد پر بجائے ثواب اور خیر حاصل ہونے کے بددعا ملتی ہے۔ آج ہماری نماز ایسی ہی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے دنیاوی اور دینی فوائد مرتب نہیں ہوتے۔ دنیا کا ہر کام حسن خوبی اور اطمینان سے بہتر طور پر انجام دیتے ہیں تاکہ اچھا نتیجہ مرتب ہو۔ اور عبادت اس کے برخلاف مرجھائے دل سے غفلت اور تکاسل کے ساتھ ادا کرتے ہیں اطمینان اور سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کی مشق اور عادت ڈالنی چاہئے۔ بلا سیکھے اور توجہ کئے یہ حاصل نہیں ہوتی مشق اور اہل اللہ کی صحبت سے یہ دولت ملتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہانڈی کے ابلنے کی طرح روتے

عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے والد سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کے سینہ سے کراہنے کی ایسی آواز آرہی تھی جیسے کہ ہانڈی کے ابلنے اور کھدکھدانے کی۔ (ابوداؤد، صفحہ۱۳۰، شمائل ترمذی، نسائی صفحہ، حاکم جلد۱صفحہ۲۶۴، سنن کبریٰ جلد۲صفحہ۲۵۱)

فائدہ: عموماً نوافل اور رات کی نماز میں یہ حالت ہوتی ہے یہ خشوع اور خوف الٰہی کی انتہائی اور آخری حالت ہے جو قلب خوف وخشیت سے پر ہوگا اسی میں یہ بات ہوگی۔

کبھی اس قدر روتے کہ گلیوں میں آواز سنی جاتی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں رونے اور کراہنے کی آواز ہانڈی کے ابلنے کی طرح آتی جو مدینہ کی گلیوں تک سنائی دیتی۔ (اتحاف السادۃ جلد۲صفحہ۲۳)

فائدہ: آہ و بکا گریہ وزاری اللہ کے برگزیدہ بندوں کی خصوصی دولت ہے۔ جو معرفت الٰہی کی دولت سے متصف ہوتے ہیں وہی اس صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ عشق ومحبت جس قلب میں ہوتی ہے۔ وہ قلب اس کی حرارت اور سوزش سے آہ وبکا میں سکون وطمانیت پاتا ہے اہل دنیا معرفت سے خالی لوگوں کو کہاں نصیب۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور میں آپ کے رونے کی آواز

سنتی۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۸۸)

علقمہ بن وقاص کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عشاء میں سورہ یوسف پڑھ رہے تھے۔ اور میں آخری صف میں تھا۔ جب حضرت یوسف کا ذکر آیا تو میں نے آخری صف میں ان کے رونے کی آواز سنی۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۲۵۱)

نماز میں روتے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صبح کردی

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ (بدر کے موقعہ پر) میں نے دیکھا کہ رات میں سب آرام کر رہے ہیں۔ سوائے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کہ آپ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ یہاں تک کہ صبح کردی۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۵۲)

یہ رونا عشق محبت اور معرفت کی وجہ سے تھا۔ جس طرح اہل عشق و محبت کو محبوب کی جدائیگی تڑپا دیتی ہے، اس طرح عاشقان خدا محبت خدا میں تڑپتے اور روتے ہیں جو اللہ کے بہت ہی مخصوص بندوں کی شان ہوتی ہے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز میں جمائی کو پسند نہ فرماتے

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز میں جمائی آنے کو پسند نہ فرماتے۔
(مجمع الزوائد صفحہ ۸۶)

فَائِدَۃ: چونکہ اس میں شیطان کی قوت متصرفہ کو دخل ہوتا ہے نیز یہ غفلت اور سستی کی بھی علامت ہے جو خشوع اور طمانیت کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے اس کے آنے سے روکنے کا حکم ہے۔

عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نماز میں جمائی آنا کھانسی کا آنا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۸۶)

فَائِدَۃ: یہ نماز کے سکون اور طمانیت میں حرج پیدا کرتا ہے خشوع کو باقی نہیں رکھتا مزید بسا اوقات کھانسی دوسرے کی طمانیت کو بھی متاثر کرتی ہے۔ اس لئے حتی الامکان اسے روکنا چاہئے یہ نہیں کہ کھانس کر اور نماز میں گلا صاف کرے۔ جیسا کہ عموماً لوگوں کو دیکھا جاتا ہے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز میں پیشانی کو نہ جھاڑتے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز میں پیشانی (سے مٹی) نہ جھاڑتے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ تین امور نامناسب امور میں سے ہے ① کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ② پیشانی کو ختم نماز سے پہلے جھاڑنا ③ سجدہ میں غبار ہٹانے کے لئے

پھونکنا۔ (مجمع صفحہ۸۳، سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۲۸۵)

حضرت ابن عباس کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نماز میں پیشانی سے مٹی نہ جھاڑتے یہاں تک کہ تشہد پڑھ لیتے سلام پھیر لیتے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۲۸۶)

فائدہ: نماز ہی نماز میں سجدے میں لگے غبار کو نہ جھاڑے۔ یہ خشوع کے خلاف ہے، اس سے کوئی پریشانی تو ہے نہیں نماز خود ایک شغل ہے۔ اور ایک مصروفیت ہے۔ دوسری تمام چیزیں اس کے منافی ہیں۔ اس لئے اس سے احتراز کرے۔

اِدھر اُدھر نگاہ کرنے والے کی نماز رد کر دی جاتی ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے، جو نماز پڑھتا ہے اور ادھر اُدھر رخ کرتا ہے، اللہ اس کی نماز رد کر دیتے ہیں۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۸۱، ترغیب جلد۱ صفحہ۳۷۲)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ نماز میں ادھر اُدھر التفات (آنکھوں سے دیکھنا) مت کرو۔ اس کی نماز نہیں جو اِدھر اُدھر دیکھے۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۸۰)

فائدہ: تمام اعضاء و جوارح کو نماز میں اطمینان سے رکھے۔ خصوصاً آنکھوں کو اِدھر اُدھر کرنا یہ خشوع کی بالکل ضد ہے۔ چونکہ قلب آنکھ کے تابع ہے جب آنکھ اِدھر اُدھر ہوگی تو دل بھی اس کے تابع ہو کر اپنی طمانیت کو کھو بیٹھے گا اس لئے آنکھ اِدھر اُدھر نہ کرے۔ بلکہ ایک جگہ کھڑے ہونے میں سجدہ کے مقام پر تشہد کی حالت میں گود کی طرف نگاہ رکھے۔

منہ سے گرد و غبار پھونکنا بھی خشوع کے خلاف ہے

ابوصالح کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا۔ ان کے پاس ایک رشتہ دار جو پٹے دار ابالوں والا تھا۔ آیا اور نماز پڑھی جب سجدہ میں جانے لگا تو منہ سے پھونکا۔ (یعنی سجدہ گاہ کے غبار کو منہ سے پھونک کر اڑانا چاہا) تو حضرت ام سلمہ نے ان کو منع کیا کہ یہ مت کرو کہ ہمارے حبشی غلام کو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے رباح اپنے چہرے پر مٹی لگنے دو۔ (ترغیب صفحہ۳۷۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سجدہ گاہ کے گرد و غبار کو پیشانی پر لگ نہ جائے منہ سے پھونک کر ہٹانا نماز کی حالت میں منع ہے۔ یہ خشوع اور سکون کے خلاف ہے۔ اگر پیشانی پر مٹی لگ جائے تو کیا حرج ہے۔ نماز سے فارغ ہو جائے تب جھاڑ دے آپ نے فراغت کے بعد جھاڑنے کو فرمایا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید اور فضیلت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب نماز پڑھو تو گویا آخری نماز

سمجھ کر پڑھو اس شخص کی طرح جسے گمان ہو کہ اب اس کے بعد نماز کا موقعہ نہ ملے گا۔ (اعلاء السنن ۳/۴۷، الدیلمی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ نماز اس طرح پڑھو گویا کہ آخری نماز ہے گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (اعلاء السنن)

فَائِدَہ: ظاہر بات ہے جب یہ سمجھے گا کہ آخری نماز ہے اب اس کے بعد یہ بیش بہا دولت نہیں ملے گی تو ایک سمجھدار اور عارف آدمی ہر ممکن کوشش کرے گا کہ بہتر سے بہتر نماز پڑھے تا کہ خدا کی توجہ جس قدر بھی ہو سکے حاصل کرے چونکہ انسان جب کسی چیز کو آخری سمجھتا ہے تو اس کے اعمال کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے اور جو پڑھ رہا ہے اسے جان رہا ہے (اور سمجھ رہا ہے) تو وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۳۵۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ غفلت کے ساتھ اِدھر اُدھر مال خیال منتشر کرتے ہوئے نہ پڑھ رہا ہو۔ معنی اور مطلب کے استحضار کے ساتھ پڑھ رہا ہو۔

خشوع کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ پڑھنے کی طرف دھیان رکھے جو پڑھ رہا ہو اس کے معنی کو ذہن میں رکھتا ہوا پڑھے اگر وہ عربی سے واقف نہیں ہے تو نماز میں پڑھی جانے والی اشیاء کا ترجمہ یاد کرے، اور پڑھتے وقت اسے ذہن میں رکھے ویسے بھی اہل ایمان کو چاہئے کہ دین کی بنیادی باتوں کا ترجمہ یاد کرلیں۔ مثلاً کلمہ کا ذکر استغفار کا نماز کے اذکار کا چھوٹی چھوٹی سورتوں کا اس سے وہ دین میں راسخ ہوگا۔ چونکہ فہم اور سمجھ سے استحکام پیدا ہوتا ہے۔

ڈاڑھی میں ہاتھ لگانا خشوع کے خلاف

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو واڑھی سے کھیل رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دل میں خشوع ہوتا تو اعضاء و جوارح میں خشوع ہوتا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۲)

فَائِدَہ: بعض لوگ نماز پڑھتے ہوئے داڑھی کے بالوں کو چھوتے رہتے ہیں۔ عموماً نئی عمر والوں کو جن کی داڑھی نکل رہی ہوتی ہے۔ ہاتھ لگا کر کھیلتے ہیں اسے چھوتے رہتے ہیں یہ بہت بری عادت ہے۔ خشوع کے خلاف ہے ان حرکتوں سے نماز میں خصوصاً احتراز ضروری ہے، ویسے بھی نماز سے خارج داڑھی سے کھیلنا بلاوجہ ان کو چھونا قبیح حرکت ہے شرافت کے خلاف ہے۔

امت میں پہلی چیز جو اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہوگی

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تم سے یہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ سب سے پہلی چیز جو

لوگوں سے اٹھائی جائے وہ خشوع ہوگا۔ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تم دیکھو گے جب جامع مسجد میں داخل ہوگے تو ایک آدمی بھی خشوع والا (خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والا) نہیں پاؤ گے۔

(ترمذی جلد۲ صفحہ۹۴، ترغیب جلد۱ صفحہ۳۵۱، مجمع)

حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبادہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تم مسجد میں داخل ہوگے تو ایک آدمی کو بھی خشوع والا نہیں پاؤ گے۔ (حاکم، روح المعانی پارہ ۱۸ صفحہ۴)

حضرت حذیفہ جو حضور ﷺ کے راز دار کہلاتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا۔ (درمنثور)

حضرت ابودرداء کے ایک قول میں ہے کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔

فَائِدَہ: افسوس آج دینی غفلت اور عبادت میں بے توجہی کی وجہ سے ایسی حالت ہوتی جارہی ہے کہ خشوع اٹھتا جارہا ہے خضوع اور آداب کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے بس ایک بوجھ ہے جسے سر سے اتارا جارہا ہے۔

خشوع خضوع کے اعتبار سے ثواب میں کمی بیشی

حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی جب نماز سے فارغ ہوجاتا ہے تو اس کے لئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اسی طرح (کسی کے لئے) نواں (کسی کے لئے) آٹھواں ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی، آدھ حصہ لکھا جاتا ہے۔

(ابوداؤد، ترغیب جلد صفحہ۳۴۱، نسائی)

حضرت ابوالیسر کی ایک مرفوع روایت ہے کسی شخص کو نماز کا کامل پورا ثواب ملتا ہے کسی کو ان میں سے نصف کسی کو تہائی کسی کو چوتھائی کسی کو دسواں حصہ۔ (ترغیب صفحہ۳۴۱)

فَائِدَہ: یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے جس درجہ سنن و مستحبات و آداب کی رعایت کی جاتی ہے جس درجہ سکون وطمانیت سے نماز پڑھی جاتی ہے اسی مقدار ومرتبہ ثواب پاتا ہے۔

جس نے پورے اخلاص اور آداب تک کی رعایت کی خشوع کا اہتمام کیا اس نے پورا ثواب پایا۔ جس نے اس میں کوتاہی کی اس کا ثواب اسی مقدار سے کم ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ بعض کو بالکل نہیں ملتا، وہ نماز کسی قابل نہیں ہوتی۔

خشوع وخضوع اور توجہ سے نماز پڑھنے پر نماز کی دعاء حفاظت

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو نماز اپنے وقت (مستحب) پر

پڑھے وضو بھی اچھی طرح کیا قیام کو اچھی طرح ادا کیا خشوع کے ساتھ ادا کیا رکوع وسجدہ کو اچھی طرح ادا کیا تو وہ نماز روز روشن چمکدار ہو کر ظاہر ہوتی ہے، اور دعا دیتی ہوئی کہتی ہے اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۹)

فَائِدَہ: نماز کی بھی ایک روح ہوتی ہے اس کی بھی دعا اور بددعا ہوتی ہے۔ کس قدر وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو خوب دھیان توجہ اور سنن و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے اطمینان وسکون سے نماز پڑھتے ہیں کہ وہ نماز جیسی اہم عبادت کی دعاء پاتے ہیں افسوس کہ آج سب سے زیادہ بے توجہی اور غفلت اور جلد بازی نماز میں ہوتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بوجھ سر سے دور کر رہے ہیں اس کی اہمیت کی یہ حالت ہے کہ جب دنیاوی کام سے فراغت پاتے ہیں تب بھی جلدی جلدی نماز پڑھتے ہیں اور ہزاروں خیالات اور فکر کو اسی میں ترتیب دیتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی بھول جاتے ہیں کتنی رکعت ہوئی اور کہاں کیا پڑھنا ہے بھلا ایسی نماز کیا رنگ لائے گی۔

دل کے خشوع کا اثر ظاہر پر نمایاں ہوتا ہے

مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا نماز میں داڑھی پر ہاتھ لگا رہا ہے (پھیر رہا ہے) تو ارشاد فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا۔

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ دل کے خشوع وخضوع کا اثر اعضاء و جوارح سے پتہ چل جاتا ہے جو لوگ نماز میں کبھی داڑھی کھجاتے ہیں سر کھجاتے ہیں کبھی بدن کھجاتے ہیں کبھی ناک کھودتے ہیں۔

یہ دل کے خشوع وخضوع سے خالی ہونے کی علامت ہے جو بڑے ہی گھاٹے کی بات ہے۔

اسلاف کرام میں خشوع اور اس کے چند واقعات

حضرت محمد بن نصر مشہور محدث ہیں اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے کہ جس کی نظیر مشکل ہے ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا، مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع وخضوع میں کوئی فرق آیا نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ (فضائل نماز صفحہ ۶۷)

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا طبیبوں نے کہا اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے ان کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو کاٹ لینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ (حکایات صفحہ ۶۴)

حضرت اویس قرنی مشہور بزرگ ہیں اور افضل ترین تابعین میں سے ہیں بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گزار دیتے۔ کبھی سجدہ میں یہ حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گزار دیتے۔

بہجۃ النفوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابی رات کو نماز پڑھ رہے تھے، ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا۔ لے جاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی۔ مگر نماز نہ توڑی بعد میں کسی نے کہا بھی آپ نے پکڑا نہیں فرمایا جس چیز میں مشغول تھا وہ اس سے بھی بہت اونچی تھی۔ (حکایات صحابہ)

حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور قصہ ہے۔ جب لڑائی میں ان کو تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے چنانچہ ایک مرتبہ ان میں تیر گھس گیا لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی نہ نکل سکا۔ آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا فرمایا: تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا وہ تو ہم نے نکال بھی لیا آپ نے فرمایا۔ مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔ (حکایات صحابہ صفحہ ۸۵)

فَائِدَہ: اللہ اکبر کیا انہماک اور کیا خشوع تھا تیر کے نکالنے سے گوشت چھل جاتا ہے۔ ایسی شدید تکلیف بھی خشوع اور دل کے جناب باری میں مشغول ہونے کی وجہ سے محسوس نہیں ہوئی۔

سجدہ تلاوت کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ کا بیان

سجدہ تلاوت آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سورۃ جس میں سجدہ ہوتا پڑھتے تو سجدہ کرتے اور ہم لوگ بھی سجدہ کرتے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۴۷، مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۸۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان قرآن پاک تلاوت فرماتے۔ جب سجدہ کی آیت سے گزرتے تو تکبیر کہتے سجدہ کرتے اور ہم لوگ بھی سجدہ کرتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "اذا السماء أنشقت" اور "اقراء باسم" میں سجدہ کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۹۹، ابن ماجہ، طحاوی صفحہ ۲۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو "ص" میں سجدہ کرتے دیکھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۰، مشکوٰۃ صفحہ ۹۴)

حضرت ابوسعید سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو "ص" میں سجدہ کرتے دیکھا۔
(طحاوی صفحہ ۲۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھی تو سجدہ کیا۔ آپ کے ساتھ انسانوں نے جناتوں نے اور درختوں نے بھی سجدہ کیا۔ (طحاوی صفحہ ۲۰۸)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ مصحف عثمان میں چودہ سجدے لکھتے تھے اسی کو حناف نے اختیار کیا سورہ حج کے دو سجدوں میں پہلا سجدہ واجب نہیں بلکہ دوسرا واجب ہے اس طرح چودہ ہو گئے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۱۲)

جو سجدہ کی آیت سنے اس پر بھی سجدہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر سجدہ کی آیت پڑھی تو تمام (سننے والوں نے) سجدہ کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۰، مشکوٰۃ صفحہ ۹۴)

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سورہ نجم پڑھی اور سجدہ کیا اور آپ کے پاس جو لوگ تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا۔ مگر قریش کے ایک بوڑھے نے سجدہ نہیں کیا بلکہ مٹی لے کر پیشانی پر لگا لیا۔ اور کہا بس یہ کافی ہے (زمین پر سر رکھنے کی ضرورت نہیں) حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں نے اسے بعد میں دیکھا کفر کی حالت میں قتل ہوا۔ (بخاری صفحہ ۱۴۶، مسلم، طحاوی صفحہ ۲۰۷)

حضرت ابن عمر کا قول ہے جو سجدہ کی آیت سنے اس پر بھی سجدہ ہے۔

(ابن ابی شیبہ، اعلاء صفحہ ۱۹۹، عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۰۴)

حضرت سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ جنابت کی حالت میں سجدہ کی آیت سنے تو غسل کے بعد سجدہ کرے۔ (اعلاء صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آیت سجدہ سننے والے پر بھی سجدہ واجب ہے خواہ سننے کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔

(بنایہ صفحہ ۷۱۶، عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۸)

اگر امام نے آیت سجدہ پڑھی اور مقتدی نے نہیں سنا تب بھی اقتداء کی وجہ سے سجدہ واجب ہے۔

(بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۱۷)

سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۰۰، شرح مہذب صفحہ ۵۸)

فائدہ: خیال رہے کہ سجدہ تلاوت میں سجدہ کرتے وقت تکبیر کہنا مسنون ہے۔ اور سجدہ کے بعد نہ سلام کرنا اور نہ تشہد پڑھنا اور نہ بیٹھنا مشروع ہے۔ (نیل صفحہ ۱۰۳)

اسی طرح سجدہ تلاوت سے اٹھتے ہوئے بھی تکبیر اللہ اکبر کہے گا۔ درمختار کے حوالہ سے اعلاء السنن میں ہے دو تکبیروں کے درمیان سجدہ تلاوت ہے۔ (صفحہ ۱۹۸)

سجدہ بیٹھنے کی حالت میں بھی جائز ہے۔ اور یہ بہتر ہے کہ کھڑا ہو کر پھر سجدہ میں جائے۔ علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آیت سجدہ پڑھتیں اگر بیٹھی ہوئی ہوتیں تو کھڑی ہو جاتیں پھر سجدہ کرتیں۔ (کشف الغمہ صفحہ ۲۰۰)

فائدہ: سجدہ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہے اور سجدہ میں چلا جائے پھر تکبیر کہتا ہوا اٹھ جائے پس سلام وغیرہ اس میں نہیں ہے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۳۳، فتح)

کھڑا ہو کر سجدہ کرنا بہتر اور بیٹھے کرنا بھی درست ہے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۴۰)

سجدہ تلاوت کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ کوئی سجدہ نہ کرے مگر پاکی (وضو) کی حالت میں۔ (سنن کبریٰ، فتح الباری جلد۲ صفحہ ۴۶۷)

فائدہ: خیال رہے کہ نفل نماز کے لئے جو شرط ہے وہی شرط سجدہ تلاوت کے لئے ہے بس حدث اصغر اور اکبر سے پاک ہونا۔ ستر عورت کا ہونا، رخ قبلہ ہونا اور نیت کا بھی ہونا۔ (اعلاء صفحہ ۲۲۵)

سجدہ تلاوت فجر کے بعد طلوع شمس سے قبل اور عصر کے بعد غروب سے قبل کیا جا سکتا ہے۔ (اعلاء صفحہ ۲۲۷)

شرح مہذب میں ہے کہ سجدہ تلاوت کا حکم نفل نماز کی طرح ہے جس طرح نفل نماز کے لئے طہارت، ستر عورت، رخ قبلہ، بدن اور مکان کا پاک ہونا ضروری ہے اسی طرح سجدہ تلاوت میں بھی ضروری ہے۔

(شرح مہذب جلد۴ صفحہ ۶۳)

سجدہ تلاوت کی دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز کے سجدہ تلاوت میں یہ دعا پڑھتے اور بار بار پڑھتے۔

"سَجَدَ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ"

اور بیہقی کی روایت میں اس کے بعد "فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" بھی ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد صفحہ ۲۰۰، سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۳۲۵)

فائدہ: روایت سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز میں اسے پڑھتے تھے اس سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ تنہا اگر سجدہ تلاوت کرے تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے۔ اگر جماعت میں ہے اور سجدہ کیا تو پھر "**سبحان ربی الاعلی**" ہی پڑھنا بہتر ہے۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۲۶، درمختار صفحہ، اعلاء السنن جلد۷ صفحہ ۲۲۳)

سترہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور طریق مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اپنے آگے سترہ کا استعمال فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے (مسجد کے علاوہ میدان جنگل باغ وغیرہ میں) تو نیزہ گاڑ دیتے اور اس رخ میں نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۷۱)

حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عین دوپہر کو نکلے اور مقام بطحاء میں ظہر اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے سامنے نیزہ کا سترہ لگا دیا گیا تھا۔ (بخاری صفحہ ۷۲)

ابوحنیفہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام بطحاء میں لوگوں کو ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھائی اور سامنے نیزے کا سترہ تھا اور سامنے سے عورتیں گزر رہی تھیں اور گدھے آ جا رہے تھے۔

(بخاری صفحہ ۷۱، ابوداؤد صفحہ ۱۰۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لئے جب نکلتے تو نیزہ ساتھ لینے کا حکم دیتے جسے سامنے لگا دیا جاتا اور اسی کے سامنے نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۱، ابوداؤد صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: مسجد یا گھر کے علاوہ آپ کسی ایسے مقام پر نماز پڑھتے جہاں لوگوں اور جانوروں کے سامنے سے گزرنے کا احتمال ہوتا جیسے میدان و جنگل وغیرہ میں تو آپ سترہ جو عموماً نیزہ ہوتا سامنے لگا لیتے اور پھر کسی کے گزرنے کی پرواہ نہ کرتے اور نہ روکتے اور منع فرماتے۔

علامہ شعرانی الغمہ میں لکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو اکثر و بیشتر سترہ لگا لیتے تھے۔ (صفحہ ۹۳)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جس مقام پر بھی لوگوں کے گزرنے کا آنے جانے کا اندیشہ ہو وہاں سترہ لگا کر نماز پڑھے۔ (جلد ۱ صفحہ ۶۳۷)

سترہ کا حکم فرماتے اور اس کی ترغیب دیتے

سبرۃ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے

(میدان وغیرہ میں) تو اپنی نماز کے واسطے سترہ بنالے خواہ تیر ہی کے ذریعہ سہی۔ (الفتح صفحہ ۱۲۸، طبرانی، حاکم، کنز صفحہ ۳۴۶)

عموماً صحابہ کرام مجاہد تھے۔ نیز عربوں کی عادت بھی تھی کہ وہ ہتھیار کم از کم تیر کمان کے ساتھ چلتے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا نہ کچھ ہو تو اپنے تیر ہی کا سترہ بنالے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے چہرے کی سیدھ میں سترہ رکھ لے۔ اگر نہ پائے تو عصا رکھ لے۔ اگر یہ بھی نہ پائے تو ایک لکیر کھینچ دے پھر سامنے سے گزرنے والے سے کوئی حرج نہ ہوگا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۰، ابن ماجہ صفحہ ۶۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ بلا سترہ کے نماز مت پڑھو۔ اور نہ کسی کو اپنے سامنے سے گزرنے دو۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: سترہ کا قائم کرنا سنت ہے خصوصاً اگر میدان اور صحراء میں پڑھتا ہو تو سترہ قائم کر لینا چاہئے کذا فی الہدایہ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۶) علامہ شامی نے منیہ کے حوالے سے اس کے ترک کو مکروہ قرار دیا ہے۔
(شامی جلد ۱ صفحہ ۶۳۶)

شرح ہدایہ عنایہ میں اور علامہ عینی کی العنایہ میں سترہ کے متعلق دس امور ذکر کئے گئے ہیں جو تمام احادیث سے مستنبط اور ماخوذ ہیں:

1. نمازی کے آگے سے کسی کا بھی گزرنا قاطع اور مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔
2. سترے کا مقام سجدہ گاہ کا مقام ہے۔
3. میدان صحراء میں سترہ لگانا۔
4. سترہ کی اونچائی کم از کم ایک ذراع ہو۔
5. سترہ کی موٹائی ایک انگلی کے برابر ہو۔
6. سترہ کو اپنے قریب رکھے۔
7. سترہ کو دائیں یا بائیں بھوؤں کی طرف رکھے۔
8. امام کا سترہ قوم کا سترہ ہے۔
9. سترہ کو گاڑنا ہے۔ ڈال دینا نہیں یعنی اسے کھڑا کرنا ہے۔
10. سترہ نہ ہونے کی صورت میں گزرنے والے کو منع کرنا ہے۔ (البنایہ صفحہ ۴۴۰، فتح القدیر صفحہ)

سترہ کو قریب رکھنے کا حکم فرماتے

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم سے کوئی نماز

پڑھے تو سترہ کے رخ نماز پڑھے۔ اور اسے اپنے قریب رکھے۔

سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی سترہ کی جانب نماز پڑھے تو اسے اپنے قریب رکھے۔ (الفتح صفحہ ۱۳۱، بیہقی، حاکم)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے تو اسے قریب کرے کہ شیطان اس کی نماز کو خراب نہ کرے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۵۹)

فائدہ: سترہ کو اپنے قریب گاڑھے جس کی حد یہ ہے کہ اپنی سجدہ گاہ کے قریب ہو۔

گزرنے والے کو ہاتھ کے اشارے سے منع فرماتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عبداللہ یا عمر بن سلمہ سامنے سے گزرنے لگے تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ وہ لوٹ گئے پھر ام سلمہ کی لڑکی زینب گزرنے لگی تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا (یعنی منع کیا) تو وہ گزر گئی۔ تو آپ نے نماز سے فارغ ہونے پر فرمایا۔ یہ تو بڑھ گئی (یعنی مانا نہیں گزر گئی)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۷، فتح القدیر صفحہ ۴۰۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سامنے سے گزرنے والے کو ہاتھ کے اشارے سے روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ گزرنے والے کو ہاتھ سے روکے اور یہ بھی اختیار ہے کہ سبحان اللہ کہے۔ ہاں دونوں کو جمع نہ کرے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۸)

خیال رہے کہ اگر نہ روکے اطمینان سے نماز پڑھتا رہے تو یہ بھی درست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی گزرنے بھی دیا ہے روکا نہیں۔ چنانچہ کشف الغمہ میں ہے۔ کہ آپ بسا اوقات نماز پڑھتے تو آپ منع نہ فرماتے۔ (صفحہ ۹۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سترہ کس طرح رکھتے

ضباعہ بنت مقداد کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ جب آپ کسی لکڑی یا ستون یا درخت کی جانب (سترہ بناتے ہوئے) نماز پڑھتے تو دائیں بھوؤں یا بائیں بھوؤں کی جانب رکھتے۔ بالکل سیدھ میں نہ رکھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۰، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۸، فتح القدیر صفحہ ۴۰۷)

مقدام بن معدیکرب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی ستون یا کسی شئی کی جانب نماز پڑھے تو بالکل آنکھ کی سیدھ میں نہ رکھے بلکہ بائیں بھوؤں کی جانب رکھے۔ (بنایہ صفحہ ۴۳۸)

فائدہ: سترہ کے گاڑنے اور رکھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اسے دائیں آنکھ یا بائیں آنکھ کی طرف رکھے، چنانچہ ہدایہ کی شرح عنایہ میں ہے کہ سترہ کے ساتویں احکام میں سے یہ ہے کہ اسے دائیں یا بائیں بھوؤں کے

مقابل رکھے بالکل سامنے سیدھ میں نہ رکھے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۷، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۸)

زیلعی کے حوالہ سے علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ دائیں بھوؤں کے رخ رکھنا افضل ہے۔

(شامی جلد ۱ صفحہ ۶۳۷)

آپ ﷺ نیزے کو ساتھ رکھتے عموماً اس کا سترہ بناتے

حضرت عصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نیزہ کو اپنے آگے رکھتے ہوئے چلتے جب نماز پڑھتے تو اسے اپنے سامنے گاڑ دیتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۵۸)

سعد القرظ نے ذکر کیا کہ نجاشی نے آپ ﷺ کو تین نیزے (ہدیۃً) بھیجے تھے ایک تو آپ نے خود رکھا دوسرا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور تیسرا حضرت عمر کو دیا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۵۸)

کیسا سترہ آپ ﷺ لگاتے

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مقام بطحاء میں نماز پڑھی اور آپ ﷺ کے سامنے نیزے کا سترہ جو ایک ذراع کے برابر تھا اور ایک انگلی کے برابر موٹا تھا۔ (النسایہ صفحہ ۴۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ ﷺ سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کجاوے کے پیچھے کی لکڑی کے مانند ہو۔

حضرت طلحہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب اپنے سامنے کجاوے کے پیچھے کی لکڑی کی طرح سترہ لگالو تو کوئی حرج نہیں۔ (مسلم صفحہ ۱۹۵، بنایہ صفحہ ۴۳۶)

فائدہ: سترہ کی لمبائی ایک ہاتھ اور موٹائی ایک انگلی کے برابر ہونی چاہئے۔ ہدایہ اور فتح القدیر میں ہے کہ لمبائی ایک ذراع ہو۔ (فتح القدیر صفحہ ۴۰۶)

اور اس کی موٹائی ایک انگلی کے برابر ہو۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۷، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۶)

آپ ﷺ سواری اونٹ وغیرہ کو سامنے رکھ کر سترہ بنا لیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹ کی جانب (یعنی آگے اونٹ رکھ کر) نماز پڑھی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز پڑھتے (میدان جنگل میں) تو اپنے اور قبلہ کی جانب اونٹ کر لیتے۔ (الفتح جلد ۳ صفحہ ۱۲۹، بیہقی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں تھے نماز کھڑی

ہوئی تو آپ نے اونٹ کے کوہان کو سامنے قبلہ کی جانب کرتے ہوئے (یعنی سترہ بناتے ہوئے) نماز پڑھائی۔
(مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۳۵۲)

موسیٰ بن طلحہ سے مرسلاً روایت ہے کہ نماز پڑھنے والے کا سترہ جانور بھی (جو سامنے کر دیا گیا ہو) ہو جاتا ہے۔ ایسا جیسے کجاوے کی پیچھے کی لکڑی کا سترہ۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۵۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سترہ کے لئے صرف لکڑی اور عصا کا ہی ہونا لازم اور ضروری نہیں بلکہ ہر وہ شئے جس سے پردہ ہو جائے اور کچھ آڑ محسوس ہو جائے درست اور صحیح ہے اس وجہ سے آپ سفر میں بسا اوقات سواری کے اونٹ کو سامنے کھڑا یا باندھ کر نماز پڑھ لیتے تھے۔

یہی نہیں بلکہ سفر کی اونچی باڑ دار ٹوپی کو بھی سترہ بنا لیتے تھے۔

لہٰذا اس اعتبار سے سفر میں اٹیچی جھولا، بیگ وغیرہ کو سامنے رکھ کر بآسانی سترہ بنایا جا سکتا ہے حتیٰ کہ اگر اونچی چیز نہ ہو تو لوٹا وغیرہ بھی رکھ کر سترہ کا کام لیا جا سکتا ہے اگر یہ بھی نہ ہو تو خط ہی کھینچ لے تا کہ سترہ کی برکت سے ذہن انتشار سے بچ جائے۔ حضرت ابن سیرین حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اونٹنی کو قبلہ کے سامنے کیا اور مغرب وعشاء کی نماز پڑھی۔ (ابن عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۱)

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر سترے کے بھی نماز پڑھ لیتے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں نماز پڑھ لیتے اور کوئی سترہ نہیں ہوتا۔ (الفتح جلد ۳ صفحہ ۱۴۵، مجمع جلد ۳ صفحہ ۶۳، ابوداؤد)

ابو وداعہ کی اپنے دادا سے روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبو سہم کے دروازہ کے متصل نماز پڑھ رہے تھے آپ کے اور کعبہ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔ (الفتح صفحہ ۱۴۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات بلا سترہ کے بھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (کشف الغمہ جلد ۱ صفحہ ۹۳)

مسجد حرام میں سترہ کی ضرورت نہیں اور نمازی کے آگے گزرنا اور طواف جائز ہے

حضرت حسن بن علی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ آپ حجر اسود کے قریب نماز پڑھ رہے تھے، اور کوئی سترہ نہیں تھا اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے طواف کر رہے تھے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۶۳)

فائدہ: خیال رہے کہ جس مقام پر کسی کے آنے جانے اور گزرنے کا خطرہ اور اندیشہ ہو تو ایسی جگہ کوئی سترہ وغیرہ لگا لے تا کہ ذہن کا انتشار نہ ہو اور نماز خشوع سے پڑھ لے اور یہ سترہ لگا لینا سنت ہے۔ خصوصاً صحراء میں

سنت ہے۔ (کذا فی العنایہ، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۷)

حرم پاک میں سترہ کے بغیر نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اسی طرح نماز پڑھنے والے کے آگے سے طواف کرنا بھی درست ہے۔ (شامی صفحہ ۶۳۵)

فائدہ: کبھی کبھی آپ بلا سترہ کے بھی نماز پڑھ لیتے تا کہ امت کو معلوم ہو جائے کہ سترہ واجب نہیں ایسا نہیں کہ اس کے بغیر نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے۔ ہاں مگر چونکہ آپ کی اکثر بلکہ عادت تھی اس لئے سترہ اختیار کرنا سنت ہوگا۔

حضرت عائشہ سوئی ہوئی ہوتیں آپ ﷺ سامنے نماز پڑھ لیتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات میں نفل نماز پڑھتے رہتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سامنے قبلہ رخ چوڑان میں سوئی ہوئی رہتیں۔ (الفتح الربانی صفحہ ۱۴۱، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶۲)

عروہ بن زبیر نے امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ آپ ﷺ نماز پڑھتے رہتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے سامنے پھیلی ہوئی سوتی رہتیں اور کہا اس طرح سامنے رہتیں جس طرح جنازہ رہتا ہے۔ (الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۱۴۱، کبریٰ صفحہ ۲۶۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رات میں نماز پڑھتے رہتے اور میں آپ کے سامنے قبلہ رخ چوڑان میں مثل جنازہ کے سوئی رہتی۔ ہاں جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے جگا دیتے میں وتر پڑھتی۔

فائدہ: آپ ﷺ ازواج مطہرات سوئی ہوئی ہوتیں تو نماز پڑھ لیتے اس لئے کہ ازواج مطہرات اگر بیدار ہوتیں تو آپ کا خیال کرتیں سامنے سے گھبرا کر نہ اٹھتیں کہ آپ کی نماز خراب ہو۔ چونکہ آپ کو ان کے سامنے ہونے سے کوئی خلل نہیں ہوتا تھا نہ اندیشہ تھا اس لئے پڑھ لیتے تھے۔ دوسری بات یہ بھی تھی کہ حجرہ بہت چھوٹا تھا، گنجائش نہیں تھی۔ کہ وہ الگ ہوتیں یا آپ دوسری جگہ نماز پڑھتے۔

اگر بیوی حائضہ ہو اور سامنے سوئی ہو تو کوئی حرج نہیں

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ حائضہ ہونے کی حالت ہوتیں اور نماز نہ پڑھتی ہوئی ہوتیں اور وہ آپ کے نماز پڑھنے کی جگہ لیٹی رہتیں۔ اور آپ اپنے کپڑے پر نماز پڑھتے رہتے اور جب سجدہ فرماتے تو ان کے کپڑے پر بھی سر پڑ جاتا۔ (بخاری صفحہ ۴۷، مسلم صفحہ ۱۹۸، نیل جلد ۳ صفحہ ۸، کنز صفحہ ۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حائضہ ہونے کی وجہ سے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں جب کہ اطمینان ہو

کہ ان کے سونے اور اٹھنے سے کوئی خلل نہ ہوگا۔

سترہ لگالینے کی صورت میں شیطان حائل نہیں ہوتا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترہ لگالے کہ اس سے وہ تمہاری نماز کے درمیان حائل (بیچ میں) نہیں ہوتا۔ (کنزالعمال جلد۸صفحہ۲۵۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سترہ کی برکت سے ذہن منتشر نہیں ہوتا گزرنے والے پر توجہ نہیں جاتی شیطانی وساوس سے محفوظ ہو جاتا ہے اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلاسترہ کے نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ۹)

شرح منیہ المصلی میں اس کا ترک مکروہ لکھا ہے۔ (شامی)

امام کا سترہ مقتدی کے لئے کافی ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے لئے نکلتے تو نیزہ لے کر نکلنے کا حکم دیتے خود آپ کے سامنے نصب کر دیا جاتا۔ آپ اسی کے سامنے نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے۔

(بخاری صفحہ۱۳۳)

فائدہ: یعنی صرف آپ کے سامنے سترہ ہوتا مقتدی جو دائیں جانب اور بائیں جانب ہوتے اس کا سترہ نہ ہوتا معلوم ہوا کہ امام کا سترہ مقتدی کے لئے کافی ہوگا۔ الگ سے مقتدی کے لئے ضرورت نہ ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کا سترہ ہی اس کے پیچھے رہنے والے کا (مقتدیوں) بھی سترہ ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۲صفحہ۶۲، کنزالعمال)

فائدہ: اگر جماعت کی حالت ہو تو امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے امام کا سترہ مقتدی کا سترہ ہے۔ (البنایہ جلد۲صفحہ۴۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اثر منقول ہے کہ امام کا سترہ اس کے ماتحتوں مقتدیوں کا بھی ہے۔

(ابن عبدالرزاق جلد۲صفحہ۱۸)

اگر کوئی لکڑی وغیرہ کا سترہ نہ ملے تو خط کھینچ لے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے سامنے کچھ رکھ لے اگر نہ پائے تو اپنا عصا ہی کھڑا کر دے اگر اس کے پاس عصا بھی نہ ہو تو ایک خط کھینچ دے پھر جو اس کے سامنے سے گزرے کوئی حرج نہ محسوس کرے۔ (ابوداؤد صفحہ۱۰۰، الفتح الربانی، ابن ماجہ جلد۳صفحہ۱۲۸)

فَائِدَۃ: کبیری میں ہے کہ اگر عصا وغیرہ نہ ہو تو خط کھینچ دے پھر کسی گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔
(صفحہ ۳۶۹)

کوئی سترہ نہ ملتا تو خط کھینچ لیتے

ابو محذورہ کی اپنے والد سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ باب نبی شیبہ کی جانب سے مسجد میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ کعبہ کے سامنے آئے، اور اپنے سامنے عرض (چوڑان) میں خط کھینچا۔ پھر اللہ اکبر کہا اور نماز پڑھی لوگ خط اور کعبہ کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۹۰)

فَائِدَۃ: یعنی اگر کوئی لکڑی عصا یا اونچی چیز جو ایک بالشت اونچائی کے قریب ہو نہ ملے تو خط اپنی سجدہ گاہ کے قریب کھینچ دے۔ علامہ عینی نے بیان کیا کہ خط طولاً ایک قول میں عرضاً ایک قول میں گول محراب کی طرح کھینچا جا سکتا ہے۔ (بنایہ)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ خط کا نشان لمبائی میں کھینچے خواہ ہلال کی طرح گولائی میں کھینچے۔
(فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۸)

علامہ شامی نے ذکر کیا ہے کہ بعض علماء نے خط کو کافی نہیں سمجھا لیکن احادیث کے پیشِ نظر خط کو علامہ شامی نے مسنون قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام محمد کی روایت ہے ابن ہمام نے بھی اس کے بہتر ہونے کو نقل کیا ہے۔
(شامی صفحہ ۶۳۷)

سترہ لگا لینے کے بعد کوئی گزرے تو کوئی حرج نہیں

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی روایت میں ہے کہ جب تم کجاوے کی پیچھے کی لکڑی کے مانند کوئی سترہ لگا لو تو پھر سامنے سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۹، مسلم صفحہ ۱۹۵، ابن ماجہ صفحہ ۶۷)

مجتب بن ابی صفرہ کی روایت میں ہے کہ جب تمہارے اور گزرگاہ کے درمیان کجاوے کی پیچھے کی لکڑی کے مثل سترہ ہو تو پھر تمہارے سامنے سے کوئی گزرے تو کوئی حرج نہیں۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۱)

فَائِدَۃ: اگر نمازی کے آگے سترہ یا کوئی پردہ ہے تو ایسی صورت میں گزرنے والے پر کوئی حرج نہیں بلا کسی قباحت کے گزر سکتا ہے۔ اس طرح نمازی کو بھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کوئی گزرے تو منع نہ کرے اور نہ ذہن کو الجھن میں ڈالے۔ سترہ ہونے سے تسلی حاصل کرے اگر شیطان گزرنے والے کے بارے میں وسوسہ ڈالے تو کہہ دے کہ سترہ ہے کوئی حرج اور وسوسہ کی بات نہیں ہے۔

سونے والے اور بات کرنے والے کے پیچھے نماز سے منع فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ بات کرنے والے یا سونے

والے کے پیچھے نماز پڑھیں۔ (مجمع صفحہ ۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے والے اور بات کرنے والے کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۱، بیہقی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۴۸)

فائدہ: خیال رہے بات کرنے والے کی بات سے نماز میں خلل اور انتشار پڑتا ہے خشوع جاتا رہتا ہے اس لئے آپ نے منع فرمایا ہے چونکہ خشوع نماز کے مقاصد میں سے ہے۔

سونے والے کے پیچھے آپ نے اس وجہ سے نماز پڑھنے سے منع فرمایا کہ یا تو اس کے خراٹے یا کروٹ لینے سے خشوع میں خلل پڑ سکتا ہے۔ یا وہ اٹھے گا تو اس کے سامنے سے نکلے گا تو اس سے خلل پیدا ہوگا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اچانک اسے پاخانہ پیشاب لگ جائے اور وہ اٹھے اور دیکھے کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو اسے پریشانی ہوگی، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سونے والا بڑبڑانے لگتا ہے جس سے نماز میں خلل ہوگا ان وجوہات کی بناء پر آپ نے منع فرمایا ہے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتی ہوئی ازواج مطہرات کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس وجہ سے وہ آپ کی نماز سے مانوس تھیں یقیناً آپ کی نماز کا خیال کرتی تھیں جس سے آپ کو خشوع میں خلل کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا تھا اس وجہ سے آپ پڑھ لیا کرتے تھے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر سو سال کھڑا رہنا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ اپنے بھائی کے آگے گزرنا کہ وہ نماز میں ہو کتنا بڑا گناہ ہے تو تم سو سال کھڑا رہنا بہتر سمجھتے اس کے آگے سے گزرنے سے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۷، مسند احمد، کنز العمال صفحہ ۳۵۵)

چالیس سال بہتر ہے کھڑا رہنا نمازی کے آگے گزرنے سے

حضرت ابوجہیم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے میں کیا گناہ ہے۔ تو چالیس ''سال یا ماہ یا دن'' کھڑا رہنا بہتر سمجھتے گزرنے سے۔

(بخاری صفحہ ۷۳، مسلم صفحہ ۱۹۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا اتنا برا اور قبیح ہے کہ اس کے مقابلے میں سو سال کھڑا رہنا بہتر ہے خیال رہے کہ نماز کے بعد جگہ کا بدلنا مستحب ہے اور نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے ایک مستحب کے لئے حرام کا مرتکب ہو رہا ہے۔

زمین میں دھنس جانا بہتر ہے اس سے کہ نمازی کے آگے سے گزرے

حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ اگر معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کا کتنا بڑا گناہ ہے تو وہ زمین میں دھنس جانا بہتر سمجھے اس بات سے کہ آگے سے گزرے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۷۴، موطا امام مالک)

قیامت میں خشک درخت ہونے کی تمنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی جو نمازی کے سامنے سے جان بوجھ کر گزرتا ہے قیامت میں (اس حرکت کی سزا پر) خشک درخت ہونے کی تمنا کرے گا۔

(کنز العمال صفحہ ۳۵۵، مجمع صفحہ ۶۱)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ بلا سترہ اور پردہ کے نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا منع اور گناہ ہے۔ علامہ شامی اور دیگر فقہا نے لکھا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا گناہ ہے (شامی جلد ا صفحہ ۵۳۶)

عموماً جہاں جماعت میں بھیڑ اور ازدہام ہوتا ہے لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے سامنے سے بلا جھجک گزر جاتے ہیں اگر مسجد بڑی اور وسیع ہو جو ساٹھ ہاتھ سے زائد ہو تو نمازی کے سجدہ گاہ سے آگے کی طرف سے گزرنے کی گنجائش ہے۔ اور دیگر فقہاء نے لکھا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا گناہ ہے۔ (شامی جلد ا صفحہ ۴۳۴)

نمازی کے آگے سے کوئی گزرے تو نماز فاسد یا خراب نہیں ہوتی

فضل سے مروی ہے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کی بادیہ میں ملاقات کی جہاں ہمارے کتے اور گدھے چر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی وہ سامنے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پیچھے ہنکایا اور نہ بھگایا۔ (نسائی صفحہ ۱۲۳، مسند احمد، نیل صفحہ ۹، دار قطنی صفحہ ۳۶۹)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کو کوئی چیز (کسی کا گزرنا) خراب اور فاسد نہیں کرتی جہاں تک ہو سکے منع کرو کہ وہ (سامنے گزرنے والا) شیطان ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ نمازی کے آگے سے کسی کا گزرنا نماز کو خراب نہیں کرتا ہاں جہاں تک ہو سکے اسے دفع کرو۔ (یعنی گزرنے مت دو)۔ (دار قطنی صفحہ ۳۶۸، نیل صفحہ ۱۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو آپ کے سامنے سے گدھا گزرا اس پر عیاش بن ربیعہ نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہا جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ نے پوچھا کس نے سبحان اللہ کہا انہوں نے کہا میں نے اے اللہ کے رسول میں نے سنا ہے کہ گدھے کا گزرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے

آپ ﷺ نے فرمایا نماز کو کوئی چیز خراب نہیں کرتی۔ (دار قطنی صفحہ ۳۶۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نہ عورت کا نہ کتے کا نہ گدھے کا گزرنا نماز کو خراب کرتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اسے دفع کرو۔ (دار قطنی صفحہ ۳۶)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے کوئی خواہ عورت یا کتا یا اور کوئی شئے گزرے تو اس سے نماز خراب اور نہ فاسد ہوتی ہے ہاں اس کے گزرنے سے ذہن منتشر ہو سکتا ہے جس سے نماز کا اطمینان اور خشوع جاتا رہے گا اس لئے آپ نے سترہ سامنے رکھنے کا حکم دیا ہے تا کہ ذہن کا انتشار نہ ہو۔ سترہ لگا دینے سے ذہن کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

اگر وسیع و کبیر مسجد ہو جو ساٹھ ہاتھ سے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں مقام سجدہ کے ذرا اوپر حصے سے گزرنے کی گنجائش ہے۔ (شامی صفحہ ۶۳۴)

سترہ نہ ہو یا سترہ کے اندر سے گزرے تو منع کرے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے سامنے سے کسی کو نہ گزرنے دے اور اپنی وسعت کے موافق اس کو منع کرے اگر وہ انکار کرے تو اس سے قتال (ڈانٹ ڈپٹ) کرے کہ وہ شیطان ہے۔ (بخاری صفحہ ۷۳، مسلم صفحہ ۱۹۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے سامنے سے کسی کو نہ گزرنے دے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۴۹)

فائدہ: خیال رہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر نماز میں خلل پیدا ہوتا ہے اس کا ذہن منتشر ہوتا ہے خشوع میں فرق ہوتا ہے۔

علامہ عینی نے البنایہ میں لکھا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے کوئی سترہ نہ ہو، یا کوئی شخص سترہ اور اس کے درمیان سے گزرے تو اس کو منع کرے امام الحرمین نے کہا کہ اسے اشارہ سے منع کرے (زبان سے نہ کہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی) .....(بنایہ)

علامہ شامی نے کہا ہاتھ سر اور آنکھ سے بھی اشارہ کر سکتا ہے اگر وہ گزرنے سے انکار کرے تو نماز کے بعد اس سے مواخذہ کرے۔ (البنایہ صفحہ ۴۴۱)

آپ نے گزرنے والے کو شیطان کہا چونکہ اس نے گویا شیطان جیسی حرکت کی کہ جس طرح شیطان نماز میں خلل پیدا کرنے اور ذہن منتشر کرنے پر لگا رہتا ہے اسی طرح یہ شخص بھی اپنی حرکتوں سے ایسا کر رہا ہے۔

علامہ عینی نے بیان کیا کہ ہو سکتا ہے گزرنے والا خبیث، جن ہو یا خبیث انسان ہو، یعنی خبیث انسان کی تعبیر

شیطان سے کی گئی ہو۔ (البنایہ صفحہ ۴۲۱)

آپ ﷺ ٹوپی کا بھی سترہ بنا لیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بسا اوقات ٹوپی کو اتار کر اس کا سترہ بنا لیتے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس تین قسم کی ٹوپیاں تھیں ① سفید مصری ٹوپی ② منقش دھاری اور موٹی سبز ٹوپی ③ باڑ دار اونچی ٹوپی... جسے آپ ﷺ سفر میں پہنا کرتے تھے۔ بسا اوقات اسے سترہ بنا لیتے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۴۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے سفر کی ٹوپی ذرا اونچی بڑی ہوتی تھی آپ اس سے سفر میں سترہ کا بھی کام لے لیتے تھے۔ (بیہقی فی الشعب، مجمع الوسائل صفحہ ۱۶۶، شمائل کبریٰ)

سفیان ابن عیینہ نے ذکر کیا کہ حضرت شریک نے اپنی ٹوپی کا سترہ بنا لیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی سفری ٹوپی جو ذرا اونچی ہوتی تھی بوقت ضرورت اس کے سترہ کا بھی کام لیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ ٹوپی ایک ہاتھ ایک ذراع لمبی یقیناً نہ ہوتی ہوگی۔ بلکہ بالشت بھر بھی اونچائی بہت ہے۔ لہٰذا اگر بالشت بھر بھی کسی چیز کا سترہ جب کہ کوئی اور سامان یا سترہ بنانے کے لائق نہ ہو تو بنایا جا سکتا ہے جیسے لوٹے اور بکس وغیرہ کا۔

جماعت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کی تاکید و ترغیب فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جماعت کی شرکت کے لئے تاکید فرماتے خاص کر صبح اور عشاء میں زور دیتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۲۶)

فائدہ: امام احمد بن حنبل نے جماعت کو فرض عین قرار دیا ہے۔ یہی رائے داؤد، ابوثور اور عطا کی ہے۔ امام محمد نے فرمایا جماعت سنت موکدہ۔ (واجب کے قریب) ہے بغیر عذر مرض وغیرہ کے اس کا چھوڑنا درست نہیں۔ عام مشائخ کا قول ہے کہ یہ واجب ہے اور دلائل (احادیث) اس کے واجب ہونے پر دال ہیں۔ (کبیری صفحہ ۵۰۸)

امام بخاری نے باب قائم کیا ہے وجوب الجماعۃ جس سے اس کے واجب ہونے کی وضاحت کر رہے ہیں۔

جماعت میں شریک ہونے کے لئے تیزی سے قدم اٹھاتے

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور ہم نماز (جماعت) کے لئے چل رہے تھے تو آپ تیزی سے قدم اٹھا رہے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۹۰)

کسی گاؤں یا بستی میں تین آدمی ہوں تب بھی جماعت کی تاکید فرماتے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کسی گاؤں یا بستی میں تین آدمی بھی ہوں اور لوگ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے پس تم پر جماعت لازم ہے کہ الگ رہنے والی بکری کو بھیڑیا کھا لیتا ہے۔ (نسائی صفحہ ۱۲۵)

ایک روایت میں ہے کہ جس مقام پر پانچ گھر ہوں اور وہاں اذان نہ دی جاتی ہو تو ان پر شیاطین کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ (کنزالعمال صفحہ ۵۸۵)

جماعت کے ساتھ نماز کا ثواب ستائیس گنا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز کا ثواب تنہا کے مقابلہ میں ستائیس گنا زائد ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: یعنی گویا ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اللہ اکبر کس قدر خدا کی شان ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز کی فضیلت تنہا کے مقابلہ میں پچیس گنا ہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۱)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اولاً اللہ تعالیٰ نے پچیس گنا درجہ ثواب رکھا ہو۔ پھر ستائیس درجہ کر دیا ہو۔ مزید بھی احتمال ہے کہ فجر وعشاء میں ستائیس اور بقیہ میں پچیس اور یہ بھی ممکن ہے کہ نمازیوں کی کمی اور بیشی یا مسجد کے قریب وبعید سے یہ فرق ہو . . (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

حافظ نے بیان کیا اس اعتبار سے جماعت کے شرکاء میں سے ہر ایک کو چھبیس یا اٹھائیس نمازوں کا ثواب ملے گا۔ (فتح جلد ا/۲ صفحہ ۱۳۲)

جامع مسجد میں جماعت کا ثواب پانچ سو گنا ہو جاتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک نقل کیا ہے کہ آدمی کی نماز گھر میں ایک گنا ثواب ہے اور محلے کی (چھوٹی مسجد) میں پچیس درجہ ہے۔ اور جامع مسجد میں پانچ سو درجہ ہے۔ اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار اور میری مسجد مسجد نبوی میں پچاس ہزار درجہ اور مسجد حرام میں ایک لاکھ درجہ کا ثواب ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۱۰، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶۴)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ حمید بن زنجویہ نے بیان کیا کہ محلے کی مسجد میں جماعت کا ثواب پچیس گنا ہے۔ اور جامع مسجد میں پڑھنے کا ثواب جہاں جمعہ ہوتا ہو پانچ سو درجہ ہے۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۳۵)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اگر مسافر جنگل وبیابان میں (اور کسی بھی جگہ) جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اور رکوع وسجود اچھی طرح ادا کرے تو اس کا ثواب پچاس گنا بڑھ جاتا ہے۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۳۴)

امام کے علاوہ ایک آدمی ہو تو کس طرح کھڑا ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شب اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گزاری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے کھڑے ہوئے میں بھی اٹھا اور آپ کے ساتھ (وضو وغیرہ کر کے) شریک ہو گیا۔ تو میں آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا سر پکڑا اور اپنے دائیں جانب کر دیا۔

(بخاری صفحہ ۹۷، نسائی صفحہ ۲۶۱، ابوداؤد: مسلم صفحہ ۲۶۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک رات رہا تو میں نے ان سے کہہ دیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بیدار ہوں تو مجھے جگا دینا چنانچہ رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے نماز پڑھنے لگے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھے دائیں طرف کر دیا۔ (مسلم صفحہ ۲۶۱)

علامہ شعرانی کہتے ہیں کہ آپ تنہا نماز پڑھ رہے ہوتے اور کوئی آجاتا تو اپنے دائیں طرف کھڑا کرتے۔
(کشف الغمہ صفحہ ۱۳۴)

امام کے علاوہ دو یا دو سے زائد ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم تین ہوں تو ہم سے ایک آگے بڑھ جائے (یعنی امام آگے ہو اور دو مقتدی پیچھے کھڑے ہوں امام کے بغل میں کھڑے نہ ہوں)... (ترمذی صفحہ ۵۵)

امام ترمذی اس حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اہل علم صحابہ (تابعین ائمہ مجتہدین) کا اس پر عمل رہا کہ جب امام کے علاوہ دو آدمی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ (ترمذی صفحہ ۵۵)

امام نووی نے لکھا ہے کہ تمام علماء کا یہی مذہب ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۹۲)

بچے ہوں تو تب بھی امام کے پیچھے ہی دونوں بچے کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ احناف کی بیشتر کتابوں میں ہے کہ حضرت انس کی نانی ملیکہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا بنا کر دعوت کی۔ آپ نے (تشریف لے جاکر) کھایا اور فرمایا کھڑے ہو جاؤ میں تمہارے لئے نماز پڑھ دوں۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی تو حضرت انس اور ایک یتیم بچہ آپ کے پیچھے صف میں کھڑے ہوگئے اور وہ بوڑھی عورت ان کے پیچھے۔ (مختصراً ترمذی صفحہ ۵۵)

بس معلوم ہوا کہ اگر دو نابالغ بچے ہوں تب بھی وہ صف بنا کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔

تین آدمی ہوں تو جماعت کرے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم لوگ رہو۔ تو تم میں سے ایک (نماز کے موقع پر) امام بن جائے اور امامت کا مستحق وہ ہے جو قرآن پاک زیادہ جانتا ہو۔
(نسائی صفحہ ۱۳۵)

مالک بن الحویرث کہتے ہیں کہ میں اپنے مصاحب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کے پاس سے واپس ہونے لگا تو آپ نے فرمایا جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان دینا، اقامت کہنا اور جو بڑا ہو امامت کرے۔ (بیہقی جلد ۳ صفحہ ۶۷)

دو آدمی ہوں تو بھی جماعت کریں پھر نماز پڑھیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہوا تو آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔
(نسائی صفحہ ۱۲۵، ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے میں حاضر ہوا اور آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھے دائیں جانب کر دیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دو اور اس سے اوپر جماعت ہے۔ (بیہقی جلد ۳، صفحہ ۶۹، ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

حضرت انس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دو جماعت ہے۔ تین جماعت ہے اور اس سے زائد جماعت ہے۔ یعنی جماعت سے نماز کی تاکید ہے۔ (بیہقی صفحہ ۶۹)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ جماعت کی کم از کم مقدار ایک امام اور دوسرا مقتدی ہے۔ خواہ مقتدی نابالغ بچہ ہو یا عورت ہو۔ جماعت ہو جائے گی اسی وجہ سے امام بخاری اور دیگر محدثین نے باب قائم کیا ہے۔ دو اور دو سے اوپر جماعت ہے لہٰذا دو آدمی ہوں تو جماعت کرائیں تنہا تنہا نہ پڑھیں۔

اگر جماعت میں عورت شریک ہو تو کس طرح اور کہاں کھڑی ہوگی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ان کی دادی حضرت ملیکہ کے یہاں تشریف لائے آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے میں اور ایک یتیم لڑکا آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور ہمارے پیچھے بوڑھی عورت کھڑی ہوگئی۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۵، مسلم صفحہ ۲۳۴، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مردوں کی صفوں میں اول صف بہتر ہے اور آخری صف بہتر نہیں اور عورتوں کی صف میں بہتر صف آخر ہے۔ اور شروع کا (شر) برائی کی صف ہے۔ (مسلم صفحہ ۱۳۰، ابوداؤد ۹۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عورتوں کو مردوں کے آخر میں رکھو۔ جیسا کہ اللہ پاک نے ان کو مردوں کے بعد درجہ دیا ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۶۰)

فائدہ: آپ ﷺ نے عورتوں کو مردوں کے آخر میں حتیٰ کہ بچوں کے بعد صف میں رکھا ہے اور یہی حکم بھی دیا ہے۔

فائدہ: خیال رہے اول تو عورت کے لئے مسجد میں آنا جماعت میں شریک ہونا درست نہیں اس لئے کہ مسجد میں بہتر نہیں بلکہ گھر بہتر ہے جس کی تفصیل شمائل کبریٰ جلد ششم مسجد کے ذیل میں گزر چکی ہے تاہم کسی جگہ مثلاً حرم پاک میں جیسا کہ حج کے دوران عورتیں جاتی ہیں ان کو بالکل مرد کے پیچھے مرد سے الگ وعلیحدہ کھڑی ہونا چاہئے۔ اسی طرح گھر میں اگر جماعت کی جائے اور عورتیں بھی شریک ہوں تو بالکل پیچھے ہوں مرد یا بچوں کی صف میں کنارے دائیں بائیں شریک نہ ہوں امام بخاری نے باب قائم کیا ہے "صلاۃ النساء خلف الرجال"

جس سے وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ عورتیں مردوں کے بعد پیچھے صف میں رہیں گی (بخاری ۱۲۰، عمدۃ القاری ۶/۱۵۹)

چنانچہ علامہ ابن عبدالبر مالکی نے اس پر اہلِ علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ عورتیں دائیں بائیں کھڑی نہ ہوں گی بلکہ مرد کے پیچھے کھڑی ہوں گی اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۳۷۸، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۹۱)

لہٰذا حرم اور مسجد حرم میں جو عورتیں مردوں کے بیچ میں کھڑی ہو جاتی ہیں یہ کسی کے نزدیک درست نہیں۔ مسلک حنفی کے حضرات کو اس سے ضرور احتراز چاہئے۔ کوئی عورت بغل میں نہ آنے دے آ جائے تو جگہ بدل دے تاکہ نماز صحیح ہو۔

عشاء اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اس نے گویا آدھی رات نوافل میں گزاری اور جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی گویا اس نے پوری رات نوافل میں گزاری۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۲، ترمذی صفحہ ۵۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ فجر کی جماعت کی زیادہ فضیلت ہے اور اس کا ثواب عشاء کے مقابلہ میں دوگنا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ صفحہ ۱۹۱)

زیادتی فضیلت کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ وقت غفلت اور نیند کا ہوتا ہے اسی وجہ سے فجر کی جماعت میں دیگر جماعت کے مقابلہ میں لوگ کم ہوتے ہیں۔

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ فجر کی جماعت میں دن اور رات کے ملائکہ جمع ہوتے ہیں اس لئے اس کی زیادہ اہمیت ہے۔ (صفحہ ۱۳۷)

اسی وجہ سے امام بخاری نے فجر کی جماعت کی فضیلت پر باب قائم کیا ہے۔ حافظ نے کہا اسی وجہ سے اس کا ثواب دوگنا زائد ستائیس درجہ ہے۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۳۷)

صبح کی نماز جماعت سے پڑھنے والا خدا کی حفاظت میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کی نماز جماعت سے پڑھے۔ وہ خدا کے ذمہ (اور اس کے ضمان وحفاظت) میں آ جاتا ہے جو اس حفاظت کو توڑتا ہے (گناہ اور فواحش کے ذریعہ) اسے خدا منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔ (مجمع صفحہ ۴۱)

فائدہ: صبح کی نماز جو جماعت سے پڑھے وہ خدا کی ذمہ داری اور حفاظت میں آ جاتا ہے یہ بڑی اہم فضیلت ہے۔ اس کی خاصیت ہے کہ حوادث کے شکار سے بفضل الٰہی محفوظ رہے گا یہ بھی اس کا مطلب ہو سکتا ہے وہ اللہ کے عہد و پیمان میں آ جاتا ہے۔ لہٰذا اس عہد کی حفاظت کرے مسلم اور ترمذی کی ایک روایت میں صبح کی نماز

پڑھنے پر یہ فضیلت ہے۔

فجر کی سنت جماعت سے قبل پڑھ کر جماعت میں شرکت کی فضیلت

حضرت ابو اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کرے پھر مسجد آئے اور فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر پہلے سے بیٹھا رہے۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز پڑھے اس کی نماز اس دن ابرار کی نماز ہوگی اور اس کا شمار رحمٰن کے وفد خصوصی لوگوں میں ہوگا۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۴۱)

فائدہ: جماعت سے پہلے سنت پڑھ کر شریک ہونے کی یہ فضیلت ہے۔ یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب آدمی پہلے اٹھنے کا اہتمام کرے اکثر لوگ تو جماعت شروع ہونے کے بعد شریک ہوتے ہیں۔

جو عشاء اور فجر کی جماعت میں شریک نہ ہوتے ان کے ساتھ بدگمانی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو ہم لوگ عشاء اور فجر کی جماعت میں نہ پاتے ان سے ہم لوگ بدگمان ہو جاتے۔ (استذکار جلد۵ صفحہ۳۳۲، کنز العمال جلد۸ صفحہ۲۵۵، بیہقی جلد۳ صفحہ۵۹)

عبدالرحمٰن بن حرملہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور منافقین کے درمیان عشاء اور فجر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ہے۔ (بیہقی جلد۳ صفحہ۵۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ جسے صبح کی جماعت میں نہ پاتے اس سے بدگمان ہو جاتے (یعنی منافق ہونے کا شبہ ہو جاتا)۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۴۰)

فائدہ: افسوس آج امت کا اکثر طبقہ خصوصاً جوانوں کا صبح کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتا۔ کس قدر بے پرواہی اور گناہ کا باعث ہے ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ فجر اور عشاء کی جماعت کا اہتمام نہ کرنا اہل نفاق کی علامت ہے۔ (استذکار جلد۵ صفحہ۳۳۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت میں لوگوں کی حاضری لیتے

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد پوچھنے لگے فلاں حاضر ہے لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر پوچھا فلاں حاضر ہے۔ کہا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ دونوں نماز (صبح اور عشاء) منافقین پر بہت بھاری اور بوجھ ہے۔

(بیہقی جلد۳ صفحہ۶۸، دارمی، ابن خزیمہ، داؤد، نسائی، کنز العمال صفحہ۲۵۸)

حضرت کعب کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی سلام کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اس نے کہا فلاں فلاں حاضر ہے۔ چنانچہ تین لوگوں کی حاضری لی۔ تینوں کو آپ نے (مسجد کے بجائے) گھر میں پایا۔ (کنز العمال جلد۸ صفحہ۲۵۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنے ماتحتوں میں جماعت کی سخت تاکید کی جائے گی بڑوں کو اسلامی حکومت میں حاکم و امیر کو ارباب انتظام کو مدارس میں اساتذہ کرام کو محلے کی امیر کو حلقہ مریدین میں مرشد کو اس بات کا حکم اور اجازت ہے کہ جماعت میں لوگوں کا دھیان رکھیں نہ آنے کی وجہ سے ان سے معلوم کریں۔ تغافل اور تکاسل پر ان کو اہتمام کی تاکید کریں۔

فجر اور عشاء کی جماعت کی سخت تاکید فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقین پر عشاء اور فجر کی جماعت بہت گراں ہے۔ میں یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ اپنے جوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیاں جمع کریں پھر کسی کو نماز پڑھانے کھڑا کر دوں پھر جو گھروں میں ہیں ان کو آگ لگا دوں۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۲، بخاری صفحہ ۹۰)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت فرض عین ہے۔ چنانچہ عطا اوزاعی امام احمد اور شوافع کی ایک جماعت نے فرض عین کہا ہے۔ اسی طرح ابوثور، ابن خزیمہ، ابن منذر، ابن حبان، احناف اور مالکیہ کے بکثرت علماء نے فرض کفایہ قرار دیا ہے۔

طیبی نے حوالہ سے بیان کیا کہ جماعت چھوڑنا منافقین کی علامت ہے۔ حضرت ابن مسعود کا فرمان ہے۔ ہم لوگ جماعت کی سستی منافقین میں دیکھتے تھے۔ حافظ نے فرمایا کہ چھوڑنے والے منافقین تھے جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا۔ (فتح الباری صفحہ ۱۲۷)

آپ نے عشاء اور فجر کی جماعت کے متعلق فرمایا تھا۔

افسوس کہ آج اس دور میں بھی فجر کی جماعت بکثرت لوگ چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ مغرب اور عشاء میں نمازیوں کی تعداد جس مقدار ہوتی ہے۔ وہ مقدار فجر کی جماعت میں نہیں ہوتی قریب ایک ربع چوتھائی لوگ ہوتے ہیں۔ باقی تین چوتھائی سوئے رہتے ہیں ان کے نزدیک نیند کے مقابلہ میں فجر کی جماعت کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ ضعف ایمان اور منافقت کی علامت ہے اگر کسی عارضہ کی وجہ سے نہیں آسکتے تو اس عارضہ کا دور کرنا واجب ہے۔ افسوس درافسوس کہ وہ قضاء بھی ادا نہیں کرتے گویا چار وقتی نمازی ہوتے ہیں۔ ایک وقت کی نماز بالکل غائب خدا کی پناہ کیسا ایمان۔

عہد نبوت میں منافق ہی جماعت سے کوتاہی کرتے تھے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ دیکھتے تھے کہ جماعت سے پیچھے رہنے والے منافق ہی ہوتے تھے (مریض بھی) دو آدمیوں کے سہارے گھسٹتے ہوئے جماعت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۲، فتح الباری صفحہ ۱۲۷)

فَائِدَہ: افسوس کہ آج ایمان والے فجر میں غائب رہتے ہیں۔ امت کا ایک طبقہ تو نماز کا تارک ہے، ایک طبقہ سہوت کی وجہ سے چار وقتوں کی جماعت میں حاضر ہو جاتے ہیں مگر فجر میں غائب رہتے ہیں سستی، غفلت اور لذت نیند کی وجہ سے جماعت کو چھوڑ دیتے ہیں خیال رہے کہ اگر فجر میں نیند نہ ٹوٹے تو کسی اٹھنے والے سے کہہ دے کہ اٹھا دیا کرے۔ اگر ایسی صورت نہ ہو تو وقت پر اٹھنے کے لئے الارم والی گھڑی رکھنا واجب ہے اگر غسل کی وجہ سے ہو تو غسل کا انتظام اور اس کے اسباب کا اختیار کرنا واجب ہوگا ٹھنڈا پانی ترک جماعت کا سبب ہو تو گرم پانی کا انتظام کرنا اور اس پر مال خرچ کرنا واجب ہوگا تاکہ واجب نہ چھوٹے اور قضا کا گناہ نہ ہو۔

جماعت میں جس قدر افراد زائد ہوں گے ثواب زائد ہوگا

حضرت ابی ابن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دو کی جماعت بہتر ہے تنہا پڑھنے سے اور تین کی جماعت بہتر ہے دو سے جس قدر تعداد زائد ہوتی جائے گی اللہ پاک کے نزدیک پسندیدہ ہوتی جائے گی۔ (ابوداؤد، نسائی، نیل صفحہ ۱۳۳)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے جماعت میں جس قدر افراد زائد ہوتے جائیں گے ثواب اسی قدر بڑھتا جائے گا لہٰذا چھوٹی جماعت کے مقابلہ میں بڑی جماعت بہتر ہے۔ اسی وجہ سے تو جامع مسجد کی فضیلت محلے کی مسجد سے زائد ہے کہ اس میں لوگ زائد ہوتے ہیں۔

پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ چالیس دن مسلسل پڑھنے پر جنت واجب

حضرت ابوالعالیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ جو شخص پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ چالیس دن تک (مسلسل) تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۶۵)

مسلسل چالیس دن تک جماعت سے نماز کی فضیلت

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو چالیس دن مسلسل جماعت سے تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھے۔ اس کے لئے دو برأت لکھے جائیں گے ① ایک دوزخ سے ② نفاق سے۔
(ترمذی صفحہ ۵۶، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۶۰)

فَائِدَہ: تکبیر تحریمہ میں شرکت اور اس کے اہتمام کی بڑی فضیلت ہے۔ تکبیر تحریمہ کے پانے کا کیا مفہوم اور اس سے کیا مراد ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ اس کے متعلق پانچ قول ہیں:

1. امام کی تکبیر کے ساتھ شامل ہو اس کے بعد ہی تکبیر کہہ دے یہی اصح قول ہے۔
2. فاتحہ کے شروع کرنے سے پہلے شریک ہو جائے۔
3. پہلی رکعت کے رکوع سے پہلے شریک ہو جائے۔

❹ امام کے ساتھ قیام کا کچھ حصہ پالے۔
❺ اگر کسی عذر یا طہارت وغیرہ کی وجہ سے رکوع نہ ملا تو بھی ثواب ملے گا۔ (شرح مہذب جلد۴ صفحہ۲۰۷)

جماعت میں شرکت کے لئے دوڑ کر نہ جائے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ جب تم نماز (جماعت) کے لئے آؤ تو دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ چل کر آؤ اطمینان سے جو پالو اور جو چھوٹ جائے اس کی قضا کرلو۔

(نسائی صفحہ ۱۳۸)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم تکبیر سن لو تو اطمینان سے چلو جو پاؤ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے اس کی قضا کرلو (یعنی بعد میں پڑھ لو)۔ (عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۲۸۹)

حضرت ابراہیم سے منقول ہے کہ حضرت اسود ذرا تیزی سے نماز کی جانب چلتے تھے نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جب اقامت کی آواز سنی تو اور وہ بقیع میں تھے تو تیزی سے مسجد کی جانب آئے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۹۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ تیز اور دوڑ کر نہ آئے۔ کہ سانس پھول جائے بلکہ اطمینان سے آئے ہاں ذرا تیز چل کر آسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت اسود کے عمل سے معلوم ہو رہا ہے۔ دوڑنا منع ہے۔

شرح مہذب میں امام نووی نے لکھا ہے کہ شوافع کا مذہب لکھا ہے جماعت شروع ہونے پر دوڑ کر نہ جائے خواہ تکبیر تحریمہ پائے یا نہ پائے البتہ حضرت ابن مسعود، ابن عمر، اسود بن یزید، عبدالرحمٰن بن یزید، اسحٰق بن راہویہ یہ کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے لئے ذرا تیز چل سکتا ہے۔ (شرح مہذب صفحہ ۲۰۷)

جماعت کے لئے قریبی مسجد میں جانے کا حکم

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ آدمی کو اپنے متصل کی مسجد میں نماز پڑھنی چاہئے دیگر مساجد کی تلاش میں نہ رہے۔ (طبرانی، کنزالعمال صفحہ ۶۵۹)

فَائِدَہ: پڑوس اور متصل مسجد کا زیادہ حق ہے اس لئے محلے اور پڑوس والی مسجد کی جماعت میں شریک ہو۔ علامہ شامی نے اس اختلاف کو بیان کرتے ہوئے کہ مسجد محلہ میں پڑھنا افضل ہے یا جامع مسجد میں ذکر کیا ہے کہ اگر محلہ کی مسجد میں امام مؤذن نہ ہو (خواہ متعین نہ ہو یا متعین تو ہو مگر کسی وجہ سے نہ آیا ہو) تو اپنے محلے کی مسجد میں ہی جاکر اذان دے امامت کرے خواہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں چونکہ اس مسجد کا حق اس سے متعلق ہے۔

(شامی صفحہ ۵۵۵)

ہاں اگر محلے کی مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تب اختلاف ہے کہ جامع مسجد کا ثواب زائد ہے یا محلے کی مسجد کا۔

جو جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہو اہل دوزخ میں سے ہے

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص ایک ماہ تک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رہا اور قریب ہر دن یہ پوچھتا کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا اس کا کیا انجام ہوگا۔ فرمایا ''جہنم''۔ (عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۵۱۹)

مسجد کے پڑوسی کی نماز گھر میں نہیں ہوتی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ (گھر) میں نہیں ہوتی۔ (بیہقی جلد ۳ صفحہ ۵۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اذان کی آواز سنے اور مسجد نہ آئے اس کی نماز بلا عذر کے (گھر میں) نہیں ہوگی۔ (بیہقی صفحہ ۵۶)

مسجد کا پڑوسی کون ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ میں نہیں ہوتی تو آپ سے پوچھا گیا مسجد کا پڑوسی کون ہے تو آپ نے فرمایا وہ ہے جو مسجد کی اذان سن لے۔
(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۵۷، کشف الغمہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۶)

فائدہ: مسجد کے قریب اور پڑوس میں رہنے والے کو زیادہ حق اور تاکید ہے کہ وہ جماعت کا اہتمام کرے۔

اذان کی آواز جسے جائے نماز کے لئے مسجد میں آنا ضروری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک نابینا شخص نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نماز کے لئے لانے والا نہیں لہٰذا گھر ہی میں نماز کی اجازت دے دی جائے۔ تو اولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ پھر اسے بلایا اور پوچھا کیا نماز کی اذان تم سنتے ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ تو فرمایا پھر نماز کے لئے آؤ۔
(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۷)

کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا نے عرض کیا میں اذان سنتا ہوں اور کوئی لانے والا نہیں پاتا۔ کیا گھر میں ہی نماز پڑھ لوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذان سنتے ہو یا نہیں! کہا ہاں اس پر آپ نے فرمایا جب اذان سنتے ہو تو مسجد آؤ۔ (بیہقی جلد ۳ صفحہ ۵۸)

فائدہ: اس روایت سے جماعت میں شرکت کی تائید ہوتی ہے۔ آپ نے اذان کی آواز جہاں تک جائے اور جو اذان کی آواز سنے اسے ترک جماعت کی اجازت نہیں دی۔ فضیلت اور ترغیب کے پیش نظر خیال رہے کہ گو

اس حدیث میں آپ نے نابینا کو ترک جماعت اور گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی مگر بخاری کی دوسری حدیث میں حضرت عتبان بن مالک کو گھر میں نابینا ہونے کی وجہ سے اجازت دی ہے۔ (بخاری)

چنانچہ محدث بیہقی نے بھی اسی روایت سے ترک جماعت گھر میں نماز کو جائز قرار دیا ہے۔

اگر کبھی جماعت میں شریک نہ ہوسکتے تو اہل عیال کے ساتھ جماعت فرماتے

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کسی علاقے میں نماز میں شریک ہونے کے ارادہ سے تشریف لائے تو لوگ نماز پڑھ چکے تھے (جماعت ہوچکی تھی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل عیال میں تشریف لائے اور ان کے ساتھ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ (طبرانی، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۴۵، نیل صفحہ۱۸۸)

فائدہ: جماعت چھوٹ جائے تو اکیلے پڑھنے سے جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا۔ اس لئے جماعت کے ثواب کو حاصل کرنے کے لئے مسنون یہ ہے کہ اہل خانہ کو جمع کرکے جماعت کرے چنانچہ فقہا نے لکھا ہے کہ اہل وعیال کو جمع کرکے جماعت بنانا بہتر ہے۔ (شامی جلد۱ صفحہ۵۵۵)

یا ایسے حضرات جمع ہوجائیں جن کی جماعت چھوٹ گئی ہو تو ان کو جمع کرلیں اور خارج مسجد جماعت کرلیں مسجد میں نہ کریں کہ آپ نے مسجد میں نہیں کیا یا دوسری مسجد میں جماعت مل جائے تو وہاں جانا بہتر ہے۔ (شامی جلد۱ صفحہ۵۵۵)

اگر کسی کی جماعت چھوٹ جاتی تو آپ جماعت کرادیتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کون اس کے ساتھ تجارت (دینی نفع کرنا) چاہتا ہے چنانچہ ایک شخص تیار ہوا اس کے ساتھ اس نے نماز پڑھی۔ (ابوداؤد، ترمذی صفحہ۵۳، مسند احمد جلد۲ صفحہ۶۴)

فائدہ: جس شخص کی جماعت چھوٹ جائے تو وہ کسی شخص کو اپنے ساتھ جماعت بنا کر شریک کرے۔ اس سے جماعت کا ثواب ملے گا۔ مگر خیال رہے کہ عین مسجد میں جماعت کے بعد دوسری جماعت نہ کرے بلکہ مسجد سے الگ کرے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت چھوٹ جانے پر مسجد میں اصحاب کے ساتھ دوبارہ جماعت نہیں فرمائی بلکہ گھر میں تشریف لاکر اہل خانہ کو جمع فرما کر جماعت فرمائی۔

مرض کی حالت میں گھر میں نماز پڑھتے

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی حالت میں ہم لوگوں کو اپنے گھر میں مغرب کی نماز پڑھائی۔ (بیہقی صفحہ۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا (مرض الوفات میں) مرض سخت ہوگیا

تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے کہا (اور آپ گھر میں نماز پڑھنے لگے)۔
(بخاری جلد ا صفحہ ۹۴)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض کی وجہ سے تین دن تک گھر سے باہر نہ نکلے (جماعت کے لئے باہر مسجد تشریف نہ لائے) (کشف الغمہ صفحہ ۱۳۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کو جماعت میں حاضر نہ ہونے کی اجازت دیتے۔ (کشف الغمہ)

تمام فقہا نے مرض کو عذر ترک جماعت قرار دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض میں کچھ خفت پاتے تو آدمیوں کے سہارے مسجد جماعت کے لئے جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (مرض موت کے واقع کے سلسلے میں) روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں خفت محسوس فرمائی تو دو آدمی کا سہارے لیتے ہوئے آپ نکلے میں دیکھ رہی تھی کہ مرض (ضعف) کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک زمین سے گھسٹتے جا رہے تھے۔ (بخاری صفحہ ۹۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کا شدید اہتمام فرماتے غلبہ مرض کی حالت میں گھر میں نماز پڑھتے اور ذرا بھی خفت اور گنجائش پاتے تو دو آدمی کے سہارے مسجد میں حاضر ہوتے آج امت کا حال ہے کہ ذرا مرض کا بہانہ بلکہ سستی ہوتی ہے تو جماعت چھوڑ دیتے ہیں۔

مرض یا کسی عذر کی وجہ سے گھر میں نماز کی اجازت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اذان سنے اور آنے میں کوئی عذر نہ ہو اور نہ آئے (مسجد جماعت کے لئے) تو اس کی نماز (گھر میں) قبول نہ ہوگی لوگوں نے پوچھا عذر کیا ہے آپ نے فرمایا خوف یا مرض۔ (بیہقی جلد ۳ صفحہ ۷۵)

فائدہ: آپ نے جماعت کا اتنا اہتمام کیا کہ مرض کی حالت میں بھی سہارے سے گئے۔ تاہم ایسی صورت میں رخصت ہے اگر بلا سہارے اور کسی کی مدد کے مسجد نہ جا سکے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے جو سہارے اور معاون کے بغیر مسجد نہ جا سکے اسے نہ جانا بہتر ہے تاکہ تکلیف نہ ہو۔ (فتح الباری صفحہ ۱۵۲)

شدید بارش کے موقع پر گھر میں پڑھنے کی اجازت دیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب سخت بارش و ٹھنڈک کی رات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ یہ کہہ دے کہ اپنے کجاوہ (اپنی اپنی جگہ) میں لوگ نماز پڑھ لیں۔

(بخاری، ابوداؤد صفحہ ۶۶، ابن ماجہ صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن بارش کے موقعہ پر فرمایا اپنے اپنے کجاوہ (جگہ یا گھر) میں نماز پڑھ لو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلے تو بارش ہوگئی آپ نے فرمایا۔ تم میں سے جو چاہے اپنی جگہ نماز پڑھ لے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۵۵، مسلم صفحہ ۲۴۴، مسند احمد)

ابن بطال نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ رات کی شدت ٹھنڈک شدت بارش سخت آندھی کی صورت ترک جماعت کی اجازت ہے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۵۵)

فَائِدَہ: حافظ ابن حجر نے فرمایا (بارش کی شدت کی وجہ سے بھیگ کر آنے کے بجائے اپنی اپنی جگہ نماز پڑھ لے) خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کرے۔ (فتح الباری صفحہ ۱۵۷)

معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے مسجد کی جماعت ترک کرسکتا ہے۔

کن اعذار کی وجہ سے ترک جماعت کی اجازت ہے

شارحین حدیث اور فقہاء کرام نے ان امور کو بیان کیا ہے جس کی وجہ سے مسجد کے جماعت کے ترک کی اجازت ہوتی ہے اور گھر میں نماز کا پڑھنا جائز ہوتا ہے مگر ایسی صورت میں بھی بہتر یہ ہے کہ اہل وعیال عورتوں اور بچوں کے ساتھ گھر میں جماعت کرے تاکہ جماعت کی عظیم فضیلت سے محروم نہ رہے۔

❶ مریض، اپاہج، ہاتھ پیر جس کا کٹا ہو، فالج زدہ، بہت ہی بوڑھا عاجز کمزور ہو، نابینا اگرچہ کوئی قائد ہو، مسجد اور اس کے درمیان زیادہ کیچڑ یا بارش کا پانی حائل ہو، سخت ٹھنڈک ہو، سخت تاریکی میں جب کہ روشنی ٹارچ وغیرہ نہ ہو اور راستہ بھی صاف نہ ہو، سخت ترین آندھی کی صورت میں، مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو، پاخانہ پیشاب کے لگ جانے کی صورت میں، مریض کی دیکھ بھال کرتا ہو، شدید بھوک ہو اور کھانا سامنے ہو، سفر کا ارادہ ہو، گاڑی بس یا احباب جا رہے ہوں تو ایسی صورتوں میں ترک جماعت جائز ہے۔ (شامی صفحہ ۵۵۶، کبیری صفحہ ۵۱۰)

جماعت میں سستی اور ڈھیل اختیار کرنے سے دلوں پر مہر

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جماعت کو چھوڑنے کی عادت سے لوگ باز آجائیں یا تو پھر خدائے پاک ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلین میں شامل ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۷)

فَائِدَہ: جماعت میں سستی کرنے والے اور اس کا اہتمام نہ کرنے والوں کے دلوں میں مہر لگا دیئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ دل ایسے سخت اور قاسی ہو جاتے ہیں کہ ان میں صلاح اور تقویٰ کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔

ظلم کفر نفاق ہے جماعت سے نماز کا اہتمام نہ کرنا

حضرت معاذ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراپا ظلم کفر نفاق اس کے حق میں فرمایا ہے جو اللہ کے منادی کی آواز سنے جو کامیابی کی طرف بلا رہا ہو اور اس کی بات نہ سنے یعنی مسجد جماعت کے لئے نہ آئے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۴۱)

عہد نبوت میں مریض بھی آدمی کے سہارے جماعت میں حاضر ہوتے تھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی مریض ہوتا تو وہ بھی دو آدمیوں کے سہارے (جماعت میں) حاضر ہوتا۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۲)

جب جماعت شروع ہو جائے تو کوئی نماز نہ پڑھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب فرض کی جماعت شروع ہو جائے تو کوئی نماز نہیں پڑھی جائے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۷، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے لوگ فجر کی نماز میں تھے تو انہوں نے مسجد کے کنارے دو رکعت نماز پڑھی پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں داخل ہوئے۔ (طحاوی صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو تو دو رکعت سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو۔ مگر خیال رہے کہ صف میں نہ پڑھے کہ مکروہ تحریمی ہے بلکہ کنارے سے کنارے پڑھے اور اگر تشہد بھی ملنے کی امید نہ ہو تو پھر سنت نہ پڑھے۔ جماعت میں شریک ہو جائے ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دوسری رکعت سنت پڑھ کر پالے گا فجر کی سنت پڑھ لے پھر جماعت میں شریک ہو ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ فجر کی سنتیں تمام سنتوں میں اقوی ہے۔ کبیری میں ہے کہ اگر گھر میں نماز پڑھ رہا تھا اور جماعت مسجد میں شروع ہوگئی تو وہ بہر صورت اسے پوری کرے۔ (صفحہ ۵۱۲)

مطلب یہ ہے کہ جب فرض کی اقامت ہو جائے تو اب کوئی سنت نہ پڑھے بلکہ فرض میں شریک ہو جائے اور اگر پہلے سے پڑھ رہا ہو تو دو رکعت ہے تو پوری کر کے جماعت میں شریک ہو۔ اگر چار رکعت پڑھ رہا ہے تو پھر دو پر ہی سلام پھیرے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔ البتہ فجر کی جماعت میں فجر کی سنت پڑھنے کی گنجائش ہے۔ اگر دوسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو اب بالاتفاق اسے پوری کر کے جماعت میں شریک ہو۔
(کبیری صفحہ ۵۱۱)

فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو الگ سنت پڑھ سکتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ مسجد میں تشریف لائے تو امام نماز میں تھے

(جماعت ہورہی تھی) تو انہوں نے فجر کی دو رکعت سنت ادا کی (تب شامل ہوئے)۔ . . (طحاوی صفحہ ۲۱۹)

حضرت عبداللہ بن عباس مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے سنت نہیں پڑھی تھی تو سنت پڑھ کر حضرت ابن عباس نماز میں شریک ہوئے۔ (طحاوی صفحہ ۲۲۰)

زید ابن مسلم ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر تشریف لائے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے فرض سے پہلے کی سنت نہیں پڑھی تھی تو مسجد کے قریب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں گئے سنت پڑھی پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ (صفحہ ۲۲۰)

بلا کسی عذر وغیرہ کے مسجد میں نہ جانے پر وعید

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو فارغ اور صحت مند ہو اور اذان سن کر مسجد میں نہ آئے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (کنز العمال صفحہ ۵۸۳، مجمع جلد ۲ صفحہ ۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ اذان سنے اور مسجد میں نہ آئے اور کوئی عذر نہ ہو تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (حاکم، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۸۳)

بلا عذر کے مسجد میں نہ آنے والوں کے گھروں کو جلا دینے کا ارادہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ ارادہ کررہا ہوں کہ ادھر نماز کا حکم دوں۔ جماعت کھڑی ہوجائے کسی کو حکم دوں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر میں چند لوگوں کے ساتھ لکڑیاں لے جاؤں جو جماعت کے لئے نہیں آتے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

(ابوداؤد صفحہ ۸۱، ابن ماجہ صفحہ ۵۷، مجمع جلد ۲ صفحہ ۴۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا تو لوگ ترک جماعت سے باز آجائیں یا پھر میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۷)

عورتوں اور بچوں کی وجہ سے آگ نہ لگائی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشاء کی نماز کھڑی کرتا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ وہ گھروں کو آگ لگا دیں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۴۲)

فائدہ: ان جیسی متعدد احادیث سے جماعت کی کتنی شدت معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے فقہاء کی ایک جماعت نے اسے فرض قرار دیا ہے۔

اتفاقاً نماز پڑھ چکا پھر مسجد میں جماعت ملی تو کیا کرے

حضرت محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے اذان ہوئی جماعت

کھڑی ہوئی اور نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت مجن کو مجلس میں بیٹھا پایا۔ آپ نے فرمایا۔ نماز پڑھنے سے تم کو کس نے منع کیا کیا تم مسلمان نہیں ہو۔ تو انہوں نے کہا ہاں لیکن میں تو مسجد میں نماز پڑھ چکا تھا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا جب تم لوگوں کے پاس آ ؤ تو نماز پڑھو (جماعت میں شریک ہو) خواہ تم نماز پڑھ چکے ہو۔

(نسائی صفحہ ۱۳۷، مالک صفحہ ۴۶)

حضرت اسود کہتے ہیں کہ میں حج کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ تھا میں نے آپ کے ساتھ صبح کی نماز مسجد خیف میں پڑھی جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو مجلس کے آخر میں دو آدمیوں کو دیکھا جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی آپ نے ان کو بلوایا وہ دونوں آئے تو ان کی رگ (مارے خوف کے) پھڑک رہی تھی آپ نے ان سے پوچھا تم کو کس چیز نے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے روکا انہوں نے کہا ہم لوگ اپنے گھر میں نماز پڑھ کر آئے تھے آپ نے فرمایا یہ حرکت مت کرو جب اپنے گھر میں نماز پڑھ کر آ ؤ اور مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لو یہ نماز تمہارے لئے نفل ہوگی۔

(ترمذی صفحہ ۵۳، نسائی صفحہ ۱۳۷، مجمع صفحہ ۴۴، سنن کبریٰ صفحہ ۳۰۰)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں ایک آدمی کو بیٹھا دیکھا اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے جب نماز ختم ہوگئی تو آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی گھر میں نماز پڑھ لے پھر مسجد میں داخل ہو اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ اس کی یہ نماز نفل ہوگی۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۴۵)

فائدہ: خیال رہے کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ دوبارہ ظہر اور عشاء کی پڑھی جا سکتی ہے۔ چونکہ یہ زیادہ پڑھی جانے والی نماز آپ ﷺ نے نفل فرمائی ہے۔ اب جس نماز کے بعد نفل مشروع نہیں جیسے فجر کے بعد اور عصر کے بعد تو فجر اور عصر کو دوبارہ نہیں پڑھی جا سکتی اسی طرح مغرب دوبارہ نہیں پڑھی جا سکتی چونکہ نفل تین رکعت مشروع نہیں۔ اور روایت میں بھی آپ ﷺ سے ممانعت ثابت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً ثابت ہے کہ جب گھر میں نماز پڑھ لو پھر نماز پاؤ تو پڑھ لو۔ مگر مغرب اور فجر نہ پڑھو۔

(دارقطنی، طحاوی صفحہ ۲۱۴، ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۲، الاستذکار جلد ۴ صفحہ ۳۵۸)

حضرت حسن بصری کی روایت ہے عصر اور فجر کے علاوہ دوبارہ نماز پڑھو۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۳)

دوبارہ فجر عصر اور مغرب کی جماعت میں شریک نہ ہو

حضرت نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے تھے کہ جو مغرب اور صبح کی نماز (مثلاً تنہا گھر میں یا اور کہیں) پڑھ لے پھر جماعت کہیں پائے تو ان دونوں نمازوں کو نہ (دوبارہ) پڑھے۔ (موطا مالک ۴۷، مشکوٰۃ ۱۰۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ گھر میں (یا کہیں) نماز پڑھ لو اور پھر نماز (مثلاً مسجد میں) پاؤ تو پھر پڑھ لو ہاں مگر مغرب اور فجر مت پڑھو۔

(مرقات جلد۲ صفحہ ۱۰۸، دار قطنی، فتح القدیر صفحہ ۴۷۳، ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۴۲۲)

حضرت حسن بصری نے فرمایا عصر اور فجر کے علاوہ میں دوبارہ نماز پڑھ لو (ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۴۲۳)

فائدہ: ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ احناف اور ان کے اصحاب نے کہا کہ تنہا نماز پڑھ کر آنے والا امام کے ساتھ عصر فجر اور مغرب میں شریک نہیں ہو سکتا ہاں ظہر وعصر اس کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ (الاستذکار جلد۵ صفحہ ۳۶۰)

چونکہ دوبارہ نماز جو پڑھی جائے گی وہ نفل ہوگی اور فجر اور عصر کے بعد نفل نماز ممنوع ہے اور مغرب اس وجہ سے کہ یہ تین رکعت ہے اور نفل تین رکعت ممنوع ہے ہدایہ میں ہے تین رکعت نفل مکروہ ہے۔ (فتح القدیر جلد۱ صفحہ ۴۷۳)

امام نخعی، اوزاعی اسی کے قائل ہیں۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد۴ صفحہ ۲۶)

ملا علی قاری نے ذکر کیا کہ جن احادیث میں مطلقاً پڑھنے کا ذکر ہے اس پر وہ روایتیں مقدم ہوں گی یعنی انکا اعتبار کیا جائے گا جس میں عصر اور فجر کے بعد نہی وارد ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد۲ صفحہ ۱۰۸)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ حدیث پاک میں صراحۃً مغرب اور عصر دوبارہ پڑھنے کی ممانعت وارد ہے۔ (صفحہ ۴۷۳)

اس لئے دوبارہ صرف ظہر میں اور عشاء میں شریک ہو سکتا ہے۔ کہ ان دونوں نمازوں کے بعد نفل ممنوع نہیں ہے۔

خیال رہے کہ اول پڑھی ہوئی نماز فرض ہوگی دوسری نفل۔ ابن ہمام نے فتح القدیر میں عزیز بن الاسود کی روایت میں آپ کے قول کہ وہ دونوں تمہاری نفل ہوں گی بیان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بعد کی نماز نفل ہوگی۔ ہدایہ میں ہے کہ بعد میں جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز نفل نہیں ہوگی۔ (صفحہ ۴۷۳)

اگر مسجد میں جماعت ہو جائے تو پھر کیا دوسری جماعت کرے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (جماعت کے ساتھ) پڑھ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا کون اس کے ساتھ ثواب حاصل کرے گا۔ چنانچہ ایک صاحب (ایک روایت میں حضرت ابوبکر کا نام ہے) کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ترمذی جلد۱ صفحہ ۵۳)

حضرت عثمان مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کون اس کے ساتھ ثواب حاصل کرے گا کہ اس کے ساتھ وہ نماز پڑھ لے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۲۹۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس شخص کی جماعت چھوٹ گئی تھی تو آپ نے کسی کو فرمایا کہ اس کی نماز میں وہ شریک ہو جائے۔ اس کی تو فرض ہوگی اور اس شریک ہونے والے شخص کی نماز نفل ہوگی یہ نفل کی نیت سے ہی شریک ہوگا۔

فائدہ: مسجد میں جب ایک مرتبہ جماعت ہو جائے تو دوبارہ جماعت کی طرح نماز نہ پڑھے۔ مسجد سے الگ صحن کے بغل میں یا وضو خانہ میں اگر جگہ ہو تو وہاں یا خارج مسجد میں پڑھے ائمہ ثلاثہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس مسجد کے امام اور مؤذن مقرر ہوں اور اس میں ایک مرتبہ اہل محلہ نماز پڑھ چکے ہوں وہاں تکرار جماعت مکروہ ہے اگر راستہ کی مسجد ہو جس کے امام اور مؤذن مقرر نہ ہوں تو اس میں تکرار جماعت جائز ہے۔

اتفاقاً حضرات صحابہ میں سے کسی کی جماعت چھوٹ جاتی تو مسجد میں دوبارہ جماعت نہیں کرتے بلکہ تنہا ہی مسجد میں پڑھ لیتے۔ **"أن اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانوا اذا فاتتھم الجماعۃ صلوافی المسجد فرادی"** (درس ترمذی جلد ا صفحہ ۴۸۵)

حضرت ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے دوسری جماعت کو مکروہ قرار دیا ہے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ لوگ تنہا نماز پڑھ لیں سفیان ثوری بھی اس کے قائل ہیں مصنف ابن عبدالرزاق بھی اسے ہی اختیار کرتے ہیں امام حلوانی نے بیان کیا ہے اسلاف کے زمانہ میں (صحابہ وتابعین کے زمانہ میں) ایک ہی مرتبہ جماعت ہوتی تھی اسی طرح آپ ﷺ کے زمانہ میں اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں تکرار جماعت نہیں ہوتی تھی اگر کوئی کرے گا تو جماعت کا ثواب نہ ملے گا۔ (شامی صفحہ ۲۹۶)

اگر اپنی مسجد میں جماعت سے چھوٹ جائے تو

حضرت اسود کی جماعت جب چھوٹ جاتی تو دوسری مسجد میں جاتے تا کہ اس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ (بخاری صفحہ، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۰۵، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۶۵)

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب ان کی جماعت محلے کی مسجد میں چھوٹ جاتی تو وہ اپنے چپل لیتے اور مساجد تلاش کرتے تا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنی مسجد میں جماعت چھوٹ جائے تو دوسری مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لئے چلا جائے۔ یہ گاؤں اور قصبوں میں تو مشکل ہے مگر شہروں میں آسان ہے۔ کہ شہروں میں متعدد مسجدیں ہوتی ہیں بسا اوقات ان کے اوقات مختلف ہوتے ہیں اسی صورت میں ایک جگہ کی جماعت چھوٹنے پر دوسری جگہ مل سکتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں کے اوقات جماعت میں سوائے مغرب اور فجر کے فرق ہونا چاہئے۔ تا کہ اگر کسی ایک مسجد میں جماعت نہ ملے تو دوسری مسجد میں مل سکے خیال رہے کہ دوسری روایت سے یہ

بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے بجائے گھر میں اہل وعیال کے ساتھ جمع ہو کر جماعت کرے بعض صحابہ کرام سے یہ بھی منقول ہے کہ جماعت کے چھوٹ جانے پر دوسری مسجد تلاش نہ کرتے اسی مسجد میں پڑھ لیتے کہ دوسری مسجد کی جماعت کا تلاش کرنا لازم نہیں۔ وقت موقعہ ہو تو چلا جائے چنانچہ حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے مہاجرین صحابہ کرام کو جماعت چھوٹنے پر دوسری مسجد تلاش کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت مجاہد یہ کہا کرتے تھے کہ جماعت چھوٹ جائے تو اپنی ہی مسجد میں پڑھ لو دوسری مسجد مت تلاش کرو۔

فائدہ: کسی عذر کی وجہ سے جماعت رہ جائے تو اس کے ذمہ لازم نہیں کہ دوسری مسجد تلاش کرتا پھرے ہوسکتا ہے جاتے جاتے وہاں بھی جماعت ختم ہو جائے سہولت اور موقعہ کے ساتھ حصول ثواب کے لئے تلاش کرے تو اچھا ہی ہے کہ یقیناً جماعت کی نماز اکیلے سے بہتر ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۰۶)

آپ ﷺ نفل کبھی جماعت سے پڑھ لیتے

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور بیٹھے بھی نہیں کہ پوچھا کس مقام پر تمہارے گھر میں نماز پڑھوں انہوں نے مکان کے ایک گوشے کی جانب اشارہ کیا آپ نے اللہ اکبر کہا۔ ہم لوگوں نے (گھر کے افراد نے) آپ کے پیچھے صف لگا لی آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ (بیہقی صفحہ ۵۳، بخاری صفحہ ۶۰، مسلم صفحہ ۲۳۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دادی ملیکہ نے نبی پاک ﷺ کے لئے کھانا بنایا اور دعوت کی۔ آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم لوگ (اہل خانہ) کھڑے ہو جاؤ۔ نماز پڑھا دوں (برکت کے لئے) چنانچہ حضرت انس فرماتے ہیں ہم لوگ پرانی چٹائی پر جو کالی ہوگئی تھی پانی سے دھو دینے کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوگئے آپ بھی کھڑے ہوگئے۔ میں اور ایک یتیم لڑکا آپ کے پیچھے صف میں کھڑے ہوگئے۔ ہمارے پیچھے وہ بوڑھی عورت کھڑی ہوگئی۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر تشریف لے گئے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے اور اس وقت صرف میں میری والدہ اور میری خالہ ام حرام گھر میں تھیں آپ نے فرمایا چلو کھڑے ہو جاؤ میں تمہیں نماز پڑھا دوں فرض کے علاوہ (نفل نماز) اس کے بعد آپ نے تمام دین اور دنیا کی بھلائی کی دعا کی۔ اس کے بعد میری والدہ نے فرمایا آپ کا یہ چھوٹا خادم ہے اس کے لئے بھی دعا فرما دیجئے تو آپ ﷺ نے میرے لئے بھی ہر خیر کی دعا فرمائی۔ اور آخر میں جو میرے لئے دعا فرمائی یہ تھی۔ "اللهم اكثر ماله وولده وبارك له فيه"

(مسلم صفحہ ۲۳۴)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نفل جماعت گھر کے چند افراد میں پڑھی جاسکتی ہے ہاں اہتمام سے لوگوں کو بلا کر دعوت دے کر اطلاع کر کے پڑھنا منع ہے گھر میں پڑھ لیا گھر کے بیوی بچے شریک ہوگئے جیسا کہ آپ سے ثابت ہے یہی سنت اور اسی حد تک گنجائش ہے لہٰذا مسجد میں جو تہجد کی جماعت ہوتی ہے اور کئی افراد شریک ہوتے ہیں مکروہ ممنوع امر کا ارتکاب ہے۔

مسبوق امام کے ساتھ جو رکعت پائے گا وہ اس کے حق میں اول رکعت ہوگی

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جماعت کھڑی ہو جائے تو اطمینان سے آؤ جو پالو پڑھ لو جو چھوٹ جائے تو پورا کرلو۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جو امام کے ساتھ پاؤ گے وہ تمہاری پہلی ہوگی۔ (صفحہ ۲۹۸)

حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جو امام کے ساتھ رکعت پاؤ اسے تم اپنی پہلی رکعت بناؤ۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ چھوٹی ہوئی رکعتوں کی قضاء اور پورا اس طرح کرے گا کہ امام کے ساتھ نماز کی شروع ترتیب سے ہوگی مثلاً مغرب کی یا عشاء وغیرہ کی دو رکعت پایا ہے تو اب پوری کرنے میں سورہ نہیں ملائے گا۔ اگر ایک رکعت پایا ہے تو اٹھ کر پوری کرنے میں اپنی پہلی رکعت میں سورہ ملائے گا۔ جو ترتیب کے اعتبار سے امام کے ساتھ والی رکعت سے مل کر دوسری رکعت ہوگی۔

امام کے ساتھ مغرب کی صرف ایک رکعت پائے تو

حضرت زہری نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے کہا سنت یہ ہے کہ اگر امام کے ساتھ ایک رکعت پائے (اس طرح کہ دو رکعت پر امام کو بیٹھنے کی حالت میں پایا) تو امام کے ساتھ بیٹھ جائے تشہد کرے پھر جب امام سلام پھیرے تو یہ ایک رکعت پوری کر کے پھر بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے پھر کھڑا ہو جائے۔ پھر تیسری رکعت کے بعد تشہد (آخری) کے لئے بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے۔ تو یہ تین مرتبہ تشہد میں بیٹھے گا۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

فَائِدَہ: دوسری رکعت میں تشہد پڑھنے کی حالت میں امام کے ساتھ شریک ہوگا تو ایسی صورت میں ہر رکعت پر اس کا تشہد ہوگا جس سے تین تشہد ہو جائیں گے اسی کو حضرت ابن مسیب نے بیان کیا۔

خیال رہے کہ امام کے سلام کے بعد جب کھڑا ہوگا تو تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہوگا۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۸۷)

امام جس حالت میں بھی ہو اسی میں شریک ہو جائے

قبیلہ انصار کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز کی حالت میں تھے کہ ایک شخص آیا آپ نے اس کے جوتے کی آہٹ کو سن لیا نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا کون شریک ہوا تھا اس شخص نے کہا

میں اللہ کے رسول آپ نے فرمایا تم نے ہم کو کس حال میں پایا۔ کہا سجدہ کی حالت میں، میں بھی سجدہ میں مل گیا آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح شریک ہو جایا کرو۔ جب تم امام کو قیام کی حالت میں یا رکوع کی حالت میں یا تشہد کی حالت میں پاؤ تو اسی حالت میں شریک ہو جاؤ (کھڑے ہونے کا انتظار مت کرو) جب تک رکوع نہ پاؤ تو رکعت نہ پاؤ گے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۲۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ امام کو جس حال میں پاؤ اسی حال میں شریک ہو جاؤ۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۲۹۶)

فائدہ: جماعت کھڑی ہونے کے بعد کوئی شریک جماعت کے لئے آئے تو امام جس حال میں ہو خواہ سجدہ میں یا قومہ میں مل جانا چاہئے امام کے کھڑے ہونے کا انتظار نہ کرنا چاہئے۔ بعض لوگ امام کا انتظار کرتے ہیں کہ جب کھڑے ہو جائیں گے تب شریک ہوں گے یہ غلط اور خلاف سنت ہے۔

قیام کے بعد رکوع میں امام کو پالے تو رکعت ہو جائے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز (جماعت) میں آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ میں شریک ہو جاؤ اور اسے رکعت نہ شمار کرو۔ اور جس نے رکوع پالیا تو اس نے نماز (یعنی ایک رکعت) پالی۔ (ابوداؤد صفحہ۱۲۹، اعلاء صفحہ۳۰۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ (ایک رکعت) پالی۔ (موطا، اعلاء، جلد۴ صفحہ۳۰۴)

دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جس نے امام کی پیٹھ اٹھانے سے قبل رکوع پالیا اس نے رکعت پالی۔ (دارقطنی صفحہ۳۴۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس نے تکبیر تحریمہ اور قیام کے بعد امام کو رکوع میں پالیا تو اس کی رکعت ہو گئی خواہ ایک سبحان اللہ کی مقدار ہی پالے۔ ہاں اگر اللہ اکبر کہتا ہوا سیدھے رکوع میں چلا گیا تو قیام جو فرض ہے اس کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ رکعت ہی نہ ہوگی۔

مسبوق امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو جائے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ جماعت سے بچھڑ گئے تھے (حضرت مغیرہ فرماتے ہیں) ہم اور آپ ﷺ آئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ (یعنی امامت کر رہے تھے) جب نبی پاک ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے اشارہ کیا اسی طرح پڑھاتے رہو بس ہم نے (حضرت مغیرہ نے) اور آپ ﷺ نے ان کے پیچھے ایک رکعت

پڑھی۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور چھوٹی ہوئی ایک رکعت کو پورا کیا۔ اور کچھ زائد نہیں کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰، سنن کبریٰ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ بھی آپ ﷺ نے کسی کے پیچھے نماز پڑھی ہے (یعنی وہ امام اور آپ مقتدی) تو انہوں نے کہا ہاں ہم لوگ ایک سفر میں تھے جب صبح ہوئی (یعنی صبح صادق) تو رسول پاک ﷺ چلے ہم بھی آپ کے پیچھے چلے یہاں تک کہ لوگوں کی نگاہ سے آپ غائب ہوگئے پھر سواری سے اترے پھر چلے۔

یہاں تک کہ ہم (جو ساتھ تھے) چھپ گئے کہ میں نہیں دیکھ پا رہا تھا (یعنی آپ پاخانہ کرنے کے لئے گئے تھے) پھر واپس آئے تو میں نے آپ پر پانی بہایا۔ آپ نے وضو کیا اور خفین پر مسح کیا پھر ہم سوار ہوئے اور لوگوں میں آگئے۔ تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف آگے بڑھ کر امامت کر رہے تھے اور ایک رکعت پڑھا چکے تھے دوسری رکعت میں تھے۔ میں نے ان کو بتانا چاہا (کہ آپ آگئے ہیں) تو آپ ﷺ نے مجھے منع کیا بس ہم نے جو رکعت پائی ادا کیا اور جو چھوٹ گئی اسے بعد میں ادا کیا پھر آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن کو جب نماز سے فارغ ہوگئے فرمایا کہ نبی کی اس وقت تک وفات نہیں ہوتی ہے جب تک کہ وہ امت کے کسی صالح کے پیچھے نماز نہیں ادا کر لیتے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۶۱، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۹۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسبوق امام کے سلام کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے تا کہ سجدہ سہو کا احتمال نہ رہے اور جب سلام کے بعد کھڑا ہو تو تکبیر کہہ کر کھڑا ہو۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۸۷)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے جب سلام پھیرا تو آپ کھڑے ہو کر فوت شدہ رکعت ادا کرنے لگے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۳۰)

مسبوق کھڑے ہو کر کس طرح نماز پڑھے گا

حضرت ابن جریج نے عطا کا قول نقل کیا ہے کہ مسبوق جب امام کے سلام کے بعد کھڑا ہوگا تو تکبیر کہے گا اور "سبحانك اللهم" سے نماز شروع کرے گا۔ (عبدالرزاق صفحہ ۳۸۵)

حضرت جریج نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مسبوق کے لئے استفتاح ثنا پڑھنا نقل کیا ہے۔

فائدہ: فقہاء کرام نے بھی مسبوق کے لئے ذکر کیا ہے کہ وہ کھڑا ہو کر ثنا تعوذ اور قرأت کرے گا۔ (کذا فی الشامی جلد ۱ مصری صفحہ ۲۹۶)

اگر امام قیام کے علاوہ حالت میں ہو تو مسبوق دو تکبیر کہے گا

جریج کے واسطے سے حضرت ابن مسعود کا یہ قول مروی ہے کہ جب تم امام کو آخر نماز میں تشہد کی حالت میں

پاؤ تو کھڑے ہونے کی حالت میں تکبیر کہو۔ پھر جب بیٹھنے لگ جاؤ تو تکبیر کہو یہ دو تکبیر ہوں گی پہلی تکبیر تو شروع نماز کرتے ہوئے دوسری بیٹھنے کے لئے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ۲۸۶)

فَائِدَہ: اگر امام قیام کی حالت میں ہے تو صرف ایک تکبیر جسے تکبیر تحریمہ کہا جاتا ہے کہہ کر شریک ہو جائے اور اگر امام سجدہ یا رکوع یا جلسہ کی حالت میں ہے تو پھر دوسری تکبیر ان حالتوں کے لئے کہہ کر جس حالت میں امام ہو شریک ہو جائے۔ چونکہ انتقال کی تکبیر سنت ہے۔

اسی طرح حضرت ابن مسعود نے فرمایا امام تشہد میں ہو تو ایک تکبیر کہہ کر کھڑے ہو جاؤ دوسری تکبیر کہہ کر بیٹھ جاؤ۔ (کشف الغمہ صفحہ۱۳۰)

امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ امام کو رکوع میں پائے تو کھڑے ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے پھر رکوع کی دوسری تکبیر کہے اگر صرف ایک تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا گیا تو بلا اختلاف فرض نماز نہ ہوگی۔ (جلد۴ صفحہ۲۱۴)

جس نے ایک رکعت بھی پالی اس نے گویا جماعت پالی

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی۔ (ابوداؤد صفحہ۱۲۹)

فَائِدَہ: یعنی جماعت کے ساتھ ایک رکعت پانے والا جماعت پانے والا ہے چنانچہ ہدایہ میں امام محمد نے فرمایا جس نے ایک رکعت پالی اس نے جماعت کی فضیلت کو پالیا۔ (فتح القدیر جلد۱ صفحہ۴۷۹)

کبیری میں ہے کہ آخری قعدہ پانے والا جماعت کا ثواب پالے گا۔ (صفحہ۵۱۰)

جلدی میں رکعت پانے کے لئے صف سے الگ رکوع نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو تم میں سے کوئی جماعت میں آئے تو صف سے الگ (تنہا) رکوع نہ کرے بلکہ صف میں داخل ہو جائے۔ (طحاوی، صفحہ۲۳۱، اعلاء)

فَائِدَہ: اولاً تو اطمینان سے آئے پھر لوگوں کے ساتھ صف میں شریک ہو جائے۔ رکعت چھوٹنے کے ڈر سے صف سے الگ رکوع نہ کرے۔

حضرت ابوبکرہ نے بیان کیا کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا آپ ﷺ رکوع میں تھے اس نے صف سے الگ ہی رکوع کرلیا۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا اللہ پاک شوق میں اضافہ فرمائے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

(نسائی، صفحہ۱۳۹، ابوداؤد، صفحہ۵۹، بخاری، صفحہ۱۰۸، احمد)

فَائِدَہ: صف میں تنہا رکوع کرنا منع ہے بلکہ صف میں شامل ہو جائے اور جو چھوٹ جائے تو اس کی بعد میں قضا کرے۔ بعض موقع پر آپ نے اس سے منع فرماتے ہوئے تنبیہاً لوٹانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت رابعہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک آدمی کو آپ ﷺ نے صف سے الگ رکوع کرتے ہوئے تنہا دیکھا تو ان سے فرمایا کہ دوبارہ نماز پڑھیں۔ (ابوداؤد، صفحہ ۹۹)

فَائِدَہ: آپ نے جو اس آدمی کو دوبارہ نماز لوٹانے کا حکم دیا یہ استحباباً تھا تاکہ آئندہ تنہا صف میں رکوع میں نہ شامل ہوں۔ چنانچہ ابوبکرہ کی روایت میں آپ نے اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تو آئندہ نہ کرنے کو کہا۔ مگر اعادہ کا حکم نہ دیا اکثر علماء اسی کے قائل ہیں۔ (حاشیہ ابوداؤد)

ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے کراہت سے بچنے کے لئے استحباباً لوٹانے کا حکم دیا۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۴)

صفوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان

اقامت ہوتی تو صفوں کو درست فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اقامت ہوتی تو آپ ہم لوگوں (مقتدیوں) کی طرف رخ فرماتے اور فرماتے اپنی صفوں کو درست کرو اور بالکل مل مل کر کھڑے ہو میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری، جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود صف کو درست فرماتے اس کی تاکید فرماتے اور یہ آپ کا معجزہ تھا کہ آپ پیچھے سے بھی دیکھ لیتے تھے جس کی وجہ سے حضرات صحابہ اور اہتمام فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح صف برابر کرتے

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہماری صفوں کو آپ اس طرح برابر فرماتے جیسے کہ تیر کو تراش کر برابر کیا جاتا ہے (اور اس کا اہتمام فرماتے رہے) یہاں تک کہ آپ کو یقین ہوگیا کہ ہم نے اس پر پابندی کر لی اور سمجھ گئے تب آپ نے اہتمام چھوڑا۔

(نسائی، صفحہ ۱۳۰، مسلم، صفحہ ۱۸۲، مسند طیالسی منحہ، جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، ابوداؤد صفحہ ۹۷، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت کے بعد نماز شروع ہونے سے قبل خود لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب (نمازیوں) کی جانب متوجہ ہوتے اور فرماتے صفوں کو درست کرو اور بالکل مل مل کر کھڑے ہو۔ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں بس میں نے دیکھا کہ جب اقامت ہوتی تو لوگ اپنے بھائی کے کندھے سے کندھا ملا کر دیکھا کرتے۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس صف درست فرماتے جس کی وجہ سے لوگ اہتمام سے صف درست کرنے میں کندھا ملا کر تیار رہتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو درست فرماتے درست ہونے کے بعد تکبیر تحریمہ فرماتے

حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو درست فرماتے جب ہم لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے جب ہم صف درست کر لیتے تو آپ تکبیر شروع فرماتے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۲۱)

آپ کی عادت طیبہ تھی کہ خود صف درست فرماتے لوگوں کو ادھر اُدھر کر کے ٹھیک فرماتے بسا اوقات لکڑی سے جو مسجد نبوی میں رکھی رہتی درست فرماتے جب صف درست ہو جاتی تب ہی اللہ اکبر کہتے افسوس کہ آج کل امام حضرات نے صفوں کی درستی کا اہتمام چھوڑ دیا ہے۔ جہاں تکبیر ختم ہوئی نماز شروع شاید لوگوں کا لحاظ کرتے ہیں کہ تاخیر ہو جائے گی تو بگڑنے لگیں گے افسوس کہ آج لوگوں کا خیال ہے شریعت کا خیال نہیں۔ لہٰذا امام کو چاہئے کہ صف کو درست کرے جب یقین ہو جائے تب نماز شروع کرے۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوں کے درست کرنے کا حکم دیتے جب لوگ آتے اور خبر دیتے کہ صف درست ہوگئی ہے تب نماز شروع فرماتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۲۱، کنز العمال جلد۸ صفحہ۲۹۶)

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو صف درست کرنے کا ذمہ دار بناتے جب یہ لوگ آکر کہتے کہ صف درست ہوگئی ہے تب نماز شروع کرتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۲۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب تک صف درست صحیح نہ ہو جائے امام کو نماز شروع کرنی خلاف سنت ہے۔

صف تکبیر سے قبل درست کرنا اور لگانا بہتر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے آنے سے قبل (مصلی پر) ہم لوگ کھڑے ہو جاتے اور صف درست کرتے تکبیر سے قبل آپ مصلیٰ پر تشریف لے آتے۔

ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت ہونے لگ جائے تو جب تک تم مجھے آتا نہ دیکھو کھڑے مت ہو۔ (مسلم صفحہ۲۲۰)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تب آپ تشریف لاتے (مصلیٰ پر نماز پڑھانے کے لئے) اور ہماری گردنوں اور سینوں کو ملاحظہ کرتے (برابر ہیں کہ نہیں) اور فرماتے ٹیڑھے مت ہو ورنہ تمہارے دلوں میں کجی پیدا ہو جائے گی۔ (طیالسی مرتب جلد۱ صفحہ۱۳۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام کے مصلیٰ پر آنے سے پہلے اور شروع اقامت میں صف کو درست کرنے کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے، رہی بات امام مصلیٰ پر آکر بیٹھ جائے پھر تکبیر کہی جائے تب مصلیٰ پر سے کھڑا ہو۔ سنت سے ثابت نہیں بدعت اور قابل ترک ہے۔ جو طریقہ حدیث و سنت سے ثابت نہ ہو اس پر اصرار اور جمے رہنا جہالت

اور بری بات ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تکبیر سے قبل صف لگ جاتی تھی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نماز کھڑی ہو جاتی ہم لوگ کھڑے ہو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل۔ (مسلم جلد اصفحہ ۲۲۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نماز کھڑی ہو جاتی لوگ اپنی صفوں کو درست کرنے لگ جاتے۔ پھر نبی پاک نکلتے اور تشریف لاتے۔ (مسلم صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے مقام مصلیٰ میں کھڑے ہونے سے قبل لوگ صف کو درست کرنے لگ جاتے تا کہ تکبیر نماز سے قبل صف بالکل درست ہو جائے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ کو دیکھنے کے بعد لوگ صف درست کرتے۔ بہر حال امام کے مصلیٰ میں آنے سے قبل جب کہ وہ مسجد میں ہو اور جیسے ہی مؤذن تکبیر کہے صفوں کو درست کرنا یہ سنت سے ثابت ہے اور یہ بھی طریقہ ہے کہ تکبیر کے بعد حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑا ہو۔ امام نووی نے شرح مسلم میں قاضی عیاض سے جمہور علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جیسے مؤذن تکبیر شروع کرے ویسے ہی لوگ کھڑے ہو جائیں۔ (شرح مسلم صفحہ ۲۲۱)

اگر پہلے سے صف درست ہو ٹھیک ہو تو اقامت کے بعد کھڑے ہو سکتے ہیں۔

کیا شروع اقامت میں کھڑا ہونا غلط بدعت اور خلاف سنت و شرع ہے

شروع تکبیر بلکہ تکبیر سے پہلے صفوں کو درست کرنا اور کھڑے ہو جانا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتا آپ کی مصلیٰ پر آمد سے قبل حضرات صحابہ صفوں کو درست کرتے بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود صفوں کو درست فرماتے جیسا کہ ماقبل میں حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں گزرا جس کی تخریج بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ کھڑا ہونا اور صفوں کو درست کرنا حی علی الصلوٰۃ کے پہلے ہی نہیں بلکہ اقامت شروع ہونے سے پہلے تھا۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق پہلے صفوں کو درست فرماتے۔ ایک آدمی کو معین فرما رکھا تھا جو اطلاع دیتا تھا کہ صف درست ہوگئی تب آپ نماز شروع فرماتے ظاہر ہے کہ یہ کھڑا ہونا اور صفوں کو درست کرنا تکبیر شروع ہونے سے پہلے تھا اگر حی علی الصلوٰۃ کے وقت ہی کھڑے ہونے کو اختیار کیا جائے خواہ صف پہلے سے درست ہو یا نہ ہو جیسا کہ اس دور کے ایک طبقہ نے اسے ہی صحیح سمجھ کر لازم قرار دیا ہے تو ایسی صورت میں ختم تکبیر تک صف درست نہ ہو سکے گی جس کے نتیجہ میں تکبیر تحریمہ میں امام کے ساتھ شرکت نہ ہوگی ادھر صفوں کا درست ہونا ادھر

تکبیر تحریمہ کا ہونا اور مقتدی کا امام کے ساتھ شریک ہونا لوگوں کے لئے مشکل ہوگا اس لئے آغاز تکبیر میں یا تکبیر سے پہلے کھڑے ہونا سنت سے ثابت اور مشروع ہے۔

آپ ﷺ کے عہد میں جس کی آپ ﷺ نے عملاً تصدیق فرمائی خلفاء راشدین نے عمل فرمایا اور ان کے زمانہ میں جلیل القدر صحابہ نے عمل کیا جس کا خیر القرون میں عمل رہا حاشا وکلا کیسے یہ بدعت اور خلاف شرع ہو سکتا ہے چنانچہ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز، محمد بن کعب القرظی، سالم بن عبداللہ، ابوقلابہ، عراک بن مالک، محمد بن مسلم، سلمان ابن حبیب یہ حضرات شروع اقامت میں ہی کھڑے ہو جاتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے جیسے ہی اقامت شروع ہو فوراً (کھڑے ہو کر عملاً) جواب دو۔ ابن مسیّب فرماتے تھے جیسے ہی مؤذن (اقامت میں) اللہ اکبر کہے کھڑے ہو جاؤ حی علی الصلوٰۃ تک صف ٹھیک ہو جائے۔ اور مؤذن کے لا الٰہ الا اللہ (ختم تکبیر پر) امام اللہ اکبر کہہ دے۔ (استذکار جلد ۴ صفحہ ۵۸)

ہاں حی الصلوٰۃ یا قد قامت الصلوٰۃ پر بھی کھڑے ہونے کی متعدد روایتیں ہیں یہ اس وقت ہے جب پہلے سے صف درست ہو خلاصہ یہ نکلا کہ دونوں طریقے درست ہیں۔ قابل مذمت اور ملامت نہیں بہتر ہے کہ تکبیر ہوتے ہی یا اس سے پہلے کھڑے ہو کر صف درست کر لے اور یہ آپ سے خلفاء راشدین سے جلیل القدر اسلاف سے ثابت ہے غلط نہیں ہے۔

صفوں کو درستی کی تاکید فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صفوں کو درست کرو صفوں کا درست کرنا نماز کو درست کرنا ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۰)

صفوں کا درست کرنا حسن صلوٰۃ نماز کی خوبی سے ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ صفوں کو درست کرو صفوں کا درست کرنا نماز کی خوبیوں میں سے ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۰، مسلم صفحہ ۱۸۲)

آپ ﷺ صفوں کے اندر جا کر صفوں کو درست فرماتے

حضرت براء بن عازب کہتے ہیں کہ آپ ﷺ صفوں کے درمیان ایک کنارے سے دوسرے کنارے صفوں میں جا کر ہمارے سینوں کو برابر فرماتے اور کندھے سے کندھا ملاتے اور فرماتے صفوں کو ٹیڑھا مت کرو، ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے اور فرماتے کہ خدا اور حضرات ملائکہ صف اول والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۷، مسند احمد صفحہ، نسائی صفحہ ۱۳۰)

آپ ﷺ لوگوں کے کندھے سے کندھا ملا کر صف درست فرماتے

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمارے کندھوں کو نماز میں درست فرماتے اور فرماتے کہ برابر برابر کھڑے رہو۔ (مسند طیالسی منحۃ المعبود جلد ا صفحہ ۱۳۵)

علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے صفوں کو درست کرو کندھے سے کندھا ملاؤ۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۹۵)

لکڑی سے صفوں کو درست فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو لکڑی کو ہاتھ میں لیتے۔ پھر داہنی طرف متوجہ ہوتے۔ (مقتدیوں کی طرف) اور فرماتے ٹھیک ٹھیک برابر برابر کھڑے ہو جاؤ صفوں کو درست کرو پھر بائیں طرف رخ فرماتے ٹھیک سے کھڑے ہو جاؤ اور صفوں کو برابر کرو۔

(ابوداؤد صفحہ ۹۸، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۲)

فائدہ: صف کی برابری اور درستگی کا آپؐ اس قدر تاکید اور اہتمام فرماتے کہ ایک سیدھی لکڑی سے آپ لوگوں کی صفوں کو درست فرماتے تاکہ اس لکڑی کے مثل لوگ برابر ہو جائیں آگے پیچھے نہ نکلے رہیں منہل اور عون المعبود میں ہے کہ ہاتھ میں لکڑی پکڑ کر صف برابر فرماتے۔ (عون المعبود جلد ا صفحہ ۲۵۲ منہل جلد ۳ صفحہ ۵۹)

یہ مطلب نہیں کہ کسی لکڑی پر ہاتھ سے ٹیک لگا کر یہ حکم فرماتے جیسا کہ بعضوں نے سمجھا بلکہ ایک سیدھی لکڑی مسجد میں رہتی اس سے آپ صف درست فرماتے عاجز کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ فرش پر کوئی نشان لکیر وغیرہ نہیں تھی جیسا کہ اس زمانہ میں فرش مسجد پر صف کا نشان ہوتا ہے یا چٹائی اور مصلیٰ وغیرہ سے صف کی حد متعین ہو جاتی ہے تو لوگوں کو صف سیدھی کرنے میں سہولت ہوتی ہے اس عہد میں نہ فرش پر کوئی لکیر تھی اور نہ کوئی مصلیٰ ہی اس کی صف بندی ہو سکتی تھی۔ ایسی صورت میں یقیناً لوگ آگے پیچھے ہو جائیں گے اور صف ٹیڑھی ہو جائے گی چنانچہ اسی وجہ سے لکڑی سے صف سیدھی فرماتے تھے۔ تاکہ سب لکڑی کے برابر ہو جائیں اور اس طرح صف سیدھی ہو جائے۔

صف بندی اس امت کی خصوصیت

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ چار امور اس امت کی خصوصیت ہے:

1. ہماری امت کی صف نماز میں فرشتوں کی صف کے مانند ہے۔
2. زمین کو طہارت کا ذریعہ بنایا گیا۔

❸ ہر جگہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

❹ غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ (مجمع جلد اصفحہ ۹۰)

آپ لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر صفوں کو درست فرماتے

حضرت نعمان کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے (جب جماعت کھڑی ہو جاتی) اور فرماتے اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ اللہ پاک تمہارے دلوں میں مخالفت پیدا کر دے گا حضرت نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے کندھے کو بغل والے کے کندھے سے اپنے گھٹنے کو بغل والے کے گھٹنے سے اور اپنے پیروں کو بغل والے کے پیر سے ملانے لگے۔ (ترغیب صفحہ ۲۲۶، ابن حبان)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے کندھوں کو نماز میں درست فرماتے۔ (کنز العمال)

کندھوں اور پیروں کو برابر کر کے صف کو درست فرماتے

ابو عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو لوگوں کے کندھوں اور پیروں کی جانب دیکھتے (یعنی ان کو برابر رکھتے)۔ (عبدالرزاق)

سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پیروں کو اور کندھوں کو برابر کرتے۔ (عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۴۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو) فرماتے۔ صفیں برابر کرو پیروں کو ملاؤ کندھوں کو ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ (عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۴۷)

آپ لوگوں کو کس طرح صف میں دائیں بائیں کرتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب تکبیر ہوتی تو کسی کو فرماتے دائیں ہو جاؤ اور اس طرح بائیں ہو جاؤ۔ اور فرماتے سیدھے سیدھے ہو جاؤ۔ اور ٹھیک سے کھڑے ہو جاؤ۔ یعنی لوگوں کو دائیں بائیں کر کے صف کو برابر اور درست فرماتے۔ (دار قطنی جلد اصفحہ ۲۷۸)

افسوس کہ صف کی برابری اور درستگی کا آپ جس قدر اہتمام فرماتے اسی قدر امت آج اس میں غفلت اور تساہل برت رہی ہے۔ اسی کے نتیجہ میں دلوں کا اختلاف اور کجی بڑھتی جارہی ہے اور احساس نہیں۔

ائمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ تکبیر کے وقت متوجہ ہو کر صف درست کریں

حمید طویل کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ جب اقامت کہی جاتی تو آپ ﷺ ہم لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے اور فرماتے صفوں کو درست کرو اور بالکل مل مل کر کھڑے ہو۔ میں

تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: جب جماعت کی اقامت شروع ہوتی تو خود آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر صفوں کو درست فرماتے۔ کبھی صف کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے جا کر صف درست فرماتے کبھی لکڑی سے درست فرماتے آپ کو خود اس کا اہتمام تھا چنانچہ اس روایت کے پیش نظر امام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر صفوں کو درست کرائے اور کرے اسی وجہ سے امام بخاری نے صحیح بخاری میں یہ باب قائم کیا ہے "باب اقبال الامام الناس عند تسویۃ الصفوف" (جلد ا صفحہ ۱۰۰) جس کا مطلب یہ ہے کہ امام کو لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر صفوں کو درست کرنا چاہئے افسوس کہ آج اس سنت کو بیشتر ائمہ مساجد چھوڑ چکے ہیں تکبیر ہوئی امام مصلے پر آ گئے جیسے تکبیر ختم ہوئی امام نے نماز شروع کرا دی خواہ صف سیدھی ہو یا ٹیڑھی لوگ صحیح کھڑے ہوں یا نہیں وہ ایسا اس وجہ سے کرتے ہیں کہ کہیں مصلی حضرات کچھ دیر ہونے کی وجہ سے کچھ کہہ نہ بیٹھیں چونکہ لوگوں کو بڑی جلدی ہوتی ہے افسوس کہ سنت کا خیال نہیں ائمہ مساجد کو صفوں کی درستگی کا دھیان رکھنا چاہئے ویسے بھی آج کل صفوں کی لکیر اور نشان ہونے کی وجہ سے صف بندی میں دقت نہیں ہوتی۔ تاہم اس سنت کی ادائیگی کا اہتمام رکھنا چاہئے کہ اس کا ثواب آخرت کے علاوہ دنیاوی فائدہ یہ ہے کہ دلوں میں اختلاف اور کجی پیدا نہیں ہوگی۔

اس حدیث پاک میں ہے کہ آپ پیچھے سے بھی دیکھ لیتے تھے علامہ عینی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ پیچھے کی جانب آنکھ ہو جس سے دیکھتے تھے چنانچہ مختار بن محمد نے رسالہ ناصریہ میں بیان کیا ہے کہ دونوں شانوں کے درمیان سوئی کی نوک کی طرح آنکھ تھی جس سے پیچھے دیکھتے تھے۔ علامہ قرطبی امام احمد اور جمہور علماء اسے ظاہر پر مانتے ہوئے اسے آنکھ کی رؤیت ثابت کرتے ہیں (علم اور احساس مراد نہیں لیتے)

(عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۵۴)

گویا یہ آپ کا معجزہ تھا مجاہد کا یہی قول ہے۔ (شمائل کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۳۶)

صف درست نہ ہونے پر پیروں پر مارا جاتا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابو عثمان نہدی کے پیر پر مارا تا کہ صف درست کریں۔

سوید بن غفلہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے کندھوں کو درست فرماتے اور ہمارے پیروں پر مارتے۔

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ صف کے درست نہ کرنے پر سخت وعید ہے اسی وجہ سے یہ حضرات کوتاہی پر مارتے تھے۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں حضرت عمر اور حضرت بلال جو مارتے تھے کسی ضروری امر کے ترک ہی پر مارتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۵۸)

دیکھئے حضرات صحابہ صف کی درستگی کا کس قدر شدت سے اہتمام فرماتے اور اس کی کوتاہی پر کہ جو برابر مل کر نہ کھڑے ہوتے پیروں کو برابر نہ کرتے ان کے پیروں پر مارتے تاکہ وہ صف درست کرلیں اسی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے اس کی شدید تاکید فرمائی تھی اور خود اپنے سے درست فرماتے۔

آپ ﷺ کے بعد صحابہ کی نگاہ میں قابل گرفت امور

حضرت انس بن مالک جب مدینہ تشریف لائے تو ان سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور پاک ﷺ کے بعد آپ کون سی چیز قابل انکار اور قابل گرفت پاتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں میں کوئی منکر قابل انکار بات تو نہیں پاتا الا یہ کہ تم لوگ صف کی درستگی نہیں کرتے ہو (جس کا آپ بہت زیادہ اہتمام فرماتے اور کوتاہی پر سخت وعید فرماتے)۔ (بخاری صفحہ ۱۰۰، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۵۷)

فائدہ: علامہ عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں صف کے درست نہ کرنے پر آپ ﷺ کی شدت وعید پر (اور اِدھر اُدھر لوگوں کی غفلت پر حضرت انس نے نکیر فرمائی) کے پیش نظر ایسا کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سنت سے غفلت پر نکیر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس سنت سے ذرا غفلت پر صحابہ کس طرح نکیر فرماتے۔

تمام صفیں برابر ہوں کمی بیشی آخری صف میں ہو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے اگلی صف کو پھر اس کے بعد والی کو درست کرو جو کچھ کمی بیشی ہو وہ آخری صف میں ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۸، نسائی صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اولاً پہلی صف بالکل سیدھی طرح بھر جائے پھر اس کے بعد والی پر کرے۔ یہاں تک کہ جو کچھ کمی بیشی رہے وہ آخری صف میں ہو۔

اپنے قریب اہلِ علم و فضل کو رہنے کی تاکید فرماتے

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے ہمارے قریب اور متصل اہل عقل اور فہم رہیں پھر اس کے بعد کے مرتبہ کے لوگ پھر اس کے بعد کے لوگ۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۸)

فائدہ: اپنے متصل اور قریب ان لوگوں کو رہنے کا حکم فرماتے جو اپنی عقل و فہم میں بہتر ہوتے ایسا آپ اس وجہ سے فرماتے کہ یہ حضرات آپ سے نماز کے مسائل اور آپ کے عادات و اطوار کو اخذ کرتے سمجھتے پھر دوسروں کو

اس کی تعلیم فرماتے تاکہ نماز سنت کے مطابق لوگوں میں رائج ہو خیال رہے کہ اس حدیث کے پیش نظر امام سے قریب اہل علم وفضل رہیں اور لوگوں کو بھی چاہئے کہ امام کے قریب اہل علم وفضل کے لئے کچھ جگہ چھوڑ دیں۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ امام کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آجائے تو یہ لوگ بن سکیں مزید مسائل صلوٰۃ کے متعلق کوئی بات ہو جائے تو یہ حضرات نشاندہی اور رہنمائی کر سکیں۔

صف میں تنہا اکیلے رہنے سے منع فرماتے

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرہ مسجد میں آئے تو آپ رکوع میں تھے وہ وہیں (الگ) صف میں رکوع میں شریک ہوگئے۔ تو آپ نے فرمایا خدا تمہارے شوق میں اضافہ فرمائے آئندہ ایسا مت کرنا (یعنی جلدی کی وجہ سے اکیلے اور تنہا صف میں شامل نہ ہونا)۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۹)

فائدہ: اکیلے صف میں رہنا مکروہ ہے ایسی ترتیب اختیار کرے کہ ایک دو آدمی شریک ہو جائیں خیال رہے کہ اس دور میں اگلی صف سے کسی کو نہ کھینچا جائے۔ کہ فتنہ کا اندیشہ ہے کوئی صورت نہ ہو تو تنہا ہی رہ جائے فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔

صفوں کو دونوں جانب سے برابر رکھنے کا حکم فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس طرح صف میں لگو) کہ امام بیچ میں رہے اور خالی جگہوں کو بھرو۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۹، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۰۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صف اس طرح قائم رہے کہ امام وسط میں ہو دائیں جانب یا بائیں جانب لوگ زیادہ نہ ہو جائیں یعنی دونوں جانب برابر برابر لوگ شامل ہوتے رہیں اور یہ بھی مطلب ہے کہ امام صف اور لائن کے وسط میں کھڑا ہو بیچ سے ہٹ کر ذرا بھی کنارے کھڑا نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سینے اور کندھوں کو برابر رکھواتے

حضرت براء کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف کے کنارے تشریف لاتے اور لوگوں کو سینوں اور کندھوں کو درست اور برابر فرماتے اور فرماتے ٹیڑھے مت کھڑے ہو ورنہ اللہ پاک تمہارے دلوں کو ٹیڑھا کر دے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۷، خزیمہ)

وعظ اور تقریر میں صف کے درستگی کی تاکید فرماتے

ابن عبداللہ الرقاشی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی جب فارغ ہوئے تو بیان فرمایا کہ ہمیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرماتے اس میں ہمیں سنتیں سکھاتے اور فرماتے کہ جب

نماز پڑھو تو صفوں کو درست رکھو۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۵۲)

فَائِدَة: آپ ﷺ اپنے بیان اور تقریر میں نماز اور اس کی سنتوں کو سکھاتے اور صف کے متعلق خوب تاکید کرتے کہ اسے برابر درست رکھا کرو۔ افسوس آج وعظ و تقریر میں نماز اور اس کے فرائض و سنن کی نہ تعلیم کرتے ہیں اور نہ سکھاتے ہیں ادھر اُدھر کے قصہ اور واقعات میں وقت صرف کر دیتے ہیں اسی وجہ سے سنت اور مستحبات کی رعایت کے ساتھ نماز عوام تو عوام خواص اور پڑھے لکھے طبقہ میں بھی ختم ہوتی جا رہی ہے امام مسجد اور اہل علم کے ذمہ ہے کہ امت کو سنت کے مطابق نماز سکھائیں اور اس کی تعلیم دیا کریں ہر دن مسجد میں نماز سے قبل یا بعد فرائض واجبات سنن و مستحبات کو بتاتے رہیں تاکہ امت میں سنت کے مطابق نماز رائج ہو۔

صف میں بچوں کو پیچھے رکھتے

حضرت ابو مالک اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ نماز کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے مردوں کو صف میں لگایا ان کے پیچھے بچوں کو کیا پھر نماز پڑھائی۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۹۸)

صف کی مسنون ترتیب یہ ہے کہ اول بڑے بالغ حضرات کھڑے ہوں پھر اس کے بعد چھوٹے نابالغ بچے بڑوں کے بیچ میں نابالغ اور کم عمر و کم سمجھ بچوں کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

صف میں عورتوں کی ترتیب بچوں کے بعد

حضرت ابو مالک اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کھڑی ہوتی تو مردوں کی صف لگاتے ان کے پیچھے بچوں کی صف لگاتے پھر ان کے بعد پیچھے عورتوں کو لگاتے۔

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۴۶، ابوداؤد صفحہ ۹۸)

اولاً تو عورتوں کے لئے مسجد میں جماعت میں شریک ہونا فتنہ اور بے پردگی کی وجہ سے ممنوع ہے تاہم اگر شریک ہو جائیں یا گھر میں جماعت ہو مثلاً تراویح کی رمضان المبارک میں جس میں کوئی قباحت نہیں تو اس کی ترتیب یہ ہوگی اولاً مرد پھر نابالغ لڑکے پھر بڑی عورتیں اس کے بعد نابالغ بچیاں بعض لوگ لڑکوں کو عورتوں کے پیچھے کر دیتے ہیں۔ یہ خلاف شرع نادانی اور جہالت کی بات ہے اسی طرح خیال رہے کہ عورتوں کے بغل میں کوئی مرد خواہ شوہر، بھائی، والد وغیرہ کیوں نہ ہوں ہرگز کھڑے نہ ہوں گے ہمیشہ عورتوں کی صف مردوں کے پیچھے ہوگی خواہ مرد یا عورت کی تعداد کم از کم کیوں نہ ہو۔

عورت صف میں تنہا کھڑی ہوں گی

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے کہ میں نے اور ایک یتیم نے آپ ﷺ کے پیچھے اپنے گھر میں نماز

پڑھی اور میری والدہ ہم لوگوں کے پیچھے صف میں (اکیلی) تھیں۔ (بخاری جلد اصفحہ ۱۰۰)

فائدہ: اگر عورت تنہا ہوتب بھی اکیلی ہی صف میں رہے گی بچوں کے ساتھ نہ ملے گی۔

صف اول کی فضیلت

صف اول میں رہنے والوں پر تین مرتبہ استغفار فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف اول میں رہنے والوں کے لئے تین مرتبہ اور دوسری صف میں رہنے والوں کے لئے دو مرتبہ اور تیسری صف میں رہنے والوں کے لئے ایک مرتبہ استغفار فرماتے۔ (بزار صفحہ ۲۴۷، مجمع جلد ۲ صفحہ ۹۲)

عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف اول میں رہنے والوں کے لئے تین مرتبہ استغفار فرماتے اور صف دوم والوں کے لئے دو مرتبہ۔ (داری صفحہ ۲۹۰، ابن ماجہ صفحہ ۷۰، عبدالرزاق صفحہ ۵۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صف اول میں سبقت کرنے والے عبادت اور تقرب میں پیش قدمی کرنے والے ہیں اور عبادت کو دوسرے امور میں ترجیح دینے والے ہیں اس لئے آپ ان کو مکرر سہ کرر دعاء رحمت دیتے اس میں لوگوں کو ترغیب ہے کہ وہ دیگر امور پر مسجد میں جلد آنے والے اور صف اول میں شامل ہونے کو ترجیح دیں۔

اللہ اور فرشتے صف اول والوں پر دعائے رحمت کرتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدائے پاک تبارک وتعالیٰ اور ملائکہ صف اول والوں کے لئے دعاء رحمت فرماتے ہیں۔ (کشف الستار صفحہ ۲۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۷۰)

فائدہ: بعض علماء نے ذکر کیا صف اول کے مصداق وہ لوگ بھی ہیں جو اولاً آئے ہیں گو وہ کسی وجہ سے امام کے بعد پہلی لائن میں نہ ہوں گے۔ مگر اسے جمہور نے تسلیم نہیں کیا۔ (فیض الباری صفحہ ۲۳۶، عبدالرزاق صفحہ ۵۱)

صف اول کی فضیلت معلوم ہو جائے تو قرعہ اندازی ہونے لگے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم صف اول (کی فضیلت) جان لو تو قرعہ اندازی کرنے لگو۔ (مسلم جلد اصفحہ ۱۸۲)

علامہ نووی فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس کی فضیلت اور ثواب جان لو تو سب اس کی جانب سبقت کرنے لگو یہاں تک ازدحام کی وجہ سے سب کو بیک وقت جگہ نہ ملے تو قرعہ اندازی کر کے تم اس جگہ کو حاصل کرو گے۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۸۲)

فائدہ: صف اول کو اختیار کرنا مستحب ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۳۰۱)

صف اول شیطان سے محفوظ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صف اول شیطان سے محفوظ رہتی ہے۔

(ابوالشیخ، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۶۲۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صف اول میں شیطانی اثرات اور تصرفات کم ہوتے ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ خدا اور فرشتوں کی دعاء رحمت کا اثر ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استغفار تین مرتبہ فرمایا اس کا اثر ہو۔

ں کی صفوں میں صف اول کو فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کی صفوں میں صف اول کو فضیلت اور فوقیت حاصل ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۰)

ابن عمر سے مروی ہے کہ تمام صفوں میں صف اول افضل ترین صف ہے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۶۲۱)

صف اول کے ذیل میں مردوں کے لئے صف اول کی فضیلت تفصیل سے گزر چکی ہے عورتوں کی صف خواہ اکیلی ہو اور خواہ ماں، بہن، زوجہ وغیرہ کیوں نہ ہو مردوں ہی سے نہیں بلکہ بچے ہوں تب بھی پیچھے ہی رہیں گی یہی مسنون اور لازم ہے۔

داؤد بن ہند کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ کسی عمل کی رہنمائی فرما دیجئے۔ آپ نے ان سے فرمایا اپنی قوم کے امام ہو جاؤ۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو مؤذن ہو جاؤ پھر فرمایا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صف اول میں رہا کرو۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۷۸)

فائدہ: بظاہر یہ مطلب نکلتا ہے کہ آپ نے ان کو نماز باجماعت کے اہتمام کی تاکید کی کہ امام یا مؤذن بن جانے کی صورت میں یقیناً جماعت کی پابندی ہوگی آخری درجہ میں صف اول کے التزام میں بھی جماعت کا اہتمام ہوگا۔

حضرت ابی بن کعب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صف اول شاید کہ فرشتوں کی صف کی طرح ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۹)

صف اول کے مستحق کون لوگ

حضرت عامر بن ربیعہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے قریب (یعنی صف اول میں) وہ حضرات رہیں جو اہل عقل وفہم ہیں پھر اس کے بعد کے لوگ پھر اس کے بعد کے لوگ۔

(مجمع جلد ۲ صفحہ ۹۴، بزار کشف الاستار صفحہ ۲۳۶، ترمذی صفحہ ۵۳)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے قریب (صف اول میں

متصل) وہ لوگ رہیں جو اہل عقل فہم ہیں۔ پھر اس کے بعد پھر اس کے بعد۔ (مسلم صفحہ ۱۸۰، دارمی جلد ا صفحہ ۲۹۰)

فائدہ: علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امام کے قریب وہ لوگ رہیں جو لوگوں میں افضل اور بلند پایہ مرتبہ کے حامل ہوں۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۸۱)

علامہ نووی فرماتے ہیں یہی حکم تمام مجالس کا ہے کہ اس میں اہل مجلس کے قریب علم وفضل والے لوگ رہیں اس سے معلوم ہوا کہ خود اہل فضل کو چاہئے کہ صف اول کی پابندی اور اہتمام کریں۔ ادھر عامۃ الناس لوگوں کو بھی چاہئے کہ صف اول یا امام کے پیچھے کے حصہ کو اپنے بڑوں کے لئے چھوڑ دیا کریں۔

مہاجرین علماء کو صف اول میں رہنے کا حکم فرماتے

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین صحابہ کو حکم دیتے کہ وہ آگے رہیں اور صف اول میں نماز پڑھیں اور فرماتے ہیں کہ وہ نماز کے مسائل سے بمقابلہ بادیہ نشین کے زیادہ واقف ہیں مجھے یہ پسند نہیں کہ بادیہ نشین ان کے آگے رہیں اور ان کو معلوم نہیں کہ نماز کیا ہے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۹۴، بزار)

حضرت سمرہ کی ایک روایت میں اسی طرح ہے کہ آپ فرماتے یہ دیہاتی لوگ مہاجرین وانصار کے پیچھے رہیں نماز ان کی رہنمائی میں پڑھیں۔ (مجمع صفحہ ۹۴)

فائدہ: امام نووی اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر امام کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑ جائے تو اہل علم کو بغل اور پیچھے ہونے کی وجہ سے بنا سکیں۔ نیز آپ نے اس وجہ سے ایسا کیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو پوری طرح مسائل و آداب کے اعتبار سے نقل کر سکیں اور دوسروں تک تبلیغ کا باعث بن سکیں۔

(شرح مسلم جلد ا صفحہ ۱۸۱)

صف اول اہل علم وفضل وشرف کی جگہ ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند فرماتے تھے کہ آپ کے قریب (صف اول میں) مہاجرین وانصار رہیں۔ (ابن عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی دیہاتی اور کوئی عجمی اور نابالغ بچے صف اول میں نہ رہیں۔ (سنن دارمی جلد ا صفحہ ۲۸۱)

فائدہ: اس عہد میں مہاجرین وانصار اہل علم وشرف تھے قرآن پاک نے بھی ان لوگوں کے فضل وشرف کی شہادت دی ہے لہٰذا ماحول اور علاقے میں جو اہل علم وشرف ہوں تقویٰ نیکی وصلاح میں دوسروں سے ممتاز اور فائز ہوں۔ ان کی صف اول میں جگہ رہنی چاہئے۔ خصوصاً امام کے پیچھے اس عہد میں اعرابی اور عجمی علم صلاح میں نمایاں نہیں تھے اس لئے آپ نے ایسا فرمایا دیہاتی اور غیر عربی علم صلاح سے آراستہ ہو تو اسے صف اول ہی نہیں

امامت سے بھی نوازا جا سکتا ہے۔

صف لگتے وقت بڑوں کو آگے اور چھوٹے لوگوں کو پیچھے کیا جا سکتا ہے

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ صفوں کی برابری کا حکم دیتے۔ فرماتے اے فلاں آگے بڑھو۔ اے فلاں پیچھے ہٹو۔ سفیان (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ صالح اور نیک آدمی کو آگے کرتے۔ اس کے علاوہ لوگوں کو پیچھے کرتے۔ (مصنف بن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ۵۳)

قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا اور نماز عصر کے لئے مسجد میں داخل ہوا اور صف اول میں چلا آیا ایک صاحب آئے کندھے کو پکڑ کر جب تکبیر ہونے لگی تو پیچھے کر دیا اور خود میری جگہ کھڑے ہو گئے۔ جب جماعت ختم ہوگئی تو وہ صاحب میری جانب متوجہ ہوئے اور کہا میں نے تم کو اس لئے پیچھے کر دیا کہ ہمیں رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم دیا مہاجرین اور انصار آگے رہیں مجھے معلوم ہوا کہ تم ان میں سے نہیں ہو تو میں نے تم کو پیچھے کر دیا۔ قیس کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے کہا ابی بن کعب ہیں۔

ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے ایک آدمی کو صف اول میں دیکھا تو اسے پیچھے کر دیا اور کہا تم صف اول والوں میں سے نہیں ہو۔ (ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ۵۴)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ صف اول ممتاز اہل علم و فضل کی جگہ ہے۔ یہی حضرات اس کے اولین مستحق ہیں۔ عام لوگوں کو صف اول میں خصوصاً امام کے بالکل پیچھے نہیں جا گھسنا چاہئے۔

ان کو شروع ہی سے بڑے لوگوں کے لئے جگہ خالی کر کے بیٹھنا چاہئے اگر یہ لوگ بڑوں کے اکرام میں ایسا نہ کریں تو جماعت کھڑی ہونے کے وقت میں اور صف بندی کے وقت ایسے لوگوں کو پیچھے اور بڑے لوگوں کو صف میں کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق خلیفہ راشد اور دیگر صحابہ کے عمل سے ثابت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خواص کے مقابلہ میں عوام کو بڑے بزرگوں کے مقابلہ میں چھوٹوں کو اساتذہ کے مقابلہ میں طلباء کرام کو ان حضرات کے لئے پہلے ہی سے جگہ چھوڑ دینی چاہئے خصوصاً امام کے قریب اور پیچھے ہر شخص کو نہیں جگہ لینی چاہئے۔ اوپر ذکر کیا گیا کہ حضرت عمر فاروق صف کی ترتیب کے وقت اہل فضل کو آگے کر دیتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر عام اور کمتر لوگ آگے صف اول میں بیٹھ جائیں اور اہل فضل اور ان کے بڑے لوگ طلباء کے مقابلہ میں اساتذہ کرام پیچھے ہوں تو صف کے وقت ان حضرات کو از خود آگے کر دیں اور اکراماً وہ پیچھے ہو جائیں تو یہ بھی بہتر ہے فقہاء محققین کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ علامہ شامی الرد المختار میں لکھتے ہیں:

”وان سبق احد الی الصف الاول فدخل رجل اکبر منہ سنا او اھل علم

ینبغی ان یتاخر ویقدمه تعظیماً له " (مصری جلد ا صفحہ ۴۶۹)

معلوم ہوا کہ فقہاء کرام اس ادب اور استحباب کے قائل ہیں کہ چھوٹے اگر صف اول میں ہوں اور دوسری صف میں ان کے بڑے ہوں تو وہ پیچھے ہٹ کر اپنے بڑوں کو آگے کر دیں۔ اور یہ ایثار قرب جائز اور ادباً واکراماً احتراماً مستحب ہے۔ افسوس کہ آج یہ ادب متروک ہو چکا ہے اولاً تو ان آداب واستحباب کا علم بھی نہیں دوم اپنے بڑوں سے عقیدت اور اکرام اور احترام کا اس درجہ تعلق کہاں پیچھے ہٹ کر ان کو آگے کر دیں۔ یہ احترام اور ادب تواضع ومسکنت سے پیدا ہوتا ہے اس دور میں نہ تواضع ومسکنت نہ ادب واحترام۔

صف کے دائیں جانب کو اختیار کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نصیحتاً فرمایا کرتے تھے۔ صف کے دائیں رخ کو اختیار کرو۔ دوستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بچو۔ اور تم پر صف اول کا اہتمام لازم ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۵۸)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو یہ پسند کرتے اور چاہتے کہ آپ کے دائیں جانب کھڑے ہوں۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۱۳۲، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۳۰۰)

امام نووی نے لکھا ہے کہ امام کے دائیں ہونا مستحب ہے (شرح مہذب) جس طرح تمام امور خیر میں دائیں کو افضلیت اور فوقیت حاصل ہے۔ اسی طرح صف کی ترتیب میں بھی دائیں جانب کو فوقیت حاصل ہے۔

صف کی دائیں جانب کو بائیں پر پچیس درجہ فضیلت ہے

حضرت ابی جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ صف کا دایاں رخ بائیں پر پچیس درجہ فضیلت رکھتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدائے پاک اور اس کے فرشتے صف کی دائیں جانب والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(کنز جلد ۹ صفحہ ۱۲۶، ابن ماجہ صفحہ ۷۰، ابوداؤد صفحہ ۹۸، فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

حضرت براء فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو اسے بہت بہتر سمجھتے کہ آپ کے دائیں جانب رہیں۔ (ترغیب صفحہ ۳۲۰، ابن ماجہ صفحہ ۷۱، فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)

فائدہ: متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے دائیں اور صف کے دائیں جانب کو فضیلت اور فوقیت حاصل ہے اسی وجہ سے حضرات صحابہ اس کا خیال رکھتے تھے۔ مگر اس فضیلت کے لئے ایسا نہ کیا جائے کہ تمام لوگ دائیں جانب آجائیں۔ اور بائیں جانب خالی یا کم لوگ رہیں اس طرح تو صف کی ترتیب ہی بگڑ جائے گی ایسی صورت میں بائیں جانب بھر کر صف کو برابر کرنے کی آپ نے تاکید فرمائی ہے۔

صف کی بائیں جانب کو برابر کرنے کی فضیلت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ مسجد کا بایاں حصہ بالکل خالی ہوگیا تو آپ نے فرمایا جو مسجد کی بائیں جانب کو پر کرے اس کے لئے دگنا ثواب ہوگا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو لوگوں کی کمی کی وجہ سے مسجد کے بائیں رخ کو پر کرے اس کے لئے دگنا ثواب ہے۔ (ترغیب صفحہ ۲۲۴)

فائدہ: جب آپ نے دائیں جانب کی فضیلت کو بیان کیا تو لوگ دائیں جانب ہی حصول فضیلت کے لئے آنے لگے جس کی وجہ سے بایاں رخ خالی رہنے لگا۔ حالانکہ صف کے دونوں جانب برابری سے کھڑا ہونا چاہئے۔ اس پر آپ نے بائیں جانب کی فضیلت کو بیان کیا تا کہ بائیں جانب والے بالکل محروم نہ رہیں اور صف برابری سے پر ہو۔

صفوں کے ٹیڑھ سے دلوں کے اختلاف کی وعید

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ صف میں ٹیڑھے مت کھڑے ہو ورنہ اللہ پاک تمہارے دلوں میں ٹیڑھ اور کجی پیدا کر دے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۷)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمارے کندھوں کو نماز میں درست فرماتے اور یہ فرماتے کہ برابر برابر ٹھیک سے کھڑے رہو ٹیڑھے مت کھڑے رہو ورنہ تمہارے دل مختلف ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (مسلم صفحہ ۱۸۱، ابن ماجہ صفحہ ۶۹، نسائی صفحہ ۱۳۰)

فائدہ: آپ ﷺ صف سیدھی نہ کرنے اور ٹیڑھی رکھنے کی وعید میں فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

صفوں کو ترتیب سے پر کرے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے صف اول کو پورا کرو۔ اس کے بعد دوسرے صف کو جو کمی بیشی رہے وہ آخری صف میں رہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۸)

ابراہیم اسے مکروہ فرماتے ہیں کہ آدمی صف دوم میں کھڑا ہو جائے قبل اس کے کہ اول صف کو مکمل کرے۔ اسی طرح تیسری صف میں کھڑا ہو جائے قبل اس کے کہ دوم کو پوری کرے۔ (عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۵۵)

صف اول میں جگہ رہتے ہوئے دوسری صف میں رہنا مکروہ ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو پچھلی صف میں کھڑے دیکھا تو فرمایا۔ آگے آؤ میرے قریب لگو۔ تمہارے قریب تمہارے بعد والے رہیں گے جو پیچھے رہتا

ہے خدائے پاک اسے پیچھے ہی رکھتا ہے۔ (مسلم صفحہ ۱۸۲)

فَائِدَہ: صف اول یا اگلی صف میں جگہ رہتے ہوئے پچھلی صف میں کھڑے رہنا یہ مکروہ تحریمی ہے۔ کہ صف کے خلاء کو پر کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ باوجودیکہ صف میں جگہ ہونے کے باوجود آگے نہیں بڑھتے تغافل اور سستی سے وہیں کھڑے رہتے ہیں یہ بری بات ہے۔ عبادت میں بھی اطاعت نہیں تو پھر ثواب کی امید کیسے۔

(اعلاء السنن جلد۴ صفحہ ۳۲۳)

جو صف اول کو اذیت و تکلیف کی وجہ سے چھوڑ دے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو صف اول کو اذیت اور تکلیف پہنچنے کی وجہ سے چھوڑ دے اللہ پاک اسے صف اول کا ثواب دے گا۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۳۲۱)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ صف اول میں جگہ ذرا سی ہے گھسنے کی وجہ سے دونوں جانب کے لوگوں کو رکوع سجدے میں تکلیف ہوگی ایسی صورت میں یہ چھوڑ دے گا۔ کہ تکلیف نہ ہو تو صف اول کا ثوب پائے گا۔

امام کے پیچھے سب سے افضل جگہ کون سی ہے

ابو بردہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ہو سکے تو امام کے پیچھے کھڑے ہو ورنہ تو پھر دائیں جانب۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۹۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد میں سب سے بہتر جگہ امام کے پیچھے ہے۔ کہ رحمت جب نازل ہوتی ہے تو سب سے پہلے امام پر نازل ہوتی ہے اس کے بعد جو اس کے پیچھے رہتا ہے پھر دائیں جانب پھر بائیں جانب۔ پھر پوری مسجد کو شامل اور گھیر لیتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۱۴)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صف اول میں سب سے فضیلت والی جگہ بالکل امام کے پیچھے ہے اس کے بعد صف اول کا دایاں جانب پھر بایاں جانب۔ خیال رہے کہ یہ جگہ اہل فضل وعلم اور صلاح تقویٰ میں ممتاز لوگوں کی ہے۔ بہتر ہے کہ مصلین میں جو بہتر و نیک سمجھتے ہوں وہ رہا کریں۔ تاکہ امام کو اگر کبھی عارضہ پیش آجائے تو اسے اپنی جگہ امام بنا سکے۔

دو ستون کے درمیان نماز بہتر نہیں

عبدالحمید بن محمود کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی (بھیڑ کی وجہ) ہم لوگ ستون کے درمیان ہو گئے تو ہم لوگ ستون کے درمیان سے ذرا آگے یا پیچھے ہو گئے تو حضرت انس نے فرمایا عہد نبوت میں ہم لوگ ستون کے درمیان پڑھنے سے بچتے تھے۔

(ابوداؤد صفحہ ۹۸، مصنف عبدالرزاق صفحہ ۶۰، نسائی جلد ا صفحہ ۱۳۲)

معاویہ بن قرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں دوستون کے درمیان صف لگانے سے منع کیا جاتا تھا اور ہم لوگ اس سے بہت بچتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ، عبدالرزاق صفحہ ۶۰)

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ دوستونوں دو کھمبوں کے یا دو پایوں اور کھمبوں کے درمیان صفیں اس وجہ سے ممنوع ہیں کہ اس میں صف برابر نہیں ہو پاتی اور متصل نہیں ہو پاتی ستون کی وجہ سے خلاء رہتا ہے نیز امام کی نقل وحرکت نظر نہیں آتی وغیرہ ذلک اگر مسجد میں تنگی ہو تو پھر اجازت ہے ابن سیرین نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا ہے۔ (عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۶۰)

صف کے خلاء کو بھرنے کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو صف کے خلاء کو پر کرتا ہے۔ اس کے لئے اللہ پاک ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔ اور اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔

(ترغیب صفحہ ۳۲۲، مجمع الزوائد صفحہ ۹۱)

حضرت ابو جحیفہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو صف کے خلاء کو پر کرتا ہے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(ترغیب جلد ۱ صفحہ ۳۲۲، مجمع جلد ۲ صفحہ ۹۱، کشف الاستار صفحہ ۲۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو صف کے خلا کو پر کرے گا اس کا ایک درجہ بلند ہوگا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۱)

صف کو آپ نے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہونا فرمایا ہے۔ خلاء رہنا اس کے خلاف ہے۔ خلاء میں شیطان گھس جاتا ہے جو خشوع کو پامال کر دیتا ہے اس لئے اس پر یہ تاکید اور ثواب ہے۔

صف کے خلاء میں شیطان گھس جاتا ہے

حضرت ابوامامۃ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صف کی خالی جگہوں کو بھرو کہ اس میں شیطان اس طرح گھس جاتا ہے جیسے کہ بھیڑ کا چھوٹا بچہ۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۹۱، ابوداؤد صفحہ ۹۷)

فائدہ: آپ ﷺ نے مثالاً سمجھایا ہے جس طرح بھیڑ کا چھوٹا بچہ ذرا سی جگہ دیکھ کر گھس جاتا ہے اور مجلس کو منتشر کر دیتا ہے اسی طرح شیطان گھس کر خشوع اور خضوع کو منتشر کر دیتا ہے۔

خلاء کو بھرے کے لئے قدم بڑھانا خدا کو محبوب

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دو قدم ہیں۔ ان میں سے ایک قدم اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ دوسرا اللہ کو بہت مغبوض ہے جو قدم اللہ کو بہت محبوب ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص صف میں خالی جگہ دیکھے تو اسے (آگے بڑھ کر) پر کر دے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۳۲۳)

برابر پچھلی صف میں رہنے کی مذمت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہمیشہ پیچھے کی صف میں رہتے ہیں اللہ ان کو پیچھے کر دے گا۔ (مسلم صفحہ ۱۸۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صف اول سے ہمیشہ پیچھے رہنے والے پیچھے ہی رہیں گے یہاں تک کہ جہنم میں خدا ان کو داخل کر دے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۹ ترغیب صفحہ ۳۲۲)

فائدہ: جو لوگ دنیاوی جھمیلوں میں اس قدر گرفتار رہتے ہیں کہ ہمیشہ ہی پچھلی صف میں شریک ہوتے ہیں کبھی ان کو موقعہ نہیں ملتا کہ کچھ پہلے آکر تسبیح تلاوت میں لگیں یا نماز کا انتظار کریں یا تغافل و تساہل کی وجہ سے ہمیشہ مسجد میں آخری وقت میں آتے ہیں جس کی وجہ سے آخری ہی صف میں شریک ہوتے ہیں ایسوں کے لئے یہ وعید ہے کہ غفلت کی یہ تاخیر جہنم کا باعث ہوگی۔ ان لوگوں کے لئے یہ وعید نہیں جو علمی مسائل درس و تدریس تصنیف و تالیف یا اور کسی دینی واخروی امور میں منہمک رہتے ہیں کہ ان کا یہ انہماک بھی عبادت ہے۔ اسی طرح وہ مریض جو معذور ہو جو اپنے مرض کی بنیاد پر صف اول میں ہونے سے احتیاط کرتے ہیں مثلاً عارضہ ریح عارضہ پیشاب وغیرہ کہ اچانک عارضہ لاحق ہونے کی وجہ سے صف اول سے نکلنا پریشانی کا باعث ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ہمیشہ بچھڑا رہنا تساہل اور بے پرواہی کی بنیاد پر ہو تب یہ قابل مذمت ہے۔

صرف دو آدمی ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک رات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے نماز پڑھی۔ تو میں آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے پیچھے کی جانب سے میرا سر پکڑا اور اپنی دائیں جانب کر دیا۔ (بخاری صفحہ ۱۰۰، ترمذی صفحہ ۵۵)

شعبی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے ذکر کیا کہ میں ایک رات اٹھ کر آپ کی بائیں جانب ہو کر نماز میں شریک ہو گیا۔ تو آپ نے میرا ہاتھ یا بازو پکڑا اور اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ (بخاری صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کے ساتھ ایک ہی شخص ہو خواہ مرد ہو یا چھوٹا بچہ امام کے دائیں جانب رہے گا بعض لوگ نادانی کی وجہ سے اپنی بائیں جانب بچے کو رکھتے ہیں۔ سو یہ غلط ہے ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ امام کی ایڑی کے پاس اپنا قدم رکھے۔ تاکہ امام سے کچھ پیچھے رہے اگر بالکل برابر میں رہتے تب بھی گنجائش ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۲۱۸)

اگر امام کے علاوہ دو آدمی ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں گے

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب ہم تین

ہوں تو ہم میں سے ایک (جو امام ہو) آگے ہو جائے۔ (ترمذی صفحہ ۵۵)

یہ روایت عبادہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ پھر میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھمایا اور اپنی دائیں جانب کر دیا۔ پھر جبار ابن صخر آئے وضو کرنے کے بعد وہ بھی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو پیچھے کر دیا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱۷)

فائدہ: امام کے علاوہ دو آدمی ہو جائیں تو ایسی صورت میں امام کا آگے اور دونوں مقتدی کا پیچھے کھڑا ہونا لازم ہے۔ (اعلاء صفحہ ۲۱۸)

دو مرد ہوں اور ایک عورت ہو تو کس طرح کھڑے ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں اور ازواج مطہرات میں سے کوئی ایک نماز میں شریک تھی۔ تو آپ نے مجھے اپنے بغل میں دائیں جانب کھڑا کیا اور عورت کو ہم دونوں کے پیچھے کیا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بیوی ہو یا بہن یا والدہ ہو ہر صورت وہ مردوں اور بچوں کے پیچھے کھڑی ہوگی خواہ اکیلی کیوں نہ ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا منع ہے

حضرت وابصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اسے (تاکیداً) لوٹانے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۹، ابن ماجہ صفحہ ۷۰، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: چونکہ تنہا صف میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ مکروہ کے ارتکاب پر آپ نے تاکیداً تاکہ دوبارہ ایسا نہ کیا جائے نماز لوٹانے کا حکم استحباباً دیا ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نماز کو آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے۔ پس میں صف میں داخل ہونے سے پہلے رکوع میں چلا گیا پھر چل کر میں صف میں شامل ہوا۔ پھر جب آپ نے نماز پوری کر لی۔ تو آپ نے پوچھا کس نے صف میں شامل ہوئے بغیر (تنہا) رکوع کر لی! ابوبکرہ نے کہا میں نے آپ نے فرمایا اب ایسا نہ کرنا خدائے پاک تمہارے شوق میں اضافہ فرمائے۔ (طحاوی صفحہ ۲۳۰)

حسن بصری سے مرسلاً مروی ہے کہ ابوبکرہ نے تنہا صف میں شامل ہوئے بغیر رکوع کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: خدا تمہارے شوق میں اضافہ فرمائے۔ اب ایسا نہ کرنا۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۳۰، ابوداؤد صفحہ ۹۹)

امامت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ طریق واسوہ حسنہ کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرماتے

ابو واقد اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔ پہلی رکعت کو طویل اور دوسری کو ذرا اس سے کم کرتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۵۹)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کے پیچھے ہم لوگ نماز پڑھتے تو خواہش کرتے کہ ہم آپ کی دائیں جانب رہیں۔ تاکہ ہماری طرف آپ کا رخ رہے۔ (مسلم صفحہ ۲۴۷، ابوداؤد صفحہ ۹۰، ابن ماجہ صفحہ ۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض میں امامت فرماتے تو نہ تو طول کرتے اور نہ مختصر ہی بالکل کرتے بلکہ بیچ راہ اختیار فرماتے اور عشاء کو ذرا تاخیر سے پڑھتے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ امامت فرمائی اور ترمذی کی ایک روایت کے اعتبار سے آپ نے ایک مرتبہ اذان دی۔ اسی لئے بیشتر علماء امامت کی افضلیت کے قائل ہیں۔

سفر کے موقعہ پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی امامت فرماتے

حضرت مالک بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں تھا۔ آپ سے زیادہ مختصر نماز پڑھانے والا رکوع وسجود کو اطمینان سے ادا کرنے والا میں نے کسی کو نہ پایا۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۷۰)

یزید بن الاسود سوائی کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا آپ نے صبح کی نماز پڑھائی ابو جحیفہ کہتے ہیں میں نے مقام بطحہ میں آپ کے پیچھے عصر کی دو رکعت نماز پڑھی۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۳۷، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۶۱، مجمع)

فائدہ: سفر کی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی امامت فرماتے سفر کا تکان تعب اس سے مانع نہ ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی ہلکی نماز پڑھاتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے ہلکی نماز پڑھاتے۔

(مسند احمد، مجمع الزوائد صفحہ ۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے پیچھے اتنی ہلکی نماز نہیں پڑھی جتنی ہلکی آپ کے پیچھے میں نے پڑھی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۷۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو فرض نماز پڑھاتے تھے۔ نہ طول کرتے تھے نہ جلدی جلدی پڑھاتے تھے۔ بلکہ متوسط طور سے پڑھاتے تھے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ امامت کی صورت میں آپ نماز رکوع اور سجدہ کو اچھی طرح ادا کرتے ہوئے۔ ہلکی اور جلدی پڑھاتے۔ قرأت اور تشہد وغیرہ میں زیادہ تاخیر نہ فرماتے۔ تاکہ لوگوں کو بوجھ اور پریشانی نہ ہو۔ اور کبھی کبھی کچھ لمبی بھی پڑھاتے۔ مگر خیال رہے کہ قرأت مسنون کے دائرے میں ہی رہ کر آپ ہلکی پڑھاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تو لمبی اور دیر تک نماز پڑھتے اور امامت میں ہلکی پڑھاتے

حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو تو بڑی ہلکی نماز پڑھاتے اور خود پڑھتے تو بڑی لمبی نماز پڑھتے۔ (مجمع صفحہ، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۱۸، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۵۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تنہا پڑھتے تو خوب اطمینان سے اور لمبی نماز پڑھتے جیسا کہ تہجد میں آپ کی عادت تھی اور اگر امامت فرماتے قوم کو پڑھاتے تو خیال کر کے ہلکی پڑھاتے۔ ایسا نہیں جیسا کہ آج کل بعضوں کو دیکھا جاتا ہے کہ امامت میں تو لمبی قرأت کرتے ہیں اور خود پڑھتے ہیں تو انا اعطینا اور قل ہو اللہ ہی پر اکتفا کرتے ہیں یہ خلوص کے خلاف ہے سنت کے خلاف ہے۔

امامت تو مختصر کرے اپنی نماز لمبی پڑھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھائے کہ اس میں مریض ضعیف بوڑھے لوگ ہوتے ہیں اور جب خود تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی کرے۔ (بخاری صفحہ ۹۷، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۳۲، موطا صفحہ ۴۷)

فائدہ: امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ اپنی نماز جس قدر چاہے لمبی پڑھے مگر قوم کی مختصر پڑھے آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا جب لوگوں کو تم نماز پڑھاؤ تو مختصر پڑھاؤ اور اکیلے پڑھو تو جس طرح چاہے پڑھو۔

(کنز العمال صفحہ ۶۰۰)

لوگوں کی رعایت میں کچھ تاخیر بھی کر دیتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا اور مسجد میں حاضرین کم دیکھتے تو نماز نہ پڑھتے (بلکہ انتظار کرتے) اور جب لوگوں کو دیکھ لیتے (کہ اکثر و بیشتر آ گئے ہیں) تو نماز پڑھاتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۸۰، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۴)

حضرت سالم ابوالنضر سے روایت ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا اور آپ لوگوں کو کم دیکھتے تو بیٹھ جاتے۔ نماز نہ شروع فرماتے اور جب جماعت کی تعداد لوگوں کو دیکھ لیتے تو نماز (جماعت) پڑھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۰)

فائدہ: علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ لوگوں کو کم دیکھتے تو بیٹھ جاتے (انتظار فرماتے) اور جماعت کے لائق دیکھتے تو نماز شروع فرما دیتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۲۸)

ابن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوتے کی آواز پاتے کہ (لوگ آ رہے ہیں) تو انتظار کر لیتے۔ (ان کے آنے پر جماعت شروع فرماتے)۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۵۵)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ آپ کے عہد میں ایسا اس لئے تھا کہ جماعت کا حتمی اور متعین وقت نہ تھا کہ اس دور میں گھڑی رائج نہیں ہوئی تھی اب اس دور میں چونکہ گھڑی سے وقت جماعت متعین ہے۔ اس لئے وقت ہو جانے کے بعد انتظار کی ضرورت نہیں۔ چونکہ لوگ اپنے اوقات کے اعتبار سے مشغول رہتے ہیں اس لئے انتظار میں حرج ہوگا۔

امام پہلی رکعت میں ذرا طول کرے کہ مقتدی مسبوق نہ ہوں

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت لمبی فرماتے بہ نسبت دوسری رکعت کے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱۶)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ظہر اور فجر میں پہلی رکعت طویل فرماتے۔ دوسری رکعت کے مقابلہ میں۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱۶)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت ذرا لمبی کرتے تاکہ لوگ رکعت پالیں۔

(کشف الغمہ صفحہ ۱۲۸)

ابراہیم نخعی کہا کرتے تھے نماز کی پہلی رکعت کی قرأت میں طویل کرے۔

حضرت عطا کہا کرتے تھے مجھے پسند ہے کہ امام پہلی رکعت کو طویل کرے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ شریک ہو جائیں۔ (یعنی پہلی رکعت میں مسبوق نہ ہو سکیں)۔ (عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۹۲)

رکوع اور سجدہ کو اچھی طرح ادا کرتے ہوئے ہلکی نماز پڑھاتے

عدی بن حاتم رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی، رکوع و سجود کو اطمینان سے ادا کیا اور نماز ہلکی پڑھائی اور کہا اسی طرح آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۷۳)

حضرت انس بن مالک رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نماز پڑھاتے تمام ارکان کو مکمل ادا کرتے اور ہلکی مختصر پڑھاتے۔ (بخاری صفحہ ۹۸، مسلم، ابن ماجہ صفحہ ۶۹، نسائی صفحہ ۱۳۲)

اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے وہ رکوع و سجود کو اطمینان سے ادا کرتے اور نماز مختصر پڑھاتے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے پوچھا گیا کہ اسی طرح آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نماز پڑھاتے تھے تو انہوں نے کہا ہاں آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسی طرح (ہلکی) نماز پڑھاتے تھے۔
(کنز العمال جلد۸ صفحہ۲۷۲)

حضرت انس رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ میں نے تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بعد کسی کے پیچھے ایسی نماز ہی نہیں پڑھی جو رکوع و سجود کے اہتمام کے ساتھ مختصر اور ہلکی نماز پڑھاتا ہو۔ (بخاری صفحہ ۹۸، کنز العمال جلد۸ صفحہ۲۷۳)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ سنن و مستحبات کی رعایت میں بھی ہلکی نماز ہو سکتی ہے جسے اہل علم جانتے ہیں مثلاً سورہ ملک یا نوح دونوں رکعت میں پڑھ لے۔ کبھی کچھ طویل کرے کبھی مختصر پڑھادے۔ جیسا وقت دیکھے جیسی مصلحت سامنے ہو ان امور کی رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھائے۔

امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ اپنی دعاؤں میں سب کو شریک کرے

حضرت ثوبان رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ کا بندہ ایسی امامت نہ کرے جس میں صرف اپنے لئے مخصوص دعا کرے ایسا کرنا خیانت ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۶)

فَائِدَہ: آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے فرمان مبارک کے کئی مطلب ہیں:

1. جمع کا صیغہ استعمال کرے واحد کا استعمال نہ کرے۔
2. ایسی دعا نہ کرے جس کا تعلق صرف اس کی ذات سے ہو۔ بلکہ ایسی دعا کرے جس میں تمام عامۃ المؤمنین شامل ہوں۔ (درس ترمذی صفحہ ۱۳۰)

عموماً قرآنی اور احادیث کی دعائیں ایسی ہی عام ہیں جس کا تعلق کسی مخصوص فرد سے وابستہ نہیں بلکہ پوری امت کے حق میں ہے۔

مقتدی کی رعایت میں نماز مختصر فرما دیتے

حضرت انس بن مالک رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے میں نماز شروع کرتا ہوں اور

چاہتا ہوں کہ نماز لمبی پڑھوں پھر بچوں کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ جانتا ہوں کہ بچوں کے رونے سے ان کی والدہ کو تکلیف ہوگی۔ (بخاری صفحہ ۹۸)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور بچوں کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ ان کی ماؤں کی تکلف کو نامناسب سمجھتے ہوئے۔

(نسائی صفحہ ۱۳۳)

ابن سابط سے مرسلا منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور ساٹھ آیتیں پڑھیں بچے کے رونے کی آواز کان میں آئی۔ تو رکوع فرما دیا۔ پھر دوسری رکعت میں دو ہی پر رکوع فرما دیا۔ (دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۸۶)

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی تو قصار مفصل کی دو سورتوں پر ہی اکتفا کیا آپ سے معلوم کیا گیا تو فرمایا میں نے آخر صف سے کسی بچے کے رونے کی آواز سنی تو میں نے پسند کیا کہ اس کی ماں (کے ذہن) کو فارغ کر دوں۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۶۵)

کمزور بیمار کی رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھانے کا حکم

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو ہماری امامت کرے اسے چاہئے کہ رکوع وسجود کو اطمینان کے ساتھ ادا کرے۔ اور ہم میں کمزور بوڑھے راہ گزر مسافر اور اہل حاجت لوگ بھی ہوتے ہیں ہم لوگ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۷۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو نماز ہلکی کرے کہ اس میں بوڑھے کمزور اور بیمار بھی ہوتے ہیں۔ اگر اکیلے پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے۔ (مسند ابن عبدالرزاق صفحہ ۳۶۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن العاص کو طائف کا امیر و گورنر بنا کر بھیجا تو آخری وصیت جو ان کو آپ نے کی تھی وہ یہ تھی کہ نماز ہلکی پڑھائیں۔ (مسند ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۶۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام کے شدت سے تخفیف ہلکی نماز پڑھانے کو فرماتے

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں صبح کی نماز میں اسی وجہ سے شریک نہیں ہوتا کہ فلاں صاحب (جو امام ہیں) لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ (یہ سن کر) آپ نے اس دن غضب ناک ہو کر ایسی وعظ فرمائی کہ میں نے ایسی وعظ آپ کی کبھی نہیں دیکھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو تم میں سے بعض ایسے ہیں جو لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں تم میں سے جو بھی امامت کرے ہلکی

مختصر نماز پڑھائے کہ اس میں (جماعت میں) کمزور بوڑھے اور ضرورت مند رہتے ہیں۔

(ابن ماجہ صفحہ ۶۹، ابن ابی شیبہ صفحہ ۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز ہلکی مختصر پڑھایا کرو۔ چونکہ اس میں تمہارے کمزور بوڑھے اور اہل ضرورت رہتے ہیں۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۱۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل نے اپنے لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھائی تو لمبی کر دی تو ہمارے (مسلمین) میں کا ایک آدمی الگ ہوگیا اور خود نماز پڑھ لی۔ حضرت معاذ کو خبر ہوئی تو انہوں نے کہا کہ یہ منافق ہوگیا ہے جب اسے یہ خبر پہنچی تو یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو حضرت معاذ نے کہا تھا وہ بتایا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ سے فرمایا اے معاذ تم بہت فتنہ والے ہو (یعنی لوگوں کو پریشان اور مصیبت میں ڈالنے والے) جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو **والشمس و ضحهاء سبح الاسم ربك الاعلى والليل اذا يغشى اقراء باسم ربك** (جیسی متوسط نہ لمبی نہ بہت چھوٹی) پڑھا کرو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت معاذ نے فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں سورہ بقرہ (ڈھائی پارے کے قریب) پڑھ دیا۔ ایک اعرابی بھی پیچھے تھا جو اونٹ سے پانی کھینچنے کا کام کرتا تھا دوسری رکعت میں اعرابی نے حضرت معاذ کو چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھ لی۔ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کی گئی اس نے جواب دیا مجھے اپنے اونٹ کا خوف تھا۔ اور میں اہل وعیال کے لئے محنت کرتا ہوں (جس کی وجہ سے میں تھک جاتا ہوں اور طویل نماز میں برداشت نہیں کر پاتا ہوں) تو حضرت معاذ سے آپ نے فرمایا ہلکی نماز پڑھاؤ کہ اس میں (جماعت میں) کمزور بوڑھے اور ضرورت والے حضرات رہتے ہیں پریشانی میں ڈالنے والے مت بنو۔

(مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۱۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے حضرت اُبی قبا والوں کو نماز پڑھاتے تھے (ایک مرتبہ) طویل سورہ شروع کردی۔ انصاری ایک غلام نماز میں تھے۔ جب اس نے دیکھا کہ لمبی سورت شروع کردی تو یہ نماز سے نکل گئے۔ اور وہ اونٹنی سے سیرابی کا کام کرتے تھے۔ جب ابی کو لوگوں نے غلام کے الگ ہونے کا واقعہ بتایا تو ابی بہت غصہ ہوئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے غلام کی شکایت کی اور غلام نے بھی آکر اپنی شکایت کی۔ یہ سن کر آپ بہت غصہ ہوئے یہاں تک کہ غصہ کے آثار آپ کے چہر پر نمایاں ہوگئے آپ نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ لوگوں کو نفرت میں ڈالتے ہیں جب نماز پڑھاؤ تو ہلکی مختصر نماز پڑھاؤ کہ تمہارے پیچھے کمزور بوڑھے بیمار اور اہل ضرورت (کوئی کام لگا رہتا ہے اسے چھوڑ کر نماز کو آتے ہیں) رہتے ہیں۔

(فتح الباری صفحہ ۱۹۸، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۷۲)

فائدہ: ان جیسی روایتوں سے معلوم ہوا کہ امام کو مقتدی کی رعایت کرتے ہوئے مسنون قرأت کے ساتھ ہلکی

اور مختصر نماز اس طرح پڑھانی چاہئے کہ رکوع وسجود میں جلسہ وغیرہ میں طمانیت اور اہتمام ہو۔ ہلکی اور مختصر کا یہ مطلب نہیں کہ مستحب اور مسنون طریقے چھوڑ دیئے جائیں۔ پھر تو نماز ہی مکروہ ہو جائے گی مثلاً یہ کہ طویل قرأت سورہ آل عمران نساء توبہ وغیرہ نہ پڑھ کر سورہ ملک سورہ عبس وغیرہ پڑھے تخفیف کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مسنون قرأت مثلاً سورہ الم وسجدہ اور دہر جمعہ کی صبح میں چھوڑ دے بلکہ یہ سورہ تخفیف قرأت میں داخل ہے۔ جس نے تخفیف کا حکم دیا ہے اسی نے اس پر مداوت فرمائی معلوم ہوا کہ یہ طویل ممنوع میں داخل نہیں ملاعلی قاری نے بیان کیا کہ خفت کا مطلب طویل قرأت سے بچنا ہے۔ اسی طرح لمبی دعاؤں اور زائد تسبیحات سے بچنا ہے۔ اسی طرح مد وغیرہ کے طول سے احتیاط مراد ہے۔ (مرقاۃ جلد۳ صفحہ۹۶)

اسی طرح امامت میں تسبیح بھی تین مرتبہ پڑھے حافظ نے ذکر کیا کہ امام تین مرتبہ سے زائد تسبیح نہ کرے۔ (جلد۲ صفحہ۱۹۹)

امامت کے مستحق کون لوگ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی امامت وہ کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو۔ اگر قرآن میں سب برابر ہوں تو پھر وہ کرے جو ہجرت میں پہلے ہوا گر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ کرے جو سنت سے زیادہ واقف ہو پھر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ کرے جو عمر زائد رکھتا ہے۔ (نسائی جلد۱ صفحہ۱۲۶، ابن ماجہ صفحہ۶۹)

فائدہ: خیال رہے کہ زیادہ قرآن پڑھا ہوا سے مراد اس عہد کا معروف قاری یا حافظ قرآن نہیں بلکہ دین اور فقہ کا زیادہ علم رکھنے والا مراد ہے۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اس زمانہ کے قرأ بلکہ قاری اس زمانے کے فقیہوں سے زیادہ مسائل سے واقف ہوتے تھے۔ اگر وہ (معروف قاری تو ہو مگر) مسائل صلوٰۃ سے واقف نہ ہو تو ہرگز آگے نہ بڑھایا جائے گا چنانچہ آج کل کے محض حفاظ قرآن ایسے ہی ہیں کہ مسائل نماز سے ناواقف ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ عمر زائد سے مراد بھی زیادہ مسائل کا واقف مراد ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں جس کی عمر زائد ہوتی تھی وہ علم کا زیادہ حامل ہوتا تھا زیادہ مسائل سے واقف ہوتا تھا۔ (فتح جلد۲ صفحہ۱۷۱)

افضل کو آگے بڑھانے کا حکم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے قوم کا امام اللہ پاک کا قاصد ہے۔ پس جو تم میں افضل ہے اسے آگے کرو۔ (المطالب العالیہ جلد۱ صفحہ۱۲۰)

فائدہ: علامہ عینی نے شرح بخاری میں ان جیسی تمام احادیث اور روایتوں کو سامنے رکھ کر افضلیت اور استحقاق کے اعتبار سے یہ ترتیب بیان کی ہے کہ اولاً امامت کا مستحق وہ ہے جو زیادہ علم رکھتا ہو امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور

جمہور علماء نے بیان کیا جو فقہی مسائل میں زیادہ واقفیت رکھتا ہے وہ اولیٰ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید کا قول ہے۔ ہم میں سب سے زیادہ اعلم حضرت ابوبکر تھے۔ (اسی وجہ سے آپ نے حضرت صدیق کو امام بنانے کی تاکید فرمائی) چنانچہ علامہ عینی نے ہمارے اصحاب اسی طرح جمہور علماء کا قول بیان کیا ہے کہ سنت فقہ اور احکام شرعیہ سے جو زیادہ واقف ہو اور بقدر ضرورت قرأت بھی جانتا ہو (یعنی گو فنی قاری اور حسن صوت کا حامل نہ ہو) اور حدیث پاک میں جو قرأ ہے اس سے مراد علم قرآنی ہے چونکہ اس زمانہ میں قرآن ہی علم کا معیار تھا (عرفی قاری مراد نہیں) علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ علم و قرأت میں سب برابر ہوں تو متقی پرہیزگار مستحق ہوگا اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہوگا وہ مستحق ہوگا۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۲۰۴)

مگر افسوس کہ آج کل اس ترتیب شرعی سے امامت کا انتخاب نہیں ہوتا بلکہ بیشتر حافظ قاری جو اچھی آواز کا حامل ہو اس کا انتخاب ہوتا ہے بعض مدارس میں عرفا قاری کا یا بسا اوقات تنخواہ کے تناسب کو برابر کرنے کے لئے امامت کا عہدہ دے دیا جاتا ہے۔ جو ترتیب شرع کے خلاف ہے عالم قاری کے مقابلہ میں محض حافظ اور قاری ہرگز نہیں ہوسکتے ذمہ داروں کو شرعی مسائل اور ترتیب سے واقف ہونا ضروری ہے۔ امامت کے لئے محض قاری کا انتخاب بالکل خلاف شرع ہے۔ موجودہ دور کے فتنوں میں سے یہ ہے کہ مساجد کی امامت میں فقہا کی بیان کردہ شرعی ترتیب کو بالکل ترک کردیتے اور اپنے احباب متعلقین اقرباء اعزہ کو ترجیح دیتے اور مقرر کرتے ہیں اور ان سے فائق اور لائق اور مستحق بالا امامت کو اپنے مفاد و مصالح کی وجہ سے اس کے لئے مقرر نہیں کرتے یعنی اپنے مصالح کو شرعی امور پر ترجیح دیتے ہیں۔

اہل علم و فضل امامت کے زیادہ مستحق ہیں؟

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض (وفات) میں مبتلا ہوئے اور مرض نے شدت اختیار کی تو فرمایا حضرت ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض (وفات) میں فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (بخاری صفحہ۹۳، نسائی صفحہ۱۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں حضرت صدیق اکبر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ وہ لوگوں کو نماز پڑھانے لگے۔ (بخاری صفحہ۱۱)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو حضرات انصار نے کہا کہ ایک امیر

ہمارے میں سے رہے گا۔ اور ایک امیر تمہارے (مہاجرین) میں سے رہے گا۔ حضرت عمر تشریف لائے اور فرمایا۔ (ڈانٹتے ہوئے) تمہیں نہیں معلوم کہ آپ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ تم میں سے کون جرأت کرتا ہے کہ وہ ابوبکر پر آگے بڑھے۔ لوگوں نے کہا خدا کی پناہ کہ ہم حضرت ابوبکر سے آگے بڑھیں۔
(نسائی صفحہ ۱۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت ابوبکر کی موجودگی میں دوسروں کو امامت کا حق نہیں۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

فائدہ: جو علم فضل تقویٰ میں آگے ہو وہی امامت کے زیادہ لائق ہے اسی وجہ سے محدثین نے باب قائم کیا ہے اہل علم و فضل امامت کے زیادہ مستحق ہیں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۳)

جو قرآن و سنت سے زیادہ واقف ہو وہ امامت کرے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مہاجرین اولین کی جماعت (جو آپ کی تشریف لانے سے قبل مدینہ آئی تھی) ان میں سالم حذیفہ کے مولی قبا میں امامت کرتے تھے۔ کہ وہ قرآن سے زیادہ واقف تھے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جو تم میں سے قرآن کا علم زیادہ رکھتا ہے وہ امامت کرے۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قوم کی امامت وہ کرے جو لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن پاک کا علم رکھتا ہو۔ (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۲۳۱)

ابومرثد سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے خوشی کی بات ہے کہ نماز قبول ہو جائے۔ پس اپنے علماء کو امام بناؤ کہ یہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد ہیں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۶۴)

غیر صالح کے لئے مناسب نہیں کہ متقین و صالحین کی امامت کریں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے۔ کوئی بادیہ نشین کسی مہاجر کی امامت نہ کرے۔ کوئی فاسق فاجر کسی مؤمن (صالح) کی امامت نہ کرے۔ ہاں مگر یہ کہ بادشاہ جبراً مسلط کر دے کہ اس کی تلوار یا کوڑے سے ڈرے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے لئے مناسب نہیں کہ حضرت ابوبکر کی موجودگی میں دوسرے امامت کریں۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمہارے لئے خوشی کی

بات ہے کہ تمہاری نماز قبول ہو جائے۔ پس تمہارا امام تمہارے میں سے بہتر شخص ہو کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد پیغام رساں ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۳، حاکم)

حضرت ابو اسامہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں خوشی کی بات ہے۔ پس چاہئے کہ تمہاری امامت وہ کرے جو تم میں سے بہتر ہو (یعنی دین و تقویٰ اور عمل صالح کے اعتبار سے)۔

(اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۲۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا امام بہتر لوگوں کو بناؤ کہ یہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد ہے۔ (نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱۶۲، دار قطنی صفحہ)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ امامت کے حقدار اہل صلاح ہیں جو علم زہد تقویٰ عمل صالح میں فائق ہوں امامت میں ترجیح کے لائق ہوں ایسوں کو امام بنانا چاہئے اور ایسوں کو ہی نماز میں آگے بڑھنے اور بڑھانے کا حق ہے۔ صالحین کے زمرہ میں غیر صالح کو امامت کا حق نہیں چاہئے کہ جماعت میں جو صالح ہوں ان کو امامت دی جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کو جو صلاح میں فائق تھے۔ امامت کے لئے فرمایا فاسق معصیت کبیرہ کے مرتکب ناجائز اور جائز کی پرواہ نہ کرنے والے حرام حلال کا خیال نہ کرنے والے کو امام بنانا اور ان کو خود بننا مکروہ ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۲۰۱)

خدانخواستہ ایسا امام بن جائے یا ہو جائے تو اس کے پیچھے جماعت ترک نہ کرے۔ اور سعی کرے کہ صالح امام متعین ہو جائے۔

اہل خانہ امامت کے زیادہ لائق ہے

حضرت عبداللہ بن حنظلہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ قیس بن سعد بن عبادہ کے گھر میں تھے اور ہمارے ساتھ حضرات صحابہ کرام بھی تھے۔ (جب نماز کا وقت آیا تو) میں نے کہا آگے بڑھیئے انہوں نے کہا میں نہیں پڑھاؤں گا۔ تو عبداللہ بن حنظلہ نے کہا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی اپنے بستر کا زیادہ حقدار ہے۔ آدمی اپنی سواری کا زیادہ حق دار ہے۔ اور آدمی اپنے گھر میں امامت کا زیادہ مقدار ہے۔ پس اس کے مولی کو حکم دیا آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۲۳۱، مجمع جلد ۲ صفحہ ۶۵)

علقمہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے گھر تشریف لے گئے نماز کا وقت آیا تو ابو موسیٰ نے کہا آگے بڑھوائے عبدالرحمٰن آپ عمر میں ہم سے بڑے ہیں اور علم میں زائد ہیں انہوں نے کہا آپ آگے بڑھیئے میں آپ کے گھر آیا ہوں اور آپ کی جائے عبادت میں آیا ہوں آپ زیادہ حق دار ہیں پس ابو موسیٰ آگے بڑھے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۶۶)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کسی کے گھر میں امامت نہ کرے۔ (مختصر امسلم جلدا صفحہ ۲۳۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اہل خانہ امامت کے زیادہ لائق ہے لیکن خیال رہے یہ اس وقت ہے جب کہ اہل خانہ اور مہمان دونوں یکساں مرتبہ کے ہوں۔ اگر اہل خانہ جاہل ہو۔ مسائل شرع سے ناواقف ہو۔ مقطوع اللحیہ ہو۔ شریعت سے آزاد لوگوں میں ہو اور مہمان صالح نیک لوگوں میں سے ہو تو نیک و صالح کو امامت کرنی چاہئے۔ تاکہ نماز درست رہے۔ خراب نہ ہو۔

اہل محلّہ اور اہل بستی امامت کے زیادہ لائق ہیں

حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی کسی کی ملاقات کو جائے تو وہ ان میں امامت نہ کرے۔ (نسائی جلدا صفحہ ۱۲۷)

نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر مدینہ کے اطراف کے کسی مسجد کے قریب ان کی زمین تھی تشریف لے گئے تھے اس مسجد میں جب اقامت ہوئی۔ لوگوں کو معلوم ہوا حضرت ابن عمر یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں تو ان کو نماز پڑھانے لے گئے۔ اس مسجد کے امام ان کے غلام تھے۔ نمازی اور یہ اسی جگہ کے باشندے تھے۔ مسجد کے امام نے ان کو امامت کے لئے کہا تو اس پر حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ تم اپنی مسجد میں امامت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہو۔ چنانچہ اس نے نماز پڑھائی۔ (مسند امام شافعی جلدا صفحہ ۳۰، اعلاء السنن صفحہ ۲۱۱)

فائدہ: علاقے اور محلے کی مسجد کا امام مقدم ہے باہر سے آنے والے کے مقابلہ میں لہٰذا جس محلے اور قوم میں کوئی جائے۔ وہاں امام متعین ہے تو اس امام پر آنے والے کو فوقیت نہ ملے گی وہاں کے امام یا محلے کے لائق امامت لوگ امامت کے لائق ہوں گے۔ ہاں اگر وہ ان کو آگے بڑھائے اصرار کرے ان کے اکرام میں ایسا کرے تو پھر تو وارد شخص کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہاں اگر محلے کا امام فاسق یا جاہل ہو۔ اور آنے والا عالم اور صالح ہو تو ایسی صورت میں یہ حقدار امامت ہے۔ اور لوگوں کو ضروری ہے کہ اسے امامت کے لئے آگے بڑھائیں۔

جس امام سے مقتدی لوگ ناراض ہوں ان کی امامت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی کی نماز اللہ پاک قبول نہیں فرماتے۔ ایک تو وہ جو قوم کی امامت کرے اور قوم اس سے ناراض ہو۔

(ابوداؤد صفحہ ۸۸، ابن ماجہ صفحہ ۶۸)

حضرت جنادہ سے مروی ہے کہ جس کی امامت سے قوم ناراض ہو اور وہ ان کی امامت کرے تو اس کی نماز

گردن سے بھی اوپر نہیں جاتی۔ (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۵۹۰)

فَائِدَہ: حدیث پاک میں اس امام کو جس سے اس کے مقتدی ناراض ہوں نماز پڑھانے سے منع کیا گیا اس سے مراد ایسی ناراضگی ہے جو دین کی بنیاد پر ہو۔ مثلاً امام فاسق و فاجر ہو آزاد ہو لاپرواہ ہو یا سوء عقیدہ کا حامل ہو یا سنت وغیرہ کی رعایت نہ کرتا ہو۔ تب ایسی ناراضگی کا اعتبار ہے۔ اگر دنیاوی عداوت یا مخالفت ہو یا اس میں نفس کو دخل ہو یا ایک دو آدمی ناراض ہوں تو اسی قسم کی ناراضگی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ایسے امام کی امامت مشروع ہے۔ جیسا کہ ملاعلی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے۔ **"ای کارھون ببدعتہ او فسقہ او جھلہ"** کہ امام کے فسق جہالت بدعت سے قوم ناراض ہو نہ کہ دنیاوی وجہ سے **"اما اذا کان بینہ وبینھم کراھۃ وعداوۃ بسبب امر دنیوی فلا یکون لہ"** (مرقات جلد ۲ صفحہ ۹۱)

مزید ملاعلی قاری نے لکھا ہے کہ کثیر مقدار جہلاء کی ناراض ہوں تب بھی ان کا اعتبار نہیں ہاں اہل علم وفضل ناراض ہوں تو ایسے امام کی امامت مکروہ ہے۔ **"ولعلہ محمول علی اکثر العلماء فلا عبرۃ بکثرۃ الجاھلین"** (جلد ۲ صفحہ ۹۲)

عموماً آج کل ناراضگی اگر ہوتی ہے تو دنیاوی اور نفس کے دخل سے ہوتی ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر اسے دینی رخ اور جہت دے کر فتنہ پھیلایا جاتا ہے جو ایک مکروہ نامناسب حرکت ہے۔

جو امام حکومت اسلامیہ یا اہل محلّہ وقوم کی جانب سے ہو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امیر کی اطاعت کرو۔ ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو۔ میرے اصحاب میں سے کسی کو برا مت کہو۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۶۷، اعلاء صفحہ ۲۰۵)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین امور (سنت) میں سے ہیں۔ ہر امام کے پیچھے تمہاری نماز ہو۔ تمہاری نماز ہو جائے گی گناہ اس کے ملے گا۔ ہر امیر کے ساتھ جہاد کرو۔ تم کو ثواب ملے گا گناہ اس کے سر ہو گا۔ (دار قطنی صفحہ ۵۷)

مکحول کے واسطے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امیر (مسلم) کے ماتحت جہاد واجب ہے۔ خواہ صالح ہو یا فاسق تم پر نماز واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے خواہ نیک و صالح ہو یا فاسق گنہ گار۔ خواہ وہ کبائر کا ارتکاب کیوں نہ کرتا ہو۔ (دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۵۶، ابوداود، نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۱۶۳)

فَائِدَہ: خیال رہے حکومت اسلامیہ یا جماعت المسلمین یا اہل محلہ یا مسجد کی کمیٹی کی جانب سے جو امام متعین ہو جائے اہل انتظام جس شخص کو امامت کے لئے منتخب کر لیں۔ اور قریب میں کوئی ایسی مسجد نہ ہو جہاں اس سے بہتر امام ہو۔ تو ایسی صورت میں گھر یا دوکان میں تنہا نماز نہ پڑھے۔ اور اسی طرح جماعت کے ختم ہونے کا انتظار نہ

کرے۔ بلکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے چونکہ آپ ﷺ نے ہر مؤمن و مسلم خواہ گنہ گار ہی صحیح اس کے پیچھے نماز پڑھ لینے کا حکم دیا ہے اس لئے جماعت چھوڑ دینا یا اپنی جماعت الگ سے مسجد میں بنانا آپ کی تعلیم کے خلاف گمراہی اور ضلالت کی بات ہے۔ جو بات سنت اور شریعت کے خلاف ہو اس پر جمے رہنا ضد کرنا اسی طرح کلمہ گو کو کافر قرار دے کر اپنے نفس کی اور ہوس کی اتباع کرنا مسلم و مؤمن کو زیبا نہیں دراصل اس میں عموماً عناد باعث ہوتا ہے۔ اور مؤمن کی شان عناد نہیں ہاں مگر یہ ذہن میں رہے اس فاسق و فاجر کا امام ہونا اور بنا درست نہیں۔ آپ کی تعلیم اور ارشاد کے خلاف ہے۔ مگر پڑھنے والا تا کہ جماعت سے الگ نہ ہو جماعت کا ثواب پائے گا۔ آپ کی اتباع کا آپ کے قول پر عمل کرنے کا ثواب پائے گا اسی طرح ذمہ داروں کو ایسا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ سعی کرے کہ ایسا امام بدل جائے اور صالح آجائے۔

ہر فاسق و فاجر غیر متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر نیک و صالح اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھ لو اور ہر نیک اور فاجر کی نماز جنازہ پڑھو۔ ہر نیک و فاجر کی ماتحتی میں جہاد کر لو۔

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۵۷، ابوداؤد صفحہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہر امیر کے ساتھ جہاد تم پر واجب ہے خواہ نیک ہو یا برا نماز تم پر ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے خواہ نیک ہو یا فاجر اگرچہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۳۴۳، سنن کبریٰ صفحہ)

عبدالکریم البکار کہتے ہیں کہ میں نے دس نبی پاک ﷺ کے اصحاب کو دیکھا کہ وہ ظالم خلفاء اور حاکم کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (نیل الاوطار صفحہ، البخاری فی تاریخہ)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر کسی وجہ سے امام مسجد فاسق اور گنہ گار ہو۔ یا ہو جائے تو اس کے پیچھے جماعت کا نہ پڑھنا یا چھوڑ کر تنہا پڑھنا ممنوع ہے۔ اس سے اسلام کی اجتماعیت اور اتحادیت کا شیرازہ منتشر ہوتا ہے جو اساس اسلام کے خلاف ہے۔ فاسق سے مراد وہ ہے جس کا گناہ کبیرہ میں مرتکب ہونا لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ اور شہرت ہو جائے۔ مثلاً داڑھی کا مونڈنا، سودی کاروبار کرنا۔ اعلانیہ ٹی وی دیکھنا، کھلم کھلا رشوت لینا وغیرہ۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ایسوں کو امام منتخب کرنا اور بنانا خواہ متولی ہو یا ذمہ داران محلہ مسجد ہوں درست نہیں کہ آپ ﷺ نے نیک و صالح کو امام بننے اور بنانے کا حکم دیا ہے لیکن کسی وجہ سے ایسا امام بن جائے یا ہو جائے تو اس کے پیچھے جماعت ترک نہ کرے بلکہ سنجیدگی سے سعی کرے کہ ایسا امام بدل دیا جائے کہ فاجر کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ ہاں مگر مکروہ ہوتی ہے اس کی کراہت میں کوئی اختلاف نہیں اعلاء السنن میں ہے "اما کراھة الصلاة خلف

الفاجر فلا خلاف ذلك" (صفحہ۲۰۳)

مگر مکروہ کی وجہ سے جماعت جو واجب ہے اس کے ترک کی اجازت نہ ہوگی۔ ہاں حتی الامکان والوسعہ اس کراہت کے دور کرنے کی سعی اور کوشش لازم ہوگی۔ خوب سمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام فاسق وظالم امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا حجاج یوسف کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔
(تلخیص صفحہ ۴۵، بخاری، نیل الاوطار صفحہ ۱۶۳، اعلاء صفحہ ۲۰۶)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مروان کے پیچھے عید کی نماز پڑھی۔ (نیل صفحہ ۱۶۳)

حضرت حسن وحسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مروان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔
(اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۲۰۶، مسند عبدالرزاق صفحہ ۳۰۶)

عبیداللہ بن عدی کہتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آئے جب کہ (بلوائیوں کے) فتنہ میں محصور تھے کہ آپ تو تمام لوگوں کے امام ہیں اور آپ پر جو حادثہ (بلوائیوں کا فتنہ) پیش آیا ہے، ہم دیکھ رہے ہیں اور بلوائیوں کا امام نماز پڑھا رہا ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے (یعنی ہم اس کے پیچھے نماز پڑھنا پسند وگوارا نہیں کرتے ہیں) تو فرمایا نماز پڑھنا انہیں کے ساتھ بہتر ہے جس کے پیچھے عام لوگ پڑھیں۔ (بخاری صفحہ ۹۶)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حجاج کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔ (مرقات صفحہ ۹۳)

ابراہیم نخعی اور خیثمہ حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ (مسند عبدالرزاق صفحہ ۳۸۵)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگر ظالم وفاسق امام جماعت بن جائے تو اس کے پیچھے نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی جائے۔ حضرات صحابہ کی جماعت نے ظالم فاسق امراء اور حکام کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ظالم امراء کے ہونے کی پیشینگوئی بھی فرمائی اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بھی دیا چنانچہ حضرت انس، حضرت ابن عمر، حضرت حسن وحسین، حضرت ابوسعید خدری، نعمان بن بشیر اور اس کے علاوہ بکثرت صحابہ کا فاسق حکام کا پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہے۔ حضرت عثمان غنی نے بلوائیوں کے فاسق وظالم امام کے پیچھے نماز کی اجازت دی حجاج کے فسق میں کوئی شبہ نہیں اسی طرح مروان۔ (اعلاء صفحہ ۲۰۶)

اس کے پیچھے صحابہ کرام کے جم غفیر نے جو اس جگہ موجود تھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ (کذا فی المرقات صفحہ ۹۳)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ وہ ظالم تھا اور اس کے ظالمانہ قتل کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۲۲)

علامہ شعرانی کی رائے یہ ہے کہ صحابہ اس ظالم کے فتنہ کے خوف سے پڑھتے تھے۔ لہٰذا صالح امام کے پیچھے

پڑھ سکتا ہو اور اس میں کوئی فتنہ نہ ہو تو صالح امام کے پیچھے پڑھے چونکہ آپ نے صالح کو امام بنانے کے لئے فرمایا۔ (کشف الغمہ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اولیٰ ہے ترک جماعت سے۔
(فتح صفحہ ۱۹۰، عمدہ صفحہ ۲۳۲)

علامہ عینی نے لکھا ہے اگر فاسق اور مبتدع کے پیچھے نماز پڑھے گا تو جماعت کا ثواب پالے گا ہاں مگر اہل تقویٰ کے پیچھے کے نماز کا ثواب نہ ملے گا۔ عینی نے لکھا ہے کہ ایسوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

فاسق کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہوتی ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۶)

لہٰذا اعادہ اور لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

ہر مؤمن کے پیچھے خواہ فاسق ظالم ہو نماز پڑھنا اہل سنت کی علامت ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ ہر نیک و فاجر کے پیچھے نماز پڑھو۔
(تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۲۶، دار قطنی)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے پیش نظر متکلمین اہل عقائد نے بیان کیا کہ اہل سنت والجماعۃ جس کے فرقہ ناجیہ ہونے کی آپ نے شہادت دی ہے علامت ہے کہ وہ ہر صالح اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لے۔

فن عقاید کی مشہور اساسی کتاب شرح عقائد میں ہے۔ "**صلوا حلف کل برو وفاجر ولان علماء الامة کانو یصلون خلف الفسقة واهل الاهواء والبدع من غیر تنکیر.**" (صفحہ ۱۵۹)

فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کی شرح بحر الرائق میں علامہ ابن نجیم نے اہل سنت والجماعت جو جمہور مسلمین کے نزدیک احادیث کے پیش نظر فرقہ ناجیہ ہے کی بنیادی علامتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "**ویصلی خلف کل امام بر وفاجر**" اور یہ کہ ہر امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اہل قبلہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھر میں یا بیٹھک میں یا دوکان پر اپنی الگ نماز پڑھتے ہیں اور اپنی جماعت الگ کرتے ہیں۔ اہل سنت کے اصول کے خلاف کر رہے ہیں۔ اہل سنت کے اصول میں اس کی گنجائش نہیں۔

ہاں اگر وہ اجماع مسلمین سے دائرہ اسلام سے خارج ہوں تو ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں جیسے غالی شیعہ اور

مرزائی، قادیانی اور دیہاتی عقیدے کے حامل کہ ان کے پیچھے نماز ہی نہ ہوگی۔

اسی طرح ایسا بدعقیدہ جو شرکیہ افعال کا مرتکب رہتا ہو۔ عموماً بے پرواہ بدعتی اور جاہل شرک خفی کے مرتکب ہو جاتے ہیں اگر کوئی فتنہ نہ ہو اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبوری نہ ہو تو افتراق سے بچتے ہوئے کسی صالح متقی کے پیچھے نماز پڑھا کرے چونکہ حضرات صحابہ ظالم کے پیچھے پڑھتے تھے نہ کہ بدعقیدہ اور شرکیہ افعال کے مرتکب کے پیچھے پڑھتے تھے۔

بالغ اور بڑے کو امامت کرنے کا حکم فرماتے

حضرت مالک بن الحویرث کہتے ہیں کہ میں اور میرے ایک ساتھی نے جب واپس ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آجائے تو اذان دو تکبیر کہو اور جو بڑا ہو امامت کرے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ کوئی نابالغ امامت نہ کرے تاوقتیکہ بالغ نہ ہو جائے۔ اور اذان وہ دے جو تم میں صالح ہو۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اپنے بے وقوفوں کو اور بچوں کو نماز میں آگے مت کرو اور نہ جنازہ میں آگے بڑھاؤ کہ یہ (امام) اللہ کی طرف قاصد ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین نے اس بات سے منع کیا ہے کہ قرآن دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں۔ (تراویح وغیرہ میں) اور یہ فرمایا کہ سوائے بالغ کے کوئی امامت نہ کرے۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۳)

محمد بن ابی سوید نے مقام طائف میں ماہ رمضان المبارک میں کسی نابالغ کو امام بنا دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر (اپنے گمان کے اعتبار سے) خوش خبری سنائی تو حضرت عمر غضب ناک ہوئے اور خط لکھا یہ درست نہیں کہ تم نے نابالغ بچے کو امام بنا دیا۔ (ابن عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۹۸)

حضرت عطاء اور حضرت ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ کسی بچے کو امام نہ بنایا جائے تاوقتیکہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

(ابن عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۹۸)

حضرت مالک بن الحویرث سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان دے اور جو بڑا ہے وہ امامت کرے۔ (مختصر مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۶، بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ امامت بڑا شخص کرے۔ چھوٹے بچے اور نابالغ جو اصطلاح میں صغیر کہلاتا ہے اس کی امامت درست نہیں اس کی امامت نفل اور تراویح میں بھی درست نہیں۔ چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے۔ "لا یجور لرجال ان یقتدوابامراۃ وصبی" اور اس کی شرح عنایہ ہے "لا یجوز اقتداء البالغ

بالصبی. زکذا فی النفل المطلق عند ابی یوسف. والمختار قول ابی یوسف" (فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۳۵۸)

صحیح مفتیٰ بہ قول ہے کہ فرض، نفل اور تراویح میں نابالغ کی امامت جائز نہیں ہے۔

عورتوں کو امامت کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے عورتوں کی جماعت میں ہاں مگر یہ کہ مسجد میں جماعت جہاں ہوتی ہو۔ (مجمع الزوائد صفحہ)

جابر بن عبداللہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عورتیں مردوں کی امامت نہ کریں۔
(اعلاء جلد۴ صفحہ ۲۰۲، سنن کبریٰ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عورتوں کو امامت کرنے سے منع فرمایا ہے۔
(مدونہ امام مالک جلد ۱ صفحہ ۸۶، اعلاء السنن جلد۴ صفحہ ۲۱۵)

فائدہ: عورتوں کی امامت کو آپ ﷺ پسند نہ فرماتے اور اسے کراہیت فرماتے اسی وجہ سے آپ نے فرمایا عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے۔ ہاں البتہ آپ نے اس وقت جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ ظاہر ہے کہ مسجد جماعت میں مردوں ہی کی امامت ہوتی ہے۔ لہٰذا عورتوں کی امامت درست نہیں۔ مزید یہ کہ آپ نے عورتوں کو پچھلی صف میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ اور امامت کی صورت میں وہ آگے بڑھیں گے۔ جو آپ کی تعلیم کے خلاف ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ عورتیں حافظ ہونے کی صورت میں تراویح کی امامت عورتوں میں بھی نہیں کرسکتیں اگر کریں گی تو مکروہ تحریمی ہوگی۔

مردوں کے لئے صرف غیر محرم کی امامت ممنوع ہے

حضرت ابی بن کعب نبی پاک ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا میں نے رات ایک کام کیا (جس کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھا) آپ نے فرمایا وہ کیا عرض کیا کہ گھر کی عورتوں نے کہا کہ تم قرآن پاک پڑھے ہوئے ہو (زبانی یاد ہے) ہم لوگ نہیں پڑھے ہیں ہمیں تو نماز پڑھا دو۔ چنانچہ ہم نے آٹھ رکعت نماز پڑھا دی ابی کہتے ہیں کہ آپ یہ سن کر خاموش رہے ہم نے سمجھ لیا کہ آپ کی خاموشی رضاء ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مسجد سے تشریف لاتے تو ہم لوگوں کو نماز (نفل) پڑھاتے۔ (اعلاء السنن جلد۴ صفحہ ۲۸۴)

فائدہ: آپ ﷺ نے اہل خانہ کے ساتھ جماعت کی۔ اسی طرح حضرت ابی بن کعب نے بھی اپنے گھر والوں کی امامت کی صرف غیر محرم عورتوں کو نماز پڑھانا مکروہ ہے۔ پس ایسی جماعت جس میں صرف غیر محرم عورتیں ہوں۔ کوئی رشتہ دار محرم بہن وغیرہ یا کوئی مرد وغیرہ نہ ہو تو مکروہ اور ممنوع ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۱ صفحہ ۲۸۴)

آپ ﷺ مسافر ہوکر مقیم کی امامت فرمالیتے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی آپ ﷺ نے سفر کیا تو دو رکعت نماز پڑھی یہاں تک کہ واپس آگئے اور فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ میں قیام اٹھارہ راتیں رہیں تو دو، دو رکعت پڑھاتے تھے۔ سوائے مغرب کے پھر (سلام کے بعد) فرمادیتے تھے۔ اے اہل مکہ تم کھڑے ہو جاؤ اور بقیہ دو رکعتیں پوری کرلو۔ ہم مسافر ہیں۔ (تلخیص جلد۲ صفحہ ۴۸، الفتح جلد۵ صفحہ ۱۱۳، نیل الاوطار جلد۳ صفحہ ۱۶۶)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب مکہ تشریف لاتے تو دو رکعتیں نماز پڑھاتے اور پھر فرماتے اے اہل مکہ تم اپنی نماز پوری کرلو۔ ہم مسافر لوگ ہیں۔ (موطا امام مالک صفحہ ۵۲)

حضرت ابن عمر مکہ تشریف لائے لوگ ان کے پاس آئے نماز کا وقت ہوگیا تو انہوں نے امامت کی اور (دو رکعت) نماز پڑھائی اور لوگوں سے کہا اپنی نماز پوری کرلو۔ (مسند عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۳۹۳)

فائدہ: آپ ﷺ نے مسافرت کی حالت میں نماز پڑھائی اور پیچھے مقیم لوگ رہے اس سے معلوم ہوا کہ مسافر مقیم کی امامت کرسکتا ہے۔

ایسی صورت میں مسافر دو رکعت پر سلام پھیر لے گا اور مقیم سے کہہ دے گا کہ وہ اپنی دو رکعت پوری کرلیں جیسا کہ آپ نے کیا اور مقیم ان دو رکعتوں میں قرأت نہیں کریں گے خاموش قیام کرکے رکوع کرلیں گے۔

مسافر مقیم امام کے پیچھے پوری چار رکعت پڑھیں گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کیا مسافر جب تنہا پڑھے گا۔ تو دو رکعت پڑھے گا اور مقیم کی اقتداء میں پڑھے گا، تو چار رکعت پڑھے گا۔ فرمایا ہاں۔ یہی سنت ہے۔

حضرت موسیٰ ابن سلمہ نے حضرت ابن عباس سے کہا ہم لوگ جب آپ کے ساتھ (مقیم امام کے ساتھ) پڑھیں گے تو چار رکعت پڑھیں گے اور جب آپ نہیں رہیں گے تو دو رکعت پڑھیں گے فرمایا ہاں آپ ﷺ کی یہی سنت ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ ۵۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسافر جب مقیم کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو پوری چار رکعت پڑھے گا امام کے ساتھ پوری نماز پر ساتھ میں سلام کرے گا۔

اگر کوئی جاہل یا مفسد صلوٰۃ امام ہوجائے تو

قبیلہ طئی کے ایک شیخ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری مسجد سے گزر رہے تھے (کہ نماز کا وقت ہوگیا) ایک آدمی آگے بڑھا اور سورہ فاتحہ کے بعد "نحج بیت ربنا الخ" (غیر قرآن) پڑھنے لگا اس پر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "ما سمعنا بهذا في الملة الآخرة" پڑھ کر نماز چھوڑ کر چلے آئے۔
(مجمع الزوائد صفحہ ٦٦)

فائدہ: یعنی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا اتفاق ہوگیا جس کی نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے قرآن پاک صحیح نہیں پڑھ پاتا ہے۔ کوئی حرف زائد کر دیتا ہے کوئی حرف کم کر دیتا ہے عمل کثیر کا مرتکب ہو جاتا ہے سجدوں میں دونوں پیر اٹھائے رکھتا ہے اپنی جہالت یا نادانی کی وجہ سے فساد صلوٰۃ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ یا طہارت کا اہتمام نہیں کرتا۔ سردی کے زمانہ میں وضو صحیح نہیں کرتا اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں اس کی جماعت میں شریک ہونے کا موقعہ مل جائے۔ تو دوبارہ اپنی نماز پڑھ لے اور ایسے امام کے پیچھے نماز میں شریک نہ ہو۔

امام کی کوتاہی اور گڑبڑی کا اثر مقتدی پر نہ ہوگا

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو لوگوں کی امامت کرے۔ اگر اس نے نماز صحیح پڑھائی تو اس کی بھی صحیح اور مقتدی کی بھی صحیح۔ اور اگر امام نے کوتاہی کی تو مقتدی کی نماز تو صحیح رہے گی باقی گناہ امام کو ہوگا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ٦٨)

ابو علی ہمدانی کہتے ہیں کہ میں ایک کشتی میں سوار تھا اس میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی (صحابی) بھی تھے جب نماز کا وقت آیا تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ ہماری امامت کیجئے اور کہا کہ آپ ہمارے درمیان سب سے زیادہ مستحق ہیں آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ تو انہوں نے انکار فرما دیا اور کہا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ جو لوگوں کی امامت کرے۔ اگر ٹھیک پڑھائی تو اس کی بھی صحیح اور لوگوں کی بھی اگر کوئی گڑبڑی کی تو امام کے ذمہ ہوگی مقتدی کے ذمہ نہیں ہوگی۔ (ابن ماجہ صفحہ ٦٩)

فائدہ: اگر مسئلہ کے خلاف کیا تو اس کا ذمہ دار اور مواخذہ امام سے ہوگا۔

اگر امام سنن و مستحبات کی رعایت نہ کرتا ہو تب بھی جماعت نہ چھوڑے

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ ایک امام ہے جو نماز کو ٹھیک سے ادا نہیں کرتا ہے تو کیا اس سے الگ ہو کر (اکیلے) نماز پڑھ لیا کروں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں ان کے ساتھ ہی نماز پڑھو (یعنی جماعت چھوڑ کر تنہا نہ پڑھو)۔

حضرت اعمش نے حضرت علقمہ سے پوچھا کہ ہمارا امام اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتا ہے تو علقمہ نے جواب دیا۔ لیکن ہم تو اپنی نماز کو مکمل کریں گے۔ یعنی ہم تو جماعت ہی کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ (الگ تنہا نہیں پڑھیں گے)۔ (مصنف ابن عبد الرزاق صفحہ ۳۸۹)

فَائِدَۃ: سنن و مستحبات کا جاننے والا امام رکھے تا کہ وہ سنن مستحبات کی رعایت کے ساتھ نماز پڑھائے اگر ایسا امام نہ ہوتب بھی مستحب کی وجہ سے جماعت جو واجب ہے اسے نہ چھوڑے۔

امام پر اعتراض اور تنقید نہ کیا کرے

جابر بن سمرہ نے بیان کیا کہ کوفہ والوں نے حضرت سعد بن وقاص کے متعلق حضرت عمر سے شکایت کی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے (ہلکی اور جلدی پڑھاتے ہیں) تو حضرت عمر نے ان سے پوچھا تو حضرت سعد نے جواب دیا۔ میں ایسی ہی نماز پڑھاتا ہوں جیسی نماز حضور پاک ﷺ پڑھایا کرتے تھے کہ شروع کی دو رکعت میں سورہ پڑھا کرتے تھے اور آخری کی دو رکعت میں سورہ کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا تمہارے بارے میں ایسا ہی گمان تھا کہ (نماز سنت کے مطابق پڑھایا کرتے ہوگے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ۲۶۱)

فَائِدَۃ: اپنے بڑوں پر خصوصاً دینی اعتبار سے جو بڑے ہوں ان پر تنقید اعتراض کرنا نہایت ہی قبیح اور مذموم امر ہے۔ خطاء بزرگاں گرفتن خطا است یہ شیطانی ملعون حرکت ہے۔ جب دینداروں پر ہی اعتراض کریں گے تو پھر ان سے دینی استفادہ کس طرح حاصل کریں گے نتیجہ یہ نکلے گا کہ دین سے بھی آزاد اور بیزار ہو جائیں گے چونکہ اعتراض سے استفادہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے استاذ اور مرشد پر ذرہ برابر اعتراض اور تنقید کی گنجائش نہیں۔ ہاں ادب سے رائے کا اختلاف ہوسکتا ہے۔

آپ ﷺ تعلیم دیتے کہ امام سے رکوع وسجود میں پہل نہ کی جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمیں سکھاتے کہ امام سے رکوع اور سجود میں پہل نہ کریں فرماتے جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو جب وہ سجدہ کرے تب تم سجدہ کرو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ اس وقت تک نہ جھکاتا جب تک کہ آپ جھکتے ہوئے زمین کی جانب سجدہ کا ارادہ نہ فرمالیتے۔ (بخاری ومسلم)

فَائِدَۃ: علامہ طیبی نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام کے ارکان ادا کرنے کے بعد مقتدی ادا کرے یعنی اس کے پیچھے رہے۔ چنانچہ امام کے سجدہ میں جانے کے بعد سجدہ میں جائے۔ (مرقات صفحہ۹۹)

حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ہمیں نماز پڑھائی فارغ ہونے کے بعد ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا لوگو میں تمہارا امام ہوں، رکوع وسجدہ مجھ سے پہلے نہ کرو (یعنی جلدی میں پہلے شروع نہ کرو) نہ سلام میں۔ میں تم کو آگے سے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ (مسلم جلد۱ صفحہ۱۸۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص امام سے پہلے سر اٹھائے یا جھکائے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ (موطا صفحہ ۳۲، مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۷، فتح الباری صفحہ ۱۸۳)

فائدہ: یعنی اس کی یہ حرکت شیطانی ہے۔ جو شیطان کے تصرف سے ہے۔ (مرقات صفحہ ۱۰۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھا لیتا ہے اسے ڈر نہیں کہ اس کا سر مثل گدھے کے ہو جائے۔ (بخاری مسلم صفحہ ۱۸۱، ابن ماجہ)

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ اس کا سر مثل کتے کے نہ ہو جائے۔ (کنز العمال صفحہ ۶۱۱)

فائدہ: ان روایتوں کا خلاصہ ہے کہ آپ نے امام کی اقتداء میں امام سے پہل کرنے کو منع فرمایا بعض ناواقف لوگ جلدی اور عجلت کی وجہ سے ایسا کر لیتے ہیں یہ مکروہ تحریمی ہے اگر تکبیر تحریمہ میں امام سے پہل کی تو نماز ہی نہ ہوگی۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا کہ ایسا کرنا حرام ہے۔ حضرت ابن عمر سے تو مروی ہے کہ ایسوں کی نماز ہی باطل ہو جائے گی۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۸۳)

امام کو چاہئے کہ انتقالی تکبیر زور سے کہے

حضرت سعید بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو سعید نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی تو سجدہ سے جب سر اٹھایا تو تکبیر زور سے ادا کی اسی طرح جب سجدہ میں گئے اور اسی طرح جب سجدہ سے اٹھے اسی طرح جب دو رکعت سے اٹھے۔ اور پھر کہا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (زور سے تکبیر کہتے ہوئے) دیکھا۔

(بخاری صفحہ ۱۱۴، سنن کبریٰ صفحہ ۱۸، نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

فائدہ: امام بلند آواز سے تکبیر کہے تا کہ لوگوں کو ارکان کی ادائیگی رکوع وسجود ادا کرنے میں سبقت اور تاخیر نہ ہو۔ آج کل لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے یہ سہولت حاصل ہو سکتی ہے پھر بھی جم غفیر ہو تو مکبّر کا انتظام کر دیا جائے ورنہ بسا اوقات لاؤڈ اسپیکر گڑ بڑ ہو جانے کی وجہ سے ایک مجمع کی نماز خراب ہو جاتی ہے۔

مقتدی کے لئے سنت یہ ہے کہ امام کی تکبیر کے بعد تکبیر کہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب امام تکبیر کہہ چکے تب تم تکبیر کہو۔ اور جب تم رکوع کر چکے تب تم رکوع کرو۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے تا کہ تم اس کی اقتداء میں نماز پوری کرو۔ جب وہ تکبیر کہہ چکے تب تم تکبیر کہو۔ اس وقت تم تکبیر مت کہو۔ جب تک امام تکبیر نہ کہہ دے اور جب وہ رکوع میں جا چکے تب تم رکوع میں جاؤ۔ اس وقت تک تم رکوع میں جاؤ ہی

نہیں جب تک وہ رکوع میں نہ جائے۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۹)

فائدہ: متعدد روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ میں تکبیر نہ کہے بلکہ امام کی تکبیر کے بعد کہے۔ یہی سنت ہے دیکھئے آپ نے کتنی تاکید فرمائی کہ اس کی تکبیر اور رکوع سے پہلے تم تکبیر اور رکوع مت کرو۔

بھول پر امام کو لقمہ دینا نماز کی حالت میں درست ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر میں قرأت میں تردد ہوگیا لوٹا رہے تھے یاد نہیں آرہا تھا جب نماز پوری ہوگئی۔ تو آپ نے پوچھا کہ کیا نماز میں تمہارے ساتھ ابی ابن کعب نہیں تھے لوگوں نے کہا نہیں لوگوں نے سمجھا کہ آپ لقمہ دینے کے لئے پوچھ رہے تھے۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶۹، مطالب صفحہ ۱۱۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سنت سے یہ ثابت ہے کہ امام جب لقمہ چاہے تو اس کو لقمہ دو پوچھا گیا کہ لقمہ چاہنے کا کیا مطلب کہا جب وہ رک جائے۔ (کنز العمال صفحہ ۲۷۴، مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی مقام پر اٹک جائے رک جائے آگے یاد نہ آئے تو لقمہ دینا چاہئے امام کو لقمہ دینا خلاف سنت نہیں ہے۔

سوید بن یزید کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر میں شریک ہوا آپ ایک آیت بھول رہے تھے جب فارغ ہوئے تو فرمایا ابی تم نے لقمہ کیوں نہیں دیا۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۷۶)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمیں نماز پڑھائی تو بھولنے لگے ہم نے لقمہ دیا تو انہوں نے لے لیا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۷)

امام کا نہ ملنا قیامت کی علامت

سلامۃ بنت الحر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی علامت میں سے ہے کہ مسجد میں لوگ ایک دوسرے پر نماز کو ٹالیں گے۔ کوئی امام نہیں پائیں گے کہ ان کو نماز پڑھائے۔

(ابوداؤد صفحہ ۸۶، ابن ماجہ صفحہ ۶۹، کشف الغمہ صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: یہ ٹالنا جہالت اور مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے ہوگا جس سے اشارہ اس جانب ہے کہ قرب قیامت میں جہالت اور دین سے بیزاری عام ہوجائے گی یا اس وجہ سے کہ دینی وقعت اور اہمیت نہ ہوگی اس لئے بے پرواہی سے ٹالیں گے یا اس وجہ سے کہ دین سے بیزاری اور بخل کی وجہ سے مسجد کا نظام صحیح نہیں ہوگا۔ کوئی امام متعین نہ ہوگا تو ہر شخص دوسرے کے حوالہ کرے گا اگر امام متعین ہوگا تو ایک دوسرے پر ٹالیں گے نہیں متعین امام خود آگے بڑھے گا۔

نابینا کی امامت آپ ﷺ نے نابینا کو امام بنایا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ابن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا تھا کہ وہ لوگوں کی امامت کریں۔ (مجمع صفحہ ۶۵)

حضرت عبداللہ بن بحینہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب سفر فرماتے تو مدینہ میں اپنا خلیفہ حضرت ابن ام مکتوم کو بنا جاتے۔ پس وہی اذان دیتے اقامت کہتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶۵)

عبداللہ بن نمیر کی روایت ہے کہ قبیلہ بنی حطمہ کے امام آپ ﷺ کے زمانہ میں نابینا تھے۔
(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶۵، نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۱۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اپنا نائب ابن ام مکتوم کو بنا جاتے وہ امامت کرتے حالانکہ وہ نابینا تھے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۸۸، ابوداؤد صفحہ ۸۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نابینا کی امامت جائز ہے۔ ہاں اگر کوئی نابینا ایسا ہو جس کے بارے میں احتمال یا گمان ہو کہ طہارت میں اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے تو ان کو امام نہ بنایا جائے اسی وجہ سے بعضوں نے نابینا کو امام بنانا بہتر قرار نہیں دیا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اعمی کو امام بنانے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح حضرت سعید بن جبیر کا قول ہے کہ نابینا کو امام نہ بنایا جائے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۱۵)

حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ ان کو کیسے امام بناؤں کہ وہ قبلہ سے منحرف ہو جاتے ہیں اگر بینا اہل علم و فضل موجود ہوں تو نابینا سے افضل ہیں۔ چونکہ آپ ابن مکتوم کو ان لوگوں میں امام بناتے تھے جو عذر کی وجہ سے جہاد اور سفر میں نہیں جا سکتے تھے۔ چنانچہ اعلاء السنن میں ہے۔ "**وعلی هذا یحمل تقدیم ابن ام مکتوم لانه لم یبق من الرجال الصالحین الامامة فی المدینة افضل منه جید**" (صفحہ ۲۰۹)

بحر الرائق میں محیط کے حوالہ سے ہے نابینا کی امامت اس وقت ہے جب کہ قوم میں اس سے افضل کوئی نہ ہو۔ (اعلاء جلد ۴ صفحہ ۲۰۹)

تیمّم کرنے والا وضو کرنے والے کی امامت کر سکتا ہے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا غزوہ ذات السلاسل کے موقعہ پر شدید ٹھنڈی رات میں مجھے احتلام ہو گیا خوف ہوا کہ پانی سے غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ میں نے تیمم کر کے اپنے لوگوں کو نماز صبح کی نماز پڑھا دی۔

پھر انہوں نے اس کا ذکر نبی پاک ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا جنابت کی حالت میں کیا تم نے نماز

پڑھادی اے عمرو پس میں نے آپ کو خبر دی اس بات کی جس نے مجھے غسل کرنے سے منع کیا تھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک میں نے سنا"ولا تقتلوا انفسکم ان اللّٰہ کان بکم رحیما" تو آپ نے مسکرایا اور کچھ نہ فرمایا۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۸، حاکم، اعلاء السنن صفحہ ۲۴۳)

فائدہ: آپ نے حضرت عمرو کے اجتہاد اور فہم پر مسکرایا گویا ان کے فعل کی تصدیق فرمائی اگر تیمم کر کے نماز پڑھانا غلط ہوتا تو آپ منع فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اگر کسی عذر کی وجہ سے تیمم کرے تو وہ وضو کرنے والے کی امامت کر سکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے خف پر مسح کرنے والا پیر دھونے والے کی امامت کر سکتا ہے۔

امام کو اوپر اور مقتدی کو نیچے ہونے سے منع فرماتے

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرماتے کہ امام اوپر ہو اور مقتدی اس سے نیچے ہوں۔ (دار قطنی، تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۴۵، نیل صفحہ ۱۹۴)

مروی ہے کہ مدائن میں حضرت عمار نے امامت فرمائی اور دکان پر کھڑے ہو کر امامت فرمائی اور لوگ اس سے نیچے تھے۔ تو حضرت حذیفہ آگے بڑھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے کھینچ دیا یہاں تک کہ ان کو نیچے کر دیا پھر جب حضرت عمار نماز سے فارغ ہو گئے تو ان سے حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک نہیں سنا۔ کہ جب کوئی قوم کی امامت کرے تو مقتدیوں سے اونچے مقام پر نہ کھڑا ہو اس پر حضرت عمار نے فرمایا اسی وجہ سے جب تم نے کھینچا تو میں نے تمہارا کہنا مانا۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۸)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی امامت کرے تو قوم سے اونچی جگہ کھڑا نہ ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۸)

امام کا مقتدی سے اوپر ہونا منع ہے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس میں اہل کتاب کی مشابہت ہے کم از کم ایک ہاتھ اوپر ہونا منع ہے۔ اور یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ امام تنہا کھڑا ہو۔ اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہوں تو پھر کراہت نہیں۔ چنانچہ حضرت عمار تنہا اونچائی پر کھڑے تھے۔ (مرقات صفحہ ۸۶)

اسی واقعہ میں ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت حذیفہ نماز پڑھا رہے تھے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پکڑ کر کھینچا تھا۔ (مرقات صفحہ ۸۶)

حضرت صحابہ کسی منکر کو برداشت نہیں فرماتے تھے، وسعت کے مطابق فوراً فکر فرماتے افسوس کہ آج منکر اور خلاف سنت امور پر کوئی نکیر کرنے والا نہیں اگر کوئی کرتا ہے تو لوگ اس کی مخالفت اور گستاخی کرنے لگتے ہیں۔

بھول جانے سے جنابت کی حالت میں امامت شروع کر دے تو

حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا

دی تو آپ نے نماز کو دوبارہ لوٹایا۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۳۵۰، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۴)

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے ایک مرتبہ جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی تو انہوں نے خود بھی دوبارہ پڑھی اور قوم کو بھی دوبارہ پڑھنے کو کہا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۴)

حضرت سعید ابن مسیب سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو (بھولے سے) جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی تو آپ نے اور لوگوں نے نماز کو دوبارہ پھر سے پڑھا۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۶۰)

عمرو بن ابن دینار نے حضرت علی ابن ابی طالب کا قول نقل کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں جو امامت کرے (بھولے سے) تو امام اور قوم دونوں نماز کا اعادہ کریں۔ (کتاب الآثار، فتح القدیر جلد ا صفحہ ۳۴۷)

حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی تھی۔ یا بلا وضو کے تو خود بھی اعادہ فرمایا اور قوم کو بھی اعادہ کا حکم دیا۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۷، فتح القدیر صفحہ ۳۴۷، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۶۰)

فَائِدَہ: اگر امام نے بھولے سے بلا وضو یا بلا غسل نماز پڑھا دی تو نہ امام کی نماز ہوگی اور نہ مقتدی کی ہر ایک کو نماز لوٹانی پڑے گی کذا فی الہدایہ امام کا محدث ہونا معلوم ہوگیا تو اعادہ ہوگا یعنی لوٹانا پڑے گا۔ (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۳۲۳)

امام نودی نے کہا کہ حضرت علی، ابن سیرین، شعبی، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک اگر امام نے بھولے سے ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھا دی اور لوگوں کو اس کا علم نہیں تو ہر ایک کو امام و مقتدی کو نماز لوٹانی پڑے گی۔ یہی مسلک حماد بن ابی سلمان کا ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۶۰)

جماعت ثانیہ کی علمی تحقیق جماعت ثانیہ کے متعلق ائمہ کے اقوال

امام اعظم امام مالک امام شافعی رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالیٰ کے نزدیک مسجد میں جماعت ثانیہ ممنوع اور مکروہ ہے۔

(رحمۃ الامۃ)

امام ترمذی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اہل علم کی ایک جماعت "سفیان ثوری، ابن مبارک امام مالک، امام شافعی نے بجائے جماعت کے تنہا ہی پڑھنے کو کہا ہے۔ البتہ امام احمد اور امام اسحٰق رَحِمَہُمَا اللہُ تَعَالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔

(ترمذی صفحہ ۵۳)

اعلاء السنن میں مدونہ کبریٰ کے حوالہ سے ہے کہ عبدالرحمٰن بن المحیر نے کہا میں سالم بن عبداللہ کے ساتھ مسجد الجمعہ میں داخل ہوا اور وہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ تو لوگوں نے کہا کیا (دوبارہ) جماعت نہیں کرو گے۔ حضرت سالم نے فرمایا نہیں مسجد میں ایک جماعت کے بعد دوبارہ جماعت نہیں ہوتی ابن وہب نے بیان

کیا کہ ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید ربیعہ اور لیث اسی کے قائل ہیں۔

(مدونہ کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۸۹، اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۲۴۸)

اس روایت ان حضرات کے علاوہ اہل مدینہ کا عمل معلوم ہوا کہ مسجد میں ایک مرتبہ جماعت کے بعد دوبارہ جماعت کے یہ حضرات قائل نہیں۔ سلمان سے جو میمونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے مولی ہیں منقول ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے پاس مقام بلاط میں حاضر ہوا وہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا آپ ان کے ساتھ نماز پڑھیں گے انہوں نے کہا میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے ایک نماز دو مرتبہ (مسجد میں) نہ پڑھو۔

(زیلعی صفحہ ۲۶۶، نسائی)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز پڑھ چکے ہوں ان کا بھی دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھنا ممنوع ہے اسی طرح کی روایت امام طحاوی نے ذکر کی ہے کہ عمرو بن شعیب نے خالد معافری سے نقل کیا ہے کہ اہل عوالی اپنے گھروں میں نماز پڑھتے تھے۔ اور نبی پاک ﷺ کے ساتھ بھی نماز پڑھتے تھے۔ تو آپ نے ان کو منع فرمایا کہ ایک نماز دوبارہ پڑھیں۔ (طحاوی)

پس اس حدیث نہی کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک مسجد میں دو مرتبہ ایک ہی فرض ادا کیا جائے۔ یعنی دونوں کی حیثیت ایک ہو۔ چنانچہ حضرت سالم نے بھی حضرت ابن عمر کی روایت **"لا تصلوا صلوة یوماً مرتین"** کو اسی معنی پر محمول کیا کہ **"لا تجمع صلاة واحدة فی مسجدٍ واحد مرتین"** اسی کو ہمارے اصحاب نے اختیار کیا۔

امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بھی کتاب الام میں ذکر کیا ہے کہ اگر صحابہ کرام کی جماعت فوت ہو جاتی اور وہ مسجد میں آتے تو منفرد طور پر اکیلے اکیلے جماعت کرتے۔ حالانکہ وہ دوبارہ جماعت کر سکتے تھے۔

(کتاب الام جلد ۱ صفحہ ۱۳۷)

اسی پر کراہت متفرع کرتے ہوئے امام شافعی کہتے ہیں کہ میں نے جماعت ثانیہ کو مکروہ قرار دیا چونکہ حضرات اسلاف کا عمل اس پر نہیں رہا بلکہ بعضوں نے کراہت بھی ذکر کیا ہے۔ (الام جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، اعلاء السنن)

معلوم ہونا چاہئے کہ امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی جو اسلاف ذکر کر رہے ہیں اس سے مراد صحابہ و تابعین کی جماعت ہے۔ لہٰذا یہ عمل صحابہ تابعین کے عمل کے خلاف ہوا کہ ذرا فضیلت اور ثواب بلکہ مشروعیت کی بات ہوتی تو ضرور جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے اور اس کا تعامل ہم تک منتقل ہوتا۔

چنانچہ درمختار میں علامہ حصکفی نے بواسطہ انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرات صحابہ کا تعامل نقل کیا ہے کہ جماعت فوت ہو جاتی تو تنہا نماز پڑھتے۔

ہاں اگر حدود مسجد کے باہر ہو پھر اس کی کراہت نہیں ہوگی مثلاً مسجد سے الگ مدرسہ میں یا مسجد کی وہ سہ دری جو مسجد سے خارج ہو۔ جیسا کہ مدونہ میں ابن قاسم سے منقول ہے کہ امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے متعلق ہمیں یہ بات پہنچی کہ مسجد میں جماعت ہو چکی اور کچھ لوگ آئیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسجد سے باہر ہو جائیں اور جماعت کرلیں۔ ہاں مگر یہ کہ مسجد حرام ہو یا مسجد نبوی ہو تو باہر جا کر جماعت نہ کریں چونکہ جماعت کے مقابلہ میں یہاں تنہا کا زیادہ ثواب ہے۔ اسی کے احناف بھی قائل ہیں۔ (اعلاء جلد۴ صفحہ۲۵۲)

نماز کی سنتوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ کا بیان

فجر کی سنت کے متعلق

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نوافل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کی دو رکعت سے زیادہ کسی کا التزام اور اہتمام نہیں دیکھا۔ (بخاری صفحہ ۱۵۶، مسلم صفحہ ۱۵۱)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان صرف دو رکعت نماز (سنت فجر) ادا فرماتے۔ (مسلم صفحہ ۲۵۰)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب مؤذن صبح کی اذان دے چکا ہوتا اور صبح نمودار ہو جاتی تو اقامت سے پہلے ہلکی دو رکعت نماز پڑھتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۸۱)

فائدہ: اسی اہتمام اور تاکید کی وجہ سے حسن بصری نے واجب قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی ایک روایت واجب کی ہے۔ (فیض الباری صفحہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عموماً) تیرہ رکعت نماز رات میں پڑھا کرتے تھے اور جب صبح کی اذان ہوتی تو ہلکی دو رکعت نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۶)

فجر کی دو رکعت سنت کبھی ترک نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت کبھی ترک نہ فرماتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت کو کبھی ترک نہ فرماتے نہ صحت کی حالت میں نہ مرض کی حالت میں نہ سفر کی حالت میں نہ گھر میں اور آپ فجر کی دو رکعت سنت کے بعد اور کوئی نماز نہ پڑھتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۳)

ابن قیم نے لکھا کہ فجر کی سنت اور وتر سفر میں بھی ہمیشہ پڑھتے۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۱۵)

سنن راتبہ میں سب سے اہم اور موکد یہی سنت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح صفحہ)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں یہ اقوی السنن قرار دیا ہے۔ (فتح جلد ا صفحہ ۴۳۸)

فجر کی دو رکعت سنت آپ گھر میں پڑھ کر جاتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی دو رکعت گھر میں اور عشاء کی دو رکعت گھر میں اور صبح کی دو رکعت گھر میں پڑھتے دیکھا۔ (بخاری صفحہ ۱۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت گھر میں ادا فرماتے۔

(ترمذی صفحہ ۹۶)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ سنن اور نوافل کے متعلق گھر میں پڑھنے کی تھی۔ (صفحہ ۳۱۴)

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد سے فارغ ہو کر وتر پڑھتے اس کے بعد جب اذان ہو جاتی اور صبح صادق کی روشنی نمودار ہو جاتی تو دو رکعت پڑھتے پھر فجر کی جماعت کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔

فجر کے وقت دو سنت کے علاوہ اور کوئی نماز نہ پڑھتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر سے قبل دو رکعت سنت کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو سنت کے بعد کوئی نماز مت پڑھو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۱)

فائدہ: فجر کے وقت سنت کے علاوہ اور کوئی نماز نفل مکروہ ہے امام ترمذی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ لیکن بعض حضرات شوافع اور مالکیہ کے یہاں کچھ گنجائش ہے۔ مگر ممانعت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ عمر بن عتبہ نے آپ سے پوچھا کون سا وقت افضل ہے۔ آپ نے فرمایا شب آخیر کہ اس وقت کی نماز مشہود حاضری (دربار خداوندی) کے لائق ہوتی ہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے اور جب فجر طلوع ہو جائے تو کوئی نماز نہیں سوائے دو سنت کے یہاں تک کہ فجر پڑھ لی جائے۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۸۵، معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۷۶)

اگر فرض سے قبل صبح کی سنت نہ پڑھ سکے تو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کی دو رکعت (سنت) نہ پڑھ

سکے تو وہ سورج کے نکلنے کے بعد پڑھ لے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۸۴، ترمذی صفحہ، حاکم ابن حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نیند آجانے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعت (سنت) فجر چھوٹ گئی تھی تو آپ نے سورج نکلنے کے بعد اسے ادا کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جب چھوٹ جاتی تو طلوع شمس کے بعد ادا فرماتے۔ (مشکل آثار، اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۱۱۶)

فائدہ: فجر کی دو رکعت سنت اگر نہ پڑھ سکے جماعت کے چھوٹ جانے کی وجہ سے تو اسے سورج نکلنے کے بعد جب ذرا بلند ہو جائے تو پڑھے چونکہ اس کی تاکید ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کو چھوٹ جانے پر پڑھتے دیکھا تو منع نہیں فرمایا۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دو رکعت سنت فوت ہوگئی تو انہوں نے سورج نکلنے کے بعد پڑھی۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۸۴)

فائدہ: اگر فرض کے بعد طلوع شمس سے پہلے پڑھنے کی گنجائش ہوتی تو آپ ضرور پڑھتے اور پڑھنا منقول ہوتا خواہ کسی ایک ہی روایت میں سہی اس سے معلوم ہوا کہ فرض کے بعد پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ درمختار میں ہے اگر تنہا سنت چھوٹے تو طلوع شمس سے پہلے پڑھنا بالا جماع مکروہ ہے۔ اور اس کے زوال تک پڑھنے کی گنجائش ہے۔

(اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۱۱۸)

امام محمد کا قول ہے کہ زوال تک مستحب ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۱۱۹)

اگر جماعت کھڑی ہو جائے تو سنت علیحدہ پڑھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجد تشریف لائے تو جماعت ہو رہی تھی اور انہوں نے صبح کی دو رکعت سنت پہلے نہیں پڑھی تھی تو انہوں نے حضرت حفصہ کے حجرہ میں جا کر پڑھی پھر امام کے ساتھ شریک ہو گئے۔

(طحاوی صفحہ ۲۲۰)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو جماعت کھڑی تھی لوگ فجر کی جماعت میں تھے تو انہوں نے مسجد کے کنارے میں دو رکعت نماز پڑھی پھر قوم کے ساتھ جماعت میں شریک ہو گئے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: فجر کی سنت نہ پڑھی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو صف سے الگ مسجد کے کنارے پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔ صف میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

کبھی سنت فجر ادا کر کے کمر سیدھی کرنے لیٹ جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت گھر میں ادا فرماتے اور دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ (ترمذی صفحہ ۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ مؤذن جب اذان (فجر) دے چکا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو ہلکی رکعت نماز پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آتا آپ اس کے ساتھ نکلتے۔

(سنن داری جلد ۱ صفحہ ۳۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فجر سے قبل دو رکعت نماز پڑھے تو دائیں کروٹ لیٹ جائے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷۹، ترمذی صفحہ ۹۶)

فائدہ: خیال رہے کہ فجر کی سنت کے بعد آپ کا لیٹنا رات کی عبادت کی تھکن اور تعب کی وجہ سے تھا لیٹنا کوئی سنت اور عبادت وتقرب کے طور پر نہیں تھا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ کی روایت سے جو مصنف (ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۳) کی عبارت ہے کہ "لم یضطجع لسنة ولکنه کان بداب (الجد والتعب)" سے معلوم ہوتا ہے۔

کبھی سنت ادا فرما کر گفتگو بھی فرمالیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت ادا فرما کر اگر میں سوئی رہتی تو لیٹ جاتے اگر میں جاگی رہتی تو گفتگو فرماتے رہتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت کے بعد اگر ضرورت ہوتی تو بات کرتے ورنہ نماز کے لئے (مسجد) تشریف لے جاتے۔ (ترمذی صفحہ ۹۶، ابن خزیمہ صفحہ ۱۶۸، طحاوی صفحہ ۳۳۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان جب ضرورت ہو تو اہل وعیال سے باتیں کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ قیمتی وقت واہی تباہی باتوں میں نہ لگے۔ یہ وقت ذکر وعبادت کا ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کی ایک جماعت سنت کے بعد گفتگو کو مکروہ قرار دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود، سعید بن جبیر، عطا بن رباح، سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی. عثمان بن ابی سلیمان گفتگو اور کلام سے منع کرتے ہیں۔ (نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۴)

صبح کی دو رکعت سنت کب پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت حفصہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت اس وقت

پڑھتے جب صبح کی روشنی نمودار ہو جاتی۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۱۶۲، دارمی صفحہ ۳۳۷، نسائی صفحہ ۲۵۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب صبح نمودار ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بالکل صبح صادق ہوتے ہی نہ پڑھتے عموماً صبح کی ہلکی روشنی نمودار ہوتی، غالباً یہ احتیاط کے پیش نظر تھا کہ غلطی سے صبح صادق سے قبل نہ ہو جائے چونکہ اس زمانہ میں گھڑی تو تھی نہیں۔ اب گھڑی اور وقت معلوم ہونے کی وجہ سے یہ احتمال نہیں رہا۔ صبح کی سنت کا غلس اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے بمقابلہ عکس کے۔

فجر کی دو رکعت سنت کی تاکید اور فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو رکعت نماز کو مت چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷۹، احمد، طحاوی صفحہ ۱۷۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی دو رکعت (سنت) دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (طحاوی صفحہ ۱۷۷)

فائدہ: ان جیسی تاکیدی روایتوں کے پیش نظر محدثین عظام فقہاء کرام نے اس سنت کو موکدہ اور لازم قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے احناف نے اسے جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد بھی آخری تشہد کے ملنے پر پڑھنا جائز قرار دیا ہے بخلاف اور سنتوں کے کہ جماعت کھڑی ہو جانے پر اسے ترک کرنے کو کہا ہے۔ اسی وجہ سے اہل ظاہر اور حسن بصری اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ (نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۰)

فجر کی دو رکعت سنت میں کیا پڑھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی سنت میں "قل یا ایها الکفرون" اور "قل هو اللّٰه احد" پڑھا۔ (مسلم صفحہ ۲۵۱، ابوداؤد صفحہ ۱۷۸، ابن ماجہ صفحہ ۸۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قل هو اللّٰه احد" ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ سورہ کافرون ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو فجر کی دو رکعت میں پڑھتے تھے۔ (طبرانی کبیر، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۳۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت میں "قل یا ایها الکفرون قل هو اللّٰه احد" پڑھتے۔ (دارمی صفحہ ۳۳۶، ابن ماجہ صفحہ ۸۰، مطالب عالیہ صفحہ ۱۴۹)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی سنت میں "قل یا ایها الکفرون" اور

"قل ھو اللہ احد" پڑھتے۔ (کشف الاستار)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے ایک ماہ تک آپ کو دیکھا کہ فجر کی دو رکعت (سنت) میں "قل یا ایھاالکفرون" اور "قل ھو اللّٰہ احد" پڑھتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: بکثرت روایتوں میں آپ کا یہ معمول منقول ہے کہ صبح کی دو رکعت آپ ہلکی پڑھتے اور اس میں یہ چھوٹی دو سورت پڑھتے چنانچہ ان دونوں سورتوں کا پڑھنا فجر کی سنت میں مستحب ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم کے نزدیک اس بات کی بھی اجازت ہے بلکہ مستحب ہے کہ طویل قرأت کرے۔ (کذا فی الطحاوی صفحہ ۱۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعت میں سے اول میں "قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا" اور دوسری رکعت میں "اشھدوا بانا مسلمون" پڑھا (یعنی تعالوا الی کلمۃ) سے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۱)

ابن خزیمہ سے بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی دو رکعت (سنت) میں یہ پڑھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت میں سے اول میں "امن الرسول" سے ختم سورہ تک اور دوسری میں "قل یا اھل الکتب" سے "الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم" پڑھتے امام مسلم نے اپنی روایت میں "امن الرسول" کے بجائے "قولوا امنا باللّٰہ" ذکر کیا ہے۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت میں:

1. اکثر "قل یا ایھا الکفرون" اور "قل ھو اللّٰہ احد" پڑھتے۔ اسی پر بیشتر صحابہ کرام کا بھی عمل تھا۔
2. کبھی "قولو امنا" اور "قل یا اھل کتب" کی آیت پڑھتے۔
3. کبھی طویل قرأت بھی فرماتے (کذا فی ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۴)

غالباً یہ طویل قرأت اس وقت ادا فرماتے جب رات کی نماز میں کسی وجہ سے طول نہ فرماتے۔

عموماً فجر کی سنت بہت ہلکی پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت میں اتنی ہلکی قرأت کرتے کہ میں کہتی کہ شاید سورہ فاتحہ بھی پڑھی کہ نہیں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۶، مسلم صفحہ ۲۵۰، ابوداؤد صفحہ ۱۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی اذان سنتے تو ہلکی دو رکعت نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۶، مسلم صفحہ ۲۵۰)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فجر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مختصر دو رکعت نماز پڑھتے۔

(بخاری صفحہ ۱۵۷، مسلم صفحہ ۲۵۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ فجر کی یہ دو رکعت سنت آپ ہلکی اور مختصر پڑھتے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ رات میں طویل نماز پڑھتے لمبی لمبی قرأت فرماتے۔ امام مالک نے تو اسے اتنا مختصر سمجھا کہ صرف سورہ فاتحہ ہی پر اکتفاء مسنون قرار دے دیا۔ (طحاوی صفحہ ۱۷۵، نیل الاوطار صفحہ)

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی طویل قرأت بھی فرماتے۔

کبھی یہ دو رکعت طویل ادا فرماتے

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت میں طویل قرأت فرماتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۴)

مجاہد کہتے ہیں کہ کوئی حرج (یعنی خلاف سنت نہیں کہ) فجر کی دو رکعت میں طویل قرأت کرے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۴)

حسن بن زیاد کہتے ہیں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ بسا اوقات اس دو رکعت میں قرآن کا دو حصہ پڑھ لیا کرتے تھے۔

امام طحاوی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک طول قرأت بہتر ہے مختصر قرأت سے۔ (طحاوی صفحہ ۱۷۷)

بخلاف جمہور علماء کے نزدیک چھوٹی سورہ قل ہو اللہ اور کافرون افضل ہے، طویل قرأت کی تاویل میں علامہ انور شاہ کشمیری کا قول ہے۔ کوئی تہجد کا عادی ہو اور کسی روز تہجد چھوٹ جائے تو اس کی تلافی فجر کی سنتوں میں تطویل قرأت سے کرے۔ (درس ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

فجر کی دو رکعت سنت کے بعد کیا دعا پڑھتے تب مسجد جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی قبل دو رکعت کے بعد یہ دعا پڑھتے پھر مسجد تشریف لے جاتے۔

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَرَبَّ اِسْرَافِيْلَ وَرَبَّ مُحَمَّدٍ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ"

(مجمع جلد ۱ صفحہ ۲۱۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کی سنت کے بعد دو دعائیں منقول ہیں۔ ایک یہ جو مختصر ہے۔ دوسری ایک طویل دعا بھی منقول ہے جو سنن ترمذی صفحہ پر درج ہے۔ دیکھئے عاجز کی تالیف الدعاء المسنون۔

صلوٰۃ الزوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب نصف نہار ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے باغیچوں میں سے کسی باغیچہ میں چلے جاتے اور چار رکعت نماز ایک ہی سلام سے پڑھتے۔ (طبرانی کبیر، نیل صفحہ ۶۷)

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زوال شمس کے بعد فوراً چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ جو ظہر کے علاوہ ہوتی تھی چنانچہ بعض حضرات اسے صلوٰۃ زوال سے موسوم کرتے ہیں علامہ شعرانی بھی صلوٰۃ زوال کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعت پڑھتے۔ چنانچہ کشف الغمہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا زوال سے قبل (ضحیٰ چاشت) کی چار رکعت پڑھتے تھے۔ پھر زوال کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ پھر ظہر کی سنت ادا فرماتے تھے۔
(کشف الغمہ صفحہ ۱۱۹)

علامہ شوکانی نے اسے مشروع تسلیم کیا ہے اور وہ اس کے استحباب کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"وفیه دلیل علی استحباب اربع رکعات اذ زالت الشمس قال العراقی وفی غیر الاربع التی هی سنة الظهر قبلها". (نیل الاوطار صفحہ ۷۶)

علامہ شوکانی نے بیان کیا کہ نماز زوال کے استحباب پر امام غزالی کا قول ہے جسے انہوں نے کتاب الاوراد میں ذکر کیا ہے۔

صلوٰۃ زوال کی فضیلت

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورج ڈھلتے ہوئے وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ یا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ اس کی ماں نے جنا ہو۔ (کنز العمال صفحہ ۱۷۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستحب سمجھتے تھے کہ زوال شمس کے بعد جب کہ سورج ڈھل جائے چار رکعت پڑھیں اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اے اللہ کے رسول ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ اس وقت نماز پڑھنا پسند فرماتے ہیں آپ نے فرمایا اس وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور خدائے پاک مخلوق کو دیکھتے ہیں کہ وہ نماز کی حالت میں ہیں اس نماز پر حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام بھی مداومت فرماتے تھے۔ (کنز العمال صفحہ ۲۰۶)

محدثین کے نزدیک بھی یہ صلوٰۃ الزوال ہے جو ظہر کے قبل سنت کے علاوہ ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے سنن رواتب کے ذیل میں باب قائم کیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد "الصلوٰۃ عند الزوال" قائم کیا ہے اور سائب کی یہ

حدیث پیش کی ہے ... محدث صاحب کنز العمال نے بھی صلوٰۃ فی الزوال کے نام سے دو مقام پر باب قائم کیا ہے۔ اور ثوبان کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے پس معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الزوال مستقل نماز ہے جو ظہر کی قبلیہ سنت کے علاوہ ہے جو صوفیا اور مشائخ کے یہاں معمول بہ بھی ہے۔

فرض ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ادا فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت ترک نہ فرماتے۔

(بخاری صفحہ ۱۵۷، دارمی صفحہ ۳۳۵، نسائی صفحہ ۲۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت میرے کمرہ میں ادا فرماتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷۸ ن)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے اور عصر سے پہلے دو رکعت پڑھتے ان دونوں کو ترک نہ فرماتے۔ (ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۳)

قابوس کے والد نے ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا تا کہ وہ یہ پوچھیں کہ کون سی نماز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دواماً پڑھنا پسند کرتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا ظہر سے قبل چار رکعت جس میں طویل قیام فرماتے اس میں رکوع و سجود بہت اچھی طرح ادا فرماتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۰)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ اور ابن عمر وغیرہ کی روایت میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے۔ جسے شوافع نے اختیار کیا۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۰، ابن ابی شیبہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں باتیں ثابت ہیں البتہ چار رکعتوں کی روایت زیادہ ہیں اور دو رکعتوں کی کم لہٰذا دونوں طریقے ثابت ہیں۔ (درس ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

ظہر سے قبل چار رکعت ایک سلام سے سنت ہے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورج ڈھل جاتا تو آپ ظہر سے قبل چار رکعت نماز ایک سلام سے پڑھتے۔ اور فرماتے سورج ڈھلنے کے بعد آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۰، ابوداؤد صفحہ ۱۸۰، مسند احمد)

بیہقی نے بیان کیا کہ اس روایت میں ہے کہ سلام آخر میں فرماتے یعنی ایک ہی سلام سے پڑھتے۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۸۸)

اسی وجہ سے سنت ہے کہ ایک سلام سے پڑھے اگر دو، دو رکعت کر کے پڑھے گا تو سنت اور اس نماز کا مذکور ثواب حاصل نہ ہوگا۔ ہدایہ میں ہے کہ چار رکعت ایک ہی سلام سے پڑھے۔ علامہ عینی نے بنایہ میں فتح القدیر میں ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ ایک ہی سلام سے پڑھے۔ (بنایہ صفحہ ۵۳۵، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۴۳)

اسی طرح عنایہ میں ہے چار رکعت ایک سلام سے ہے۔

ظہر کی چار رکعت تہجد کے مثل

حضرت عبدالرحمٰن بن حمید کی روایت عن ابیہ عن جدہ میں ہے کہ زوال کے بعد کی نماز تہجد کی طرح ہے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ظہر سے قبل چار رکعت پڑھ لی اس نے گویا رات میں تہجد پڑھ لی۔

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ رات کی تہجد کی نماز کی طرح کوئی نماز نہیں سوائے ظہر کی چار رکعت نماز کے۔ اس کی دن کی نمازوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے جماعت کی فضیلت تنہا پر۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

خاندان اسماعیل کے چار غلام کی آزادی کے برابر ثواب

حضرت صفوان نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس نے ظہر سے قبل چار رکعت پڑھی اس نے گویا خاندان اسماعیل کے چار غلام کو آزاد کیا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: خاندان نبوت کا کوئی فرد اگر غلام ہو جائے تو اس کی آزادی کا بڑا ثواب تھا اسی اہمیت کے پیش نظر آپ نے اس کو مثالاً بیان کیا۔

زوال کے بعد دعا کی قبولیت کا وقت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جو میری امت میں سے یہ (ظہر سے قبل چار رکعت نماز) پڑھے گا۔ اس نے گویا رات بھر عبادت کی اس وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: ظہر سے قبل زوال کے بعد چار رکعت کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ جیسا کہ ماقبل کی حادیث سے معلوم ہوا۔ یہ فضیلت اس وقت ہے جب کہ ظہر کی فرض سے پہلے پڑھی جائے ظہر کے بعد پڑھنے سے مذکورہ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ عموماً لوگ ظہر سے قبل اس وقت کو تغافل اور تکاسل کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں س لئے اس کا اہتمام کیا جائے جماعت سے پہلے اس کے پڑھ لینے کی کوشش کی جائے۔ چونکہ اس کی بہت نضیلت ہے اس لئے شیطان کا حملہ اس وقت خاص طور پر ہوتا ہے کہ یہ وقت نکل جائے اور یہ فضیلت حاصل نہ

کر سکے۔

ظہر سے پہلے چار رکعت سنت نہ پڑھتے تو بعد میں پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت نہ پڑھتے تو بعد میں پڑھتے۔ (ترمذی صفحہ ۹۷)

فائدہ: ظہر کی سنت جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہے سنن راتبہ میں سے ہے۔ جو احناف اور دیگر حضرات کے نزدیک سنت موکدہ ہے اس کی بڑی فضیلت اور اہمیت ہے اسی وجہ سے کبھی اتفاقاً پہلے نہیں پڑھ پاتے تو اسے بعد میں ادا فرماتے۔ اس کے بعد میں ادا کرنے پر علماء کا اتفاق ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۲۰)

اگرچہ اس کا مخصوص ثواب تو ظہر سے پہلے ہی پڑھنے میں ہے۔ اس لئے اس کا خیال کیا جائے کہ ظہر کی جماعت سے پہلے اس سے فارغ ہو جائے۔

ظہر کی چھوٹی چار رکعت دو رکعت سنت کے بعد پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ظہر سے قبل کی چار رکعت چھوٹ جاتی تو اسے دو رکعت سنت کے بعد پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ ظہر کی چار رکعت دو رکعت سنت کے بعد ادا فرماتے۔ تاکہ اس دو رکعت کی سنت فرض کے متصل رہے، چونکہ ان سنتوں کی اصل یہ ہے کہ فرائض سے ملی ہوئی ہوں بیچ میں کسی بھی عبادت ذکر و تلاوت کا فصل نہ ہو کہ یہ مکروہ خلاف سنت ہے قاعدہ ہے **"والاصل فی الراتبة البعدية التصالها بالمكتوبة".** (اعلاء السنن صفحہ ۱۲۰)

ارباب حدیث بھی اسی کے قائل ہیں کہ دو رکعت کے بعد ادا کرے۔ (تحفہ جلد ا صفحہ ۳۲۸، نیل الاوطار صفحہ)

فقہا احناف میں سے بیشتر حضرات اسی کے قائل ہیں کہ اول دو رکعت سنت پڑھے پھر چار رکعت پڑھے۔ فتح القدیر نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ مبسوط شیخ الاسلام میں اسی کو راجح حدیث عائشہ کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کا پہلا قول یہی ہے۔ جیسا کہ قاضی خاں نے بیان کیا یہی قول مفتی بہ ہے۔ (درس ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

اس کے خلاف امام محمد اسے دو رکعت سے قبل مانتے ہیں۔ اصحاب متون بھی اسی کے قائل ہیں۔

(اعلاء السنن جلد ا صفحہ ۱۲۰، الشامی)

ظہر سے قبل کی چار رکعت سے جہنم حرام

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت پڑھے گا جہنم اس پر حرام کردی جائے گی۔ (نسائی صفحہ ۲۵۷)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جس نے ظہر سے قبل چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت پر ہمیشگی سے عمل کیا اس پر اللہ پاک جہنم حرام کردے گا۔ (نسائی صفحہ ۲۵۸)

فائدہ: بڑی اہم فضیلت ہے کہ جو ظہر سے قبل چار رکعت اور بعد میں چار رکعت دو سنت اور دو نفل پر مداومت کرے گا اس پر جہنم حرام ہو جائے گی اس فضیلت سے اکثر لوگ محروم نظر آتے ہیں کہ عموماً دو رکعت سنت ہی پڑھنے پر اکتفا کرلیتے ہیں۔ اور نفل خواہ بیٹھ کر خواہ کھڑے ہو کر نہیں پڑھتے۔ عوام سے زیادہ خواص اہل علم کا طبقہ اس میں زیادہ گرفتا ہے بڑی محرومی کی بات ہے۔ اس نفل کا اہتمام کرنا چاہئے۔

ظہر کی چار رکعت سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ظہر سے پہلے چار رکعت جس میں (وسط میں) سلام نہیں ہے۔ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۰)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تو آپ کو دیکھا کہ ظہر سے قبل ہمیشہ چار رکعت پڑھتے ہیں تو آپ نے کہا کہ جب سورج ڈھل جاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں پھر کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ ظہر پڑھ لی جاتی ہے پس میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میری بھلائی اوپر جائے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

گزشتہ انبیاء کی سنت ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ نماز ہے جس پر مداومت حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے کی ہے۔
(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

عصر سے قبل چار رکعت پر رحمت خدا کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رحمت خدا کی دعا فرمائی ہے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے۔ (ترمذی صفحہ ۹۸، صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۹، ابوداؤد صفحہ ۱۸۰، سنن کبریٰ صفحہ ۴۷۳)

ہمیشگی پر یقینی مغفرت کا وعدہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہماری امت میں سے جو شخص عصر سے پہلے چار رکعت پر مداومت پابندی اختیار کرے گا وہ زمین پر یقینی طور پر مغفور ہو کر پالے گا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۲۲)

فائدہ: عصر سے پہلے جو چار رکعت ہمیشہ پڑھنے کی عادت ڈالے گا اور شاذ نادر کبھی ناغہ نہ ہو تو اس کی برکت

سے اس کے مرنے سے قبل مغفرت ہو جائے گی اور وہ زمین پر چلتا پھرتا رہے گا اور اس کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔

فَائِدَہ: ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے۔

ظہر کے بعد دو رکعت سنت پڑھتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ظہر سے قبل چار رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ (ترمذی صفحہ۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ظہر سے قبل دو رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ (ترمذی صفحہ۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے ہمارے گھر میں پھر لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ پھر گھر واپس تشریف لاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔

(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۸، سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۴۷۲)

فَائِدَہ: ظہر کے بعد چار رکعت پڑھنے کی وجہ سے جہنم حرام ہو جائے گی۔

ظہر کے بعد چار رکعت پڑھنے کی وجہ سے جہنم حرام

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جو ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کر دے گا۔ (ترمذی صفحہ۹۷، فتح القدیر صفحہ۴۴۳)

فَائِدَہ: ظہر کے بعد دو رکعت تو سنت موکدہ ہے اور دو رکعت غیر موکدہ ہے۔ دونوں ملا کر چار رکعت پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے جہنم سے محفوظ ہونے کی بشارت ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ مشائخ نے چار رکعت پڑھنا مستحب قرار دیا ہے۔ (جلد۱ صفحہ۴۴۳)

فَائِدَہ: افسوس کہ آج دو ہی رکعت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جو اس فضیلت سے محرومی کا باعث ہے۔

عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے اور سلام سے فصل فرماتے۔ اور یہ سلام ملائکہ مقربین اور مسلمانوں اور مؤمنین پر کرتے جو ان کے متبعین ہیں۔

فَائِدَہ: سلام سے مراد تشہد کا سلام ہے یعنی دو رکعت پر تشہد پڑھتے اور ایک سلام سے پڑھتے۔ (ترمذی صفحہ۹۸)

عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ ﷺ کی (سنت) نماز کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے آپ کی نماز (سنت) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ظہر سے پہلے چار رکعت ظہر کے

حد دو اور عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۴۷۳)

فقہاء نے بھی اسی وجہ سے عصر سے پہلے چار رکعت کو مستحب قرار دیا ہے۔ (کذا فی الشامی)

کبھی عصر سے قبل دو رکعت بھی پڑھتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعت پڑھتے۔

(ابوداؤد صفحہ۱۸۰)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے قبل دو رکعت نماز پڑھتے۔

(مجمع جلد۲ صفحہ۲۲۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عصر سے پہلے دونوں عمل چار رکعت، دو رکعت منقول ہے۔ حسب سہولت وموقعہ س پر چاہے عمل کرے۔ البتہ چار رکعت کی زیادہ فضیلت ہے۔

عصر سے قبل چار رکعت کی پابندی پر جنت میں گھر

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عصر سے پہلے چار رکعت پر ہیشگی لرے۔ اللہ پاک اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۲۲۲)

بدن پر جہنم حرام

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عصر سے قبل چار رکعت پڑھے گا ں کے بدن پر خدا نار دوزخ کو حرام کردے گا۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۲۲۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جہنم اسے نہ چھوئے گی۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۲۲۲)

مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں شمار نہیں کرسکتا کہ کتنی مرتبہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یکھا مغرب کے بعد دو رکعت فجر سے پہلے دو رکعت پڑھتے۔ جس میں قل یا ایها الکفرون اور قل هو الله ند پڑھتے۔ (ترمذی صفحہ۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد کی دو رکعت میں اس رطویل قرأت کرتے کہ تمام مسجد والے چلے جاتے۔ (ابوداؤد صفحہ۱۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی دو رکعت مر میں پڑھی۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ۲۰۸)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مغرب کے بعد دو رکعت گھر میں پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۷۷)

علامہ ابن قیم نے ذکر کیا ہے کہ اس میں دو سنت ہیں۔

1. سنت اور فرض کے درمیان کوئی کلام نہ کرے۔
2. گھر میں پڑھے کہ آپ نے اس سنت کے متعلق خصوصیت کے ساتھ گھر میں تاکید فرمائی۔

(ابن قیم جلد ۱ صفحہ ۳۱۳)

مغرب کے بعد دو رکعت اکثر گھر میں پڑھتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کے بعد دو رکعت نماز آپ کے گھر میں پڑھی۔ (ترمذی صفحہ ۹۸)

حضرت کعب بن عجرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مسجد بنی عبدالاشہل میں تشریف لائے اور مغرب کی نماز پڑھی جب نماز ہوگئی تو آپ نے لوگوں کو سنت ونفل پڑھتے ہوئے مسجد میں دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ نمازیں گھر میں پڑھو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۴، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مغرب (مسجد میں) پڑھتے پھر گھر میرے واپس تشریف لاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۱)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مغرب کے بعد کی دو رکعت اپنے کمرہ میں پڑھتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

حضرت میمون نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ ان دو رکعتوں کو گھر میں پڑھنا بہتر سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اکثر بلکہ دواماً آپ نفل خصوصاً مغرب کی سنت گھر میں پڑھتے تھے۔ اسی وجہ سے علماء کی ایک جماعت نے مغرب کی سنت بلکہ نوافل لیل مسجد میں خلاف اولیٰ مکروہ قرار دیا ہے ابن قیم لکھتے ہیں کہ آپ مغرب کی سنت خاص کر کے گھر ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ حنابلہ اسے گھر میں سنت قرار دیتے ہیں۔ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے عہد فاروقی میں دیکھا کہ نماز کے بعد مسجد میں کوئی نہ رہتا سنت کے لئے گھر چلے جاتے امام مروزی تو اس سنت کو مسجد میں پڑھنا گناہ قرار دیتے ہیں۔ یہی قول ابوثور کا ہے۔ اس کے برخلاف جمہور جس میں ابن قیم بھی ہیں مسجد میں بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۱۳)

ابن ابی لیلیٰ نے تو کہہ دیا کہ اگر اس سنت کو مسجد میں پڑھے گا تو ادا ہی نہ ہوگی۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

کبھی مغرب کی سنت مسجد میں بھی پڑھ لیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز مسجد میں پڑھی اس کے بعد وہی نماز پڑھنے لگے۔ (اور اتنی دیر تک پڑھتے رہے) کہ آپ کے علاوہ کوئی نہ رہا۔

(طحاوی صفحہ ۲۰۱، قیام اللیل مروزی صفحہ ۸۵)

امام طحاوی نے اس روایت سے ثابت کیا ہے کہ فرائض کے سنن ونوافل مسجد میں مکروہ نہیں جیسا کہ بعض حضرات کی رائے ہے۔ چونکہ آپ کا کوئی فعل مکروہ نہیں ہوسکتا آپ کا مسجد میں پڑھنا جواز کی دلیل ہے لہٰذا سنت و نوافل کو مسجد میں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اور آج کل تو فرائض کے سنن ونوافل مسجد ہی میں پڑھنا چاہئے تاکہ ان کا پڑھنا عوام میں رائج اور باقی رہے اگر خواص مسجد کو چھوڑ کر گھر میں پڑھنے لگیں گے تو عوام یہ سمجھیں گے یہ فرائض کے سنن ونوافل نہیں ہیں یا ان کی اہمیت جاتی رہے گی اور تغافل کا شکار ہو جائیں گے۔

"اوابین"

مغرب کے بعد چھ رکعت نفل کی فضیلت بارہ سال کی عبادت کے برابر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے اور درمیان میں کوئی (دنیاوی گفتگو نہ کرے تو اسے بارہ سال کی عبادت کے برابر ثواب ملے گا۔

(ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۷، قیام اللیل صفحہ ۸۷، ترمذی صفحہ ۹۸، ابن ماجہ صفحہ ۸۱)

محمد بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا میں نے اپنے محبوب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھتے دیکھا ہے۔ اور آپ نے فرمایا جو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے گا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے گو وہ سمند کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۳، نیل الاوطار صفحہ ۵۵)

پچاس سال کے گناہ معاف

حضرت سالم نے اپنے والد (عبداللہ بن عمر) سے نقل کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھی گفتگو سے قبل تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(قیام اللیل صفحہ ۸۷، نیل الاوطار صفحہ ۵۵)

مغرب کے بعد بیس رکعت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھے

گا خدا اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (ترمذی صفحہ ۹۸)

فائدہ: مغرب کے بعد چھ رکعت نفل پر بارہ سال کی عبادت کی روایت کو امام ترمذی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ گو امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر محدث ابن خزیمہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور ابن خزیمہ کی روایت کو علامہ سیوطی نے صحیح قرار دیا ہے پس یہ حدیث صحیح ہوئی ضعیف ہونے کے اعتبار سے بھی باب الفضائل میں یہ معتبر ہوگی سلف صالحین کا اس پر عمل رہا ہے۔ یہ تعامل کی دلیل ہے کہ اس کی اصل ہے اور بلاشبہ اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ہر دور میں اہل علم مشائخ نے ان نوافل کا اہتمام کیا ہے لہٰذا ضعیف کے بہانے اسے ترک کرنا صحیح نہیں۔

چھ رکعت پڑھنے کی تفصیل

محدثین وفقہاء نے ان چھ رکعتوں کے متعلق بیان کیا ہے کہ تین رکعت فرض پڑھنے کے بعد چھ رکعت پڑھے یا چار رکعت نفل پڑھے اور سنت موکدہ کو اس چھ میں شامل کرے۔ پھر چھ رکعت یا تو ایک سلام سے پڑھے یا دو، دو رکعت کر کے پڑھے بہتر یہ ہے کہ دو، دو رکعت پڑھے چونکہ آپ ﷺ سے رات کی نماز دو دو رکعت منقول ہے۔

مغرب کے بعد چار رکعت پڑھنے کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص مغرب کے بعد گفتگو کرنے سے پہلے (یعنی سنت کے بعد مثلاً چار رکعت نماز پڑھے گا اس کا مرتبہ علیین میں بلند کیا جائے گا اور اس شخص کے مانند ہوگا جس نے مسجد اقصیٰ میں شب قدر پائی ہو اور یہ نصف شب کی عبادت سے بہتر ہے۔

(اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۱)

حضرت ابن عمر سے منقول ہے کہ جو مغرب کے بعد چار رکعت پر مداومت کرے گا اسے جہاد کے بعد جہاد کا ثواب ملے گا۔ (قیام اللیل صفحہ ۸۸، اتحاف السادہ صفحہ ۱۱)

آپ ﷺ مغرب کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے

معن بن عبدالرحمٰن نے ذکر کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغرب اور عشاء کے درمیان چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ نبی پاک ﷺ اسے پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۸۸، نیل الاوطار صفحہ ۵۵)

ابو معمر نے ذکر کیا کہ (حضرات صحابہ وتابعین) مغرب کے بعد چار رکعت پڑھنا مستحب قرار دیتے تھے۔

(قیام اللیل صفحہ ۸۸

اسود کہتے ہیں کہ جب بھی میں حضرت ابن مسعود کے پاس آیا تو اس وقت (مغرب کے بعد) چار رکعت پڑھتے پایا۔ (قیام اللیل)

نماز اوابین کیا ہے

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو مغرب و عشاء کے درمیان نماز پڑھے وہ نماز اوابین ہے۔

حضرت عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان جو خلوت میں نماز پڑھی جائے۔ وہ اوابین ہے۔ (قیام اللیل صفحہ ۸۸)

فَائِدَہ: آپ ﷺ سے مغرب کے بعد دو، چار، چھ رکعت پڑھنا منقول ہے۔ بعض روایت میں مغرب کے بعد کافی دیر تک بھی پڑھنا منقول ہے۔ آپ ﷺ یہ چار رکعت دو سنت موکدہ کے علاوہ پڑھتے تھے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ دو سنت کے بعد دو رکعت اور پڑھتے ہوں گے جسے نفل کہا جاتا ہے اسی کا اعتبار کرتے ہوئے فقہاء نے مغرب کے بعد چار رکعت، دو سنت اور دو نفل شروع قرار دیا ہے۔ اس کا یہی ماخذ ہے۔

خیال رہے کہ اوابین کا اطلاق جس طرح مغرب کے بعد کی نماز پر ہے اسی طرح حدیث پاک میں چاشت کی نماز کو بھی اوابین کہا گیا ہے۔

مغرب کے بعد بکثرت آپ ﷺ نوافل پڑھتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی جب نماز ہوگئی تو آپ کھڑے ہوئے اور (نفل) نماز پڑھنے لگے اور آپ نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھ کر نکلے۔ (ترمذی، احمد، نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ (بسا اوقات) آپ ﷺ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھتے اور طویل قرأت کرتے یہاں تک کہ تمام اہل مسجد (جو مسجد میں نماز کے بعد ذکر وغیرہ میں مشغول ہوتے) چلے جاتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بسا اوقات مغرب پڑھ کر نفل پڑھتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی اذان ہو جاتی۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ان ناشئة اللیل" (جو سورہ مزمل میں رات کی نماز پڑھنے والوں کی تعریف میں ہے) سے مراد مغرب و عشاء کے درمیان کی نماز مراد ہے۔ چنانچہ آپ

ﷺ مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھا کرتے تھے۔ (نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۵۴)

حضرات صحابہ کا مغرب وعشاء کے درمیان نوافل کا اہتمام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کی ایک جماعت مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھا کرتی تھی اس پر "**تتجافی جنوبھن عن المضاجع**" آیت نازل ہوئی۔ (نیل جلد ۳ صفحہ ۵۴)

اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آیت کریمہ "**کانو قلیلاً من اللیل ما یھجعون**" ان صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی جو مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھا کرتے تھے۔

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھا کرتے تھے اور فرماتے یہی "**ناشئة اللیل**" (رات کی وہ نماز ہے جس کا ذکر سورہ مزمل میں ہے) ہے۔

حضرت سفیان ثوری نے بیان کیا کہ "**من اھل الکتب امة قائمة یتلون ایات اللّٰہ اناء اللیل وھم یسجدون**" اہل کتاب میں ایک ایسی جماعت ہے جو پوری رات قرآن کی آیتیں پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو مغرب وعشاء کے درمیان نوافل پڑھا کرتی تھی۔ اسے اوابین سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ ہمارے عرف اور ماحول میں مغرب کے بعد پڑھی جانے والی نوافل کو اوابین کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ حدیث پاک صلوٰۃ ضحیٰ چاشت کو بھی اوابین کہا گیا ہے کوئی حرج نہیں دونوں پر معناً اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

مغرب وعشاء کے درمیان نوافل کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے ظہر وعصر ومغرب و عشاء کے درمیان عبادت کی اس کی مغفرت کی جائے گی۔ اور دو فرشتہ اس کی شفاعت کریں گے۔

(ابوالشیخ، نیل صفحہ ۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ فرض کے بعد کون سی نماز بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا، شروع رات میں نماز پڑھنا۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۴۰۷)

ابن شاہین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ جو شخص مغرب کی نماز پڑھے۔ پھر اس کے بعد دو رکعت نماز گفتگو سے پہلے پڑھے تو اسے اللہ پاک حظیرۃ القدس میں مقام دے گا اور اگر چار رکعت پڑھے گا تو اس نے گویا حج کے بعد حج کیا اور جس نے چھ پڑھا تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ابان نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص مغرب کے بعد بارہ رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں چالیس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے۔ تو اس سے ملائکہ مصافحہ کریں گے اور جس سے فرشتے مصافحہ کریں گے ان کو پل صراط پر اور حساب اور میزان میں مامون محفوظ رکھا جائے گا۔ (یعنی خوف سے)۔

(اتحاف السادہ صفحہ ۳۷۱)

سعید بن جبیر کی ثوبان سے یہ روایت ہے کہ جو شخص (مغرب پڑھ کر) مغرب وعشاء کے درمیان مسجد میں معتکف رہے۔ اور سوائے نماز (دعا اور تلاوت قرآن ذکر وغیرہ) کے کوئی دیگر بات وامور نہ کرے۔ تو اللہ پاک پر حق ہے کہ اس کے لئے جنت میں دو محل بنائیں گے ایک محل کی مسافت سو سال ہوگی اور ان کے دو محلوں کے درمیان باغیچہ کا سلسلہ ہوگا کہ اس میں تمام دنیا والے سمو جائیں۔

علامہ زبیدی نے اس کی شرح میں لکھا ہے۔ یہ ثواب چند شرطوں کے ساتھ ہے:

1. مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی ہو۔
2. جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو وہاں پڑھی ہو گھر میں دوکان میں نہ پڑھی ہو۔
3. مغرب کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھ کر عبادت میں مشغول ہو گیا ہو۔ کسی دنیاوی اور لغو و بے کار امور میں نہ پڑا ہو۔ تب وہ اس ثواب کا حاصل کرنے والا ہوگا۔

ابن قیم نے بھی مغرب کے بعد سنتوں کے متعلق مستحب یہ لکھا ہے کہ وہ بات اور گفتگو سے قبل ہو۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۷۲)

وہ تو نوافل کے علاوہ سنت مغرب کو اس قید سے مقید کرتے ہیں۔

عشاء سے پہلے چار یا دو رکعت فضیلۃً ثابت ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اذان و اقامت کے درمیان (نفل) نماز ہے سوائے مغرب کے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۳۱، کنز العمال صفحہ ۷۷۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی فرض نماز نہیں مگر یہ کہ اس کے قبل دو رکعت سنت ہے۔ (ابن حبان، نصب الرایہ، اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۱۶)

فائدہ: احادیث پاک سے ہر نماز سے قبل تو افل اور سنت کا ثواب بلاشبہ ہو رہا ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی اس روایت سے دو رکعت عشاء کے قبل سنت ہونا ثابت ہے عشاء سے قبل جو چار رکعت نفل مشروع ہے یہ

دراصل امام صاحب کے اس اصل پر متفرع ہے کہ ان کے نزدیک دن ہو یا رات چار، چار رکعت ایک سلام سے افضل ہے۔ فتح القدیر میں ہے "وعند ابی حنیفة فیهما اربع أربع" (صفحہ ۴۴۹)

اسی اصول کے پیش نظر عشاء سے قبل چار رکعت مستحب یا نفل قرار دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے احناف کی کتابوں میں عشاء سے قبل چار رکعت ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے "اربع قبل العشاء" (صفحہ ۴۴۱) کہ امام صاحب کے نزدیک نفل چار رکعت افضل ہے۔ (بنایہ صفحہ ۵۳۳)

محمد بن نصر نے قیام اللیل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقطع روایت ذکر کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ (نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۵۵)

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۸۸)

فائدہ: عشاء سے قبل سنت اور نفل کے سلسلے میں اس سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دن میں چار رکعت اور شب میں بھی چار رکعت پڑھنا منقول ہے چنانچہ صحیحین کے حوالہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کرتی ہیں کہ آپ چار رکعت پڑھتے تھے۔ اسی طرح چاشت دن میں چار رکعت پڑھتے تھے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۵۰)

علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھنا حسن ہے۔ جیسے ظہر میں ذخیرہ میں ہے کہ عشاء سے قبل چار رکعت بہتر ہے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۵۳۴)

قیاس اور مرتبہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے فرائض کی تعداد ماقبل کی سنتیں ہیں۔ چنانچہ فجر سے پہلے دو، ظہر سے پہلے چار، عصر سے پہلے چار، اسی طرح عشاء سے پہلے بھی چار رکعت ہے۔ اس لئے کہ عشاء چار رکعت ہے۔ اسی وجہ سے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے چار رکعت پڑھنا منقول ہے۔

عشاء کے بعد دو رکعت سنت پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد (فرض کے بعد) دو رکعت نماز پڑھتے۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں نے عشاء کے بعد کی دو رکعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر میں پڑھی ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت ابن عمر کی ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کے بعد دو رکعت پڑھتے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

فائدہ: عشاء کے فرض کے بعد دو رکعت پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ عشاء کے بعد دو رکعت تو سنت ہے اور چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۴۴)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ روایت صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ نے ان دو سنتوں کو کبھی نہیں چھوڑا یہ سنن موکدہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۵۱)

عشاء کے بعد کبھی چار رکعت بھی پڑھتے

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی جماعت پڑھائی پھر گھر تشریف لائے اور چار رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے چونکہ وتر آپ تہجد کے بعد پڑھتے تھے۔

(سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۷۷، بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء پڑھ کر گھر تشریف لاتے تو چار رکعت یا چھ رکعت پڑھتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۷۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ چار تو پڑھتے تھے یا شک ہوگیا کہ چار پڑھی یا چھ پڑھی۔

عشاء کے بعد چار رکعت کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشاء کے بعد چار رکعت شب قدر کی چار رکعت کی طرح ہے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۳۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے پھر چار رکعت مسجد میں نکلنے سے پہلے چار رکعت پڑھ لے تو اس کا ثواب شب قدر کے مثل پائے گا۔

(مجمع صفحہ ۲۳۱)

فائدہ: یعنی عشاء کے بعد دو رکعت سنت اور دو رکعت نفل کی یہ فضیلت ہے اکثر لوگ اس نفل کو چھوڑ دیتے ہیں جس سے اس ثواب سے محرومی ہو جاتی ہے علامہ عینی نے عشاء کے بعد دو رکعت نفل اس طرح پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بروایت انس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اس میں سورہ فاتحہ کے بعد بیس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے تو اس کے لئے جنت میں محل بنایا جائے گا۔ (عمدۃ جلد ۶ صفحہ ۲۵۱)

امام اعظم کے نزدیک چار رکعت ایک سلام سے افضل ہے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۴۴)

سنن رواتب فرائض سے قبل اور بعد کی سنتوں کی فضیلت اور تاکید

بارہ رکعت سنت موکدہ پر جنت میں گھر

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دن میں (۲۴ گھنٹوں میں) بارہ

رکعت تطوع ادا کرے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۷۸، نسائی صفحہ ۲۵۶، مسلم صفحہ ۲۵۱، ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن اور رات میں بارہ رکعت کا اہتمام کرے گا۔ جنت میں داخل ہوگا چار ظہر سے قبل دو ظہر کے بعد دو رکعت مغرب کے بعد عشاء کے بعد دو رکعت فجر سے قبل دو رکعت۔ (نسائی صفحہ ۲۵۶، ابن ماجہ)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی روایت کے اعتبار سے اور مزید دوسری روایت شامل کر کے اس امر کے قائل ہوئیں کہ بارہ رکعت یہ سنت موکدہ ہیں۔ ان کو اہتمام سے پڑھنا لازم ہے اسی روایت میں ظہر سے قبل چار رکعت ہے۔ اسی کو احناف نے اختیار کیا ہے اس کے برخلاف بعض دوسری صحیح روایت میں ظہر سے قبل دو رکعت بھی ہے جس کو شوافع نے اختیار کیا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بارہ رکعت دن میں (سنتیں پڑھے گا) اس کے لئے خدائے پاک جنت میں گھر بنائیگا۔ چار رکعت ظہر سے قبل دو رکعت ظہر کے بعد دو رکعت عصر سے قبل دو رکعت مغرب کے بعد دو رکعت فجر سے قبل۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۵، نسائی صفحہ ۲۵۶، مشکوٰۃ)

فائدہ: بعض روایت میں بارہ رکعت کے بجائے دس کا بھی ذکر ہے۔

(کذافی البیہقی صفحہ، زادالمعاد صفحہ ۳۱۴، ابوداؤد صفحہ)

فائدہ: اس روایت میں عشاء کی دو رکعت کے بجائے عصر کی ہے دوسری متعدد روایتوں سے عشاء کا ثبوت ہے۔

حضرت عقبہ بن سفیان کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دن رات میں فرائض کے علاوہ بارہ رکعت سنتوں کو پڑھے گا اللہ پاک اس کے لئے جنت میں گھر میں بنائے گا۔ (نسائی صفحہ ۲۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دو دن میں بارہ رکعت (سنت) پڑھے گا۔ جنت میں اس کے لئے گھر بنایا جائے گا۔ (ابن ماجہ، نسائی صفحہ ۲۵۷)

یہ بارہ رکعت ملا علی قاری نے بیان کیا کہ سنت موکدہ ہے بعضوں نے واجب بھی قرار دیا ہے فقہاء احناف نے بھی ان کو سنت موکدہ کہا ہے۔ (کذافی الشامی صفحہ، فتح القدیر)

درمختار میں ہے کہ ان میں سب سے زیادہ اہم بالاتفاق فجر کی سنت پھر ظہر سے قبل کی چار رکعت اسی کو شراح ہدایہ نے ذکر کیا ہے اس کو فتح القدیر نے احسن قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر صفحہ)

فرائض سے پہلے اور بعد کی سنتوں کو آپ گھر میں ادا فرماتے

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تطوع (سنت) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے میرے گھر میں سنت ادا فرماتے پھر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز (فرض) پڑھاتے پھر میرے گھر واپس تشریف لاتے اور دو رکعت (سنت) پڑھتے۔

(ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ ۲۰۹، ابوداؤد صفحہ ۱۷۸)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز (مسجد میں) پڑھائی پھر اپنے کمرے میں تشریف لائے اور چار رکعت پڑھی پھر سو گئے (کہ وتر بعد میں پڑھتے تھے) (سنن کبریٰ صفحہ ۴۷۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت گھر میں پڑھی۔ اسی طرح عشاء کے بعد کی دو رکعت گھر میں پڑھی۔

(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت عبداللہ بن سعد نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا (کہ کون سی نماز گھر میں اور کون سی مسجد میں پڑھنا افضل ہے) تو آپ نے فرمایا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا متصل ہے اور گھر میں نماز پڑھنا پسند کرتا ہوں مسجد کے مقابلہ میں سوائے فرض نمازوں کے۔

(ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ ۲۱۰)

عنایہ شرح فتح القدیر میں امام حلوانی کا قول ہے کہ تراویح کے علاوہ تمام سنن گھر میں افضل ہے۔

(فتح القدیر صفحہ ۴۴۱)

علامہ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ آپ سنن اور نوافل گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۱۴)

لیکن اس دور میں نماز سے پہلے اور بعد کی سنتیں مسجد ہی میں پڑھے تاکہ عوام کو اس کی اہمیت کا علم ہو۔ خواص کے گھر میں پڑھنے کی وجہ سے عوام اس سے غافل ہو جائیں گے۔ اور سنتوں کے پڑھنے کی اہمیت ان کے ذہنوں سے نکل جائے گی۔ ہاں البتہ نوافل گھر میں ہی بہتر ہے گو مقتدی کے یہاں دونوں کا گھر ہی پڑھنا افضل ہے اسی وجہ سے ارباب حدیث نے سنتوں اور نوافل کے گھر میں پڑھنے کی سُنّیت اور افضلیت پر باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ صحیح ابن خزیمہ میں ہے "أستحباب صلوة التطوع قبل المكتوبات وبعد هن فى البيوت"

(صفحہ ۲۰۸)

اور مطلق نوافل کے گھر میں پڑھنے کی افضلیت پر تمام محدثین نے باب قائم کئے ہیں۔ تاکہ گھر نماز کی

برکت سے شرف اور شیاطین کی برائیوں سے محفوظ رہیں۔

فرائض اور اس کے سنن راتبہ مؤکدہ کے درمیان گفتگو کے متعلق

حضرت مکحول سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو مغرب کے بعد کلام اور گفتگو سے پہلے دو رکعت پڑھ لے۔ اس کی نماز علیین میں چڑھ جاتی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نماز (فرض کے) بعد کوئی ایسی نماز (سنت) جس کے درمیان گفتگو نہ ہوئی ہو علیین میں لکھ دی جاتی ہے۔ (نیل الاوطار، ابوداؤد صفحہ ۵۵)

حضرت ابن مسعود ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو فجر کی سنت کے بعد باتیں کر رہی تھیں تو آپ نے ان کو گفتگو سے منع فرمایا۔ (ابن ابی شیبہ، اعلاء جلد ۷ صفحہ ۱۹)

ان جیسی روایتوں سے جس میں درمیان میں باتوں اور گفتگو کے نہ ہونے پر فضیلت منقول ہے۔ علماء اور فقہاء اور مشائخ نے فرائض اور سنتوں کے درمیان کسی دنیاوی گفتگو کو مکروہ خلافِ اولیٰ قرار دیا ہے اور اس کی فضیلت کا قاطع قرار دیا ہے گو نماز درست اور صحیح ہو جاتی ہے۔

چنانچہ اعلاء السنن میں ہے "فدل هذا الحديث على ان عدم التكلم افضل" اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ سنن فرائض کے مکملات اور اس کا تمہ ہیں اور تمہ شیء کے متصل ہوتا ہے لہٰذا اسے اسی وجہ سے فصل نہ ہونا چاہئے۔

اسی وجہ سے بعض مشائخ نے گفتگو کی صورت میں سنت کا اعادہ کرنے کو کہا۔ "ولذا حكم المشائخ باعادة السنة اذا تكلم" یہ قول فضل کی رعایت میں ہے فساد کی وجہ سے نہیں کہ اس کا ثواب جو جاتا رہا حاصل ہو جائے۔

در المختار میں ہے "ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها" شوافع اور ارباب حدیث تکلم کو بلا کراہت جائز قرار دیتے ہیں استدلال میں یہ حدیث ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ فجر کی سنت پڑھنے کے بعد اگر میں جاگی رہتی تو آپ ﷺ باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے وہ حضرات اس کا جواب دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بات دنیاوی اور لغو نہیں ہوتی تھی ہماری گفتگو کو آپ کی بات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ ابن قیم بھی فرض اور سنت کے درمیان گفتگو کی اجازت نہیں دیتے چنانچہ وہ مغرب کی سنت پر لکھتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ فرض کے بعد کلام نہ کرے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۱۳)

امام احمد اور اسحٰق راہویہ کے ایک قول میں بات کرنے سے سنت باطل ہو جاتی ہے۔ در مختار اور بحر الرائق

میں بعض احناف کا بھی یہی قول منقول ہے مگر یہ قول مختار نہیں۔ قول محقق اس سلسلے میں یہ کہتے ہیں کہ لغو اور خالص دنیوی باتیں یا کسی ایسے عمل سے جو نماز و ذکر کر کے منافی ہو۔ جیسے خرید فروخت کھانا پینا وغیرہ یا زائد فصل اور تاخیر ہو جائے۔ تو یہ عمل ثواب کو کم کرنے والا ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ)

لہٰذا ضروری گفتگو یا معمولی گفتگو قاطع ثواب نہیں۔ جیسا کہ ترمذی کی ایک حدیث سے فجر کی سنت جب آپ ﷺ پڑھ لیتے اگر گفتگو کی ضرورت پڑتی تو گفتگو فرماتے ورنہ نماز کو تشریف لے جاتے۔ اس میں حاجۃ سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے گفتگو ہوتی تھی لہٰذا اب دونوں قولوں میں بظاہر کوئی تعارض نہیں کہ لغو اور بلا ضرورت گفتگو بہتر نہیں۔

سنن رواتب کو مسجد میں ادا کرنا بھی آپ سے ثابت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مغرب کے بعد (بسا اوقات) طویل قرأت فرماتے۔ یہاں تک کہ مسجد میں نماز پڑھنے والے چلے جاتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی آپ (مسجد میں) عشاء تک نماز پڑھتے رہتے۔ (نسائی صفحہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے۔ پھر چار رکعت مسجد سے نکلنے سے پہلے پڑھ لے تو اسے شب قدر کے برابر ثواب ملے گا۔

(طبرانی کبیر، مرعاۃ جلد ۴ صفحہ ۱۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد چار رکعت پڑھی یہاں تک کہ میرے اور آپ کے علاوہ مسجد میں کوئی نہ رہا۔ (مرعاۃ صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے بعد سنت پڑھو تو چار رکعت پڑھو۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر جلدی ہو تو دو رکعت مسجد میں پڑھ لو۔ اور دو رکعت واپس آکر پڑھ لو۔ (مسلم صفحہ)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے سنن فرائض کو مسجد میں بھی پڑھا ہے اور ظاہر ہے جو امر آپ سے ثابت ہو خواہ بعض موقعہ پر ہی اس کا جواز تو بلا کراہت ثابت ہو ہی جاتا ہے لہٰذا فرائض اور بعد کی سنتوں کو مسجد میں پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ نماز کے علاوہ جو نوافل ہیں مثلاً تہجد، چاشت وغیرہ یہ مسجد کے مقابلہ میں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ علامہ عینی نے لکھا کہ امام ثوری امام مالک تمام دن کی سنتوں کو مسجد میں افضل قرار دیتے ہیں۔ (عمدۃ صفحہ ۲۵۱)

اس دور میں سنن اور فرائض مسجد میں پڑھنا ہی بہتر ہے

ابن مالک نے بیان کیا کہ سنن راتبہ "فرائض کی سنت" کو (مسجد میں) ظاہر کر کے پڑھنا اولیٰ ہے تا کہ لوگوں کو اس کا علم رہے۔ ملا علی قاری نے بھی بیان کیا کہ تا کہ لوگوں کو علم اس پر عمل کرنے کا رہے۔ صاحب مرعاۃ نے بھی ذکر کیا ہے کہ اس زمانہ میں یہ سنتیں مسجد میں پڑھنا اولیٰ ہے خاص کر کے اہلِ علم اور مشائخ کو تا کہ عوام ان کی اتباع کی وجہ سے اس پر عمل باقی رکھیں اگر اہل علم گھر میں پڑھیں گے تو عوام گھر میں غفلت اور سستی سے اس کے تارک ہو جائیں گے۔ (مرعاۃ صفحہ ۱۳۳)